انبیائے کرام علیہم السلام کے حیرت انگیز
معجزات

ترجمہ: معجزات الانبیاء

مؤلف: عبد المنعم ہاشمی

مترجم
لجنۃ المصنفین لاہور

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور- فون: ۷۳۵۲۴۸۳

بیت العلوم کی مطبوعات
ایک نظر میں

قرآنِ حکیم انسائیکلوپیڈیا	ڈاکٹر ذوالفقار کاظم
محمد عربی انسائیکلوپیڈیا	ڈاکٹر ذوالفقار کاظم
صحابہ کرامؓ انسائیکلوپیڈیا	ڈاکٹر ذوالفقار کاظم
خوابوں کی تعبیر کا انسائیکلوپیڈیا	علامہ عبدالغنی نابلسیؒ
خواتین کے لئے اصلاحی بیانات	مولانا ناظم اشرف
حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ	مولانا عمران اشرف عثمانی
گناہوں کے نقصانات اور ان کا علاج	علامہ ابن القیم جوزیؒ
اصلاحی مواعظ ــــ ۴ جلد	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
اصلاحی تقریریں ــــ ۴ جلد	مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ
ازواجِ مطہراتؓ کے دلچسپ واقعات	جناب محمد خرم
اسلامی احکام اور اُن کی حکمتیں	شیخ عبدالقادر معروف الکردیؒ
تاریخ المشاہیر	قاضی سلیمان سلمان منصورپوریؒ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دن اور رات	شیخ ابوبکر ابن سنیؒ
فضائل اہل بیت صحابہ کرامؓ و تابعینؒ	امام محمد بن علی شوکانیؒ
قصص معارف القرآن	مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ
کھجور کی اہمیت وافادیت	مولانا محمد یوسف خان مدظلہ
مقالاتِ عثمانیؒ	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ
قیامت کی نشانیاں	علامہ عمادالدین ابن کثیرؒ
اولاد کی تربیت قرآن وحدیث کی روشنی میں	احمد خلیل جمعہ
مظلوم صحابہؓ کی داستانیں	مولانا نورالحسن بخاریؒ
جہنم کی مستحق عورتیں	منصور عبدالحکیم
سیرت فاطمۃ الزہراؓ	علامہ مناویؒ

انبیائے کرام علیہم السلام کے حیرت انگیز

معجزات

ترجمہ: معجزات الانبیاء

مؤلف: عبد المنعم ہاشمی

مترجم

لجنۃ المصنفین لاہور

مولانا محمد انس صاحب
مولانا خالد محمود صاحب
مولانا عبد العظیم صاحب

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور- فون: ۷۳۵۲۴۸۳

کتاب انبیائے کرامؑ کے حیرت انگیز معجزات
اردو ترجمہ معجزات الانبیاء
مولف عبدالمنعم ہاشمی
مترجم لجنة المصنفین لاہور
باہتمام محمد ناظم اشرف
ناشر بیت العلوم۔۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ سید احمد شہید = الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
مکتبہ رحمانیہ = غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مترجم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے انسانوں ہی میں سے نبی اور رسول بھیجے۔ان مقدس ہستیوں کے ذریعے بندوں تک اپنے احکام پہنچائے اور عہد الست کا بھولا ہوا وعدہ ان کو یاد دلائے۔

رسول اور نبی چونکہ انسان ہی ہوتے ہیں۔ان کی ظاہری صورت دوسرے انسانوں کی طرح ہی ہوتی ہے۔اسلئے حق تعالیٰ نے ان کو معجزات عطا فرمائے جو ان کی صداقت کی دلیل اور ان کی رسالت کے برہان ہو' جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذانک برهانان من ربک﴾

معجزہ اس خارق عادت چیز کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر کی تصدیق کیلئے صادر ہو۔

چنانچہ بحکم خداوندی چشم زدن میں فرشِ زمیں سے عرش بریں تک عروج کر جانا' سمندر کا ایک ضرب سے تھم جانا' ایک اشارے سے چاند کا دوٹکڑے ہونا' انگلیوں سے پانی کی نہریں بہہ پڑنا' مٹھی بھر خاک کا پوری فوج کو تہہ و بالا کر دینا' بے جان لاٹھی کا اژدھا بننا وغیرہ سب خارق عادت چیزیں ہیں۔

گو پیغمبر کا اصل معجزہ خود ان کا سراپا وجود ہوتا ہے' چشم بینا رکھنے والوں کیلئے ان کی اداؤں میں' سننے والوں کیلئے ان کے لب و لہجے میں اور سمجھنے والوں کیلئے ان کے پیام و دعوت میں اعجاز ہوتا ہے۔ان احوال کو دیکھتے ہی وہ لوگ ایمان کی دولت سے بہرہ ور اور یقین کی

نعمت سے سرفراز ہوتے ہیں۔لیکن جبکہ بعض لوگوں کوان سے تشفی نہیں ہوتی اور مادی اور محسوس نشانیوں کے طلب گار ہوتے ہیں توان پر اتمامِ حجّت کے لئے نبی کے ہاتھوں خارق عادت امور رونما ہوتے ہیں۔

یہ معجزے کفار کے لئے ایمان لانے اور یقین کرنے کے سبب ہوتے ہیں بشرطیکہ دل میں ضد وعناد ٔہٹ دھرمی اور بدبختی کے جراثیم نہ ہوں جیسا کہ فرعون کے ساحروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو دیکھا تو موسیٰ وہارون (علیہم السلام) کے رب کے آگے سجدہ میں گر پڑے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح روم کی پیشن گوئی پوری ہوئی تو قریش کے نیک طبع لوگوں کی چشم باطن کھل گئی اور حقیقت ان کے سامنے جلوہ نما ہوئی۔

مگر نمرود وفرعون اور ابوجہل وابولہب جو آتش خلیل، طوفانِ نیل، قحطِ مکہ اور انشقاقِ قمر کے معجزوں کے طالب ہونے کے باوجود ایمان کی عظیم دولت سے محروم رہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ معجزات کے عنایت کرنے میں حکمت یہ ہے کہ عوام کو پیغمبر کی نبوت کا یقین آجائے، اور نبی کے حق میں یہ معجزات منصبِ رسالت کے لئے بمنزلہ سند اور دستاویز کے ہوجائیں۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس ہستیوں اور ان کے مبارک ہاتھوں سے رونما ہونے والے محیر العقول اور حیرت انگیز معجزات کا تذکرہ بھی ایمان کی دولت سے مالا مال ہونے اور سرمایہ ایمان میں ترقی کا باعث ہے۔

اسلئے علماءِ امت نے حضرات انبیاء کرامؑ کے معجزات کے متعلق کتابیں تالیف کیں تاکہ امت حضرات انبیاء کرامؑ کے عظیم کارناموں اور ان کے تذکروں سے اپنے ایمان کو تازگی اور روح کو جلا بخشے۔

زیر نظر کتاب ''انبیائے کرامؑ کے حیرت انگیز معجزات'' بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔دراصل یہ کتاب شیخ عبدالمنعم الهاشمی کی مفید اور دلچسپ کتاب ''معجزات الانبیاء'' کا عام فہم، سلیس اور مستند اردو ترجمہ ہے۔ترجمہ کرنے کی سعادت اراکین

''لجنة المصنفین لاہور'' لاہور (حضرت مولانا خالد محمود صاحب فاضل واستاد جامعہ اشرفیہ لاہور۔ حضرت مولانا سید عبدالعظیم ترمذی فاضل جامعہ اشرفیہ و معین التحقیق ادارہ اشرف التحقیق، جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور اور راقم الحروف محمد انس چترالی فاضل دارالعلوم کراچی واستاد جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور) کو حاصل رہی۔ الحمد للہ لجنۃ کو ملک کے اکابر علماء کرام کی سرپرستی حاصل ہے خصوصاً شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی زید مجدھم اپنی خصوصی سرپرستی اور مفید مشوروں سے لجنۃ کی وقتاً فوقتاً رہنمائی فرماتے رہتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے سایہ شفقت کو تادیر ہمارے سروں پر باقی رکھے اور ہمیں ان کے فیوض وبرکات اور تجربات سے بھرپور مستفیض ہونے کی توفیق دے۔

بحمد اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے قبل بھی اراکین لجنہ کے ہاتھوں بہت سے تراجم و تصانیف منظرِ عام پر آچکے ہیں، چند قابلِ ذکر کتابوں کے نام یہ ہیں ''گناہوں کے نقصانات اور ان کا علاج'' ''اولاد کی تربیت قرآن وحدیث کی روشنی میں'' ''قیامت کی نشانیاں'' ''عذابِ جہنم کی مستحق عورتیں وغیرہ'' اور یہ کام محض اللہ تعالیٰ کی توفیق وامداد اور اکابر علماء کی سرپرستی اور رہنمائی سے جاری وساری ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ برادرِ مکرم مولانا محمد ناظم اشرف صاحب مدظلہ کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس عظیم کام کو زیورِ طبع سے آراستہ وپیراستہ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر ایک کے لئے نافع بنائے اور جملہ ارکان کے لئے ذریعہ نجات اور وسیلہ مغفرت بنائے۔

احقر محمد انس چترالی (رکن)

لجنۃ المصنفین و

(استاذ) جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور۔

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ

انبیائے کرام علیہم السلام کے حیرت انگیز

معجزات

فہرست

مقدمہ

بسم اللّٰہ والحمدللّٰہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ نبیّ المعجزات وعلی صحبه من الانبیاء والمرسلین جمیعًا۔

وبعد...

معجزہ اس مافوق العادت چیز کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے انبیاء ورسل کی نبوت اوران کی رسالت کی تائید واثبات کے لئے ظاہر کیا جائے۔ عام طور پر لوگ معجزہ اور کرامت کے مفہوم کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان دونوں میں بڑا واضح فرق موجود ہے، اگرچہ معجزہ اور کرامت دونوں مافوق العادت (خلافِ عادت) ہونے میں برابر ہیں، لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ معجزہ تو وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور مرسلین کے ہاتھوں پر ظاہر کریں اور کرامت وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ انبیاء کے سوا کسی اور انسان کے ہاتھ پر ظاہر کریں۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات میں ہمارے لئے بے شمار عبرت اور ایمان وعقیدہ کا وافر سامان موجود ہے، نیز معجزاتِ انبیاء علیہم السلام کا ذکر لوگوں کے لئے بڑا دلچسپ اور مقبول ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم سب کو اجر وثواب سے نوازے اور ہماری یہ خدمت قبول فرمائے۔

عبدالمنعم الهاشمی

کویت۔ ۱/۵/۱۹۹۸ء



حضرت نوح علیہ السلام

﴿حضرت نوح علیہ السلام﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

﴿فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ (المؤمنون:۲۷)

''پس ہم نے ان کے پاس حکم بھیجا کہ تم کشتی تیار کرلو ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے پھر جس وقت ہمارا حکم آ پہنچے اور (علامت اس کی یہ ہے کہ) زمین سے پانی ابلنا شروع ہوتو (اس وقت) ہر قسم (کے جانوروں) میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو دو عدد اس (کشتی) میں داخل کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی (سوار کرلو) باستثناء اس کے جس پر ان میں سے (غرق ہونیکا) حکم نافذ ہو چکا ہے اور (یہ سُن لو کہ) مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارے میں کچھ گفتگو مت کرنا کیونکہ وہ سب غرق کیے جائیں گے''۔

نوح علیہ السلام کس قوم کی طرف مبعوث ہوئے؟

ہر نبی اور پیغمبر کسی نہ کسی قوم کی جانب مبعوث ہوئے ہیں' چنانچہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف' صالح علیہ السلام قومِ ثمود کی طرف' ہود علیہ السلام قومِ عاد کی جانب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی طرف بلکہ سارے جہاں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے' اسی طرح نوح علیہ السلام کس قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے؟؟

جاننا چاہیے کہ حضرت نوح علیہ السلام قابیل بن آدم اور شیث بن آدم کی اولاد کی جانب مبعوث ہوئے (۱)۔

(۱) العرائس للثعلبی ص۴۶۔۴۷

مفسرین نے اس کے متعلق بیان کیا ہے، مفسرین کہتے ہیں: آدم علیہ السلام کی اولاد کے دو قبیلے یا دو طرح کی نسلیں تھیں، ایک نسل تو وہ تھی جو سرسبز وادیوں اور ہموار زمین میں رہتی تھی اور جبکہ دوسری نسل پہاڑوں میں سکونت پذیر تھی، جو قبیلہ پہاڑوں میں رہتا تھا اس کے مرد بڑے حسین وجمیل تھے اور عورتیں بدشکل اور بدصورت تھیں، اس قبیلہ کے مرد، عورتوں سے زیادہ خوبصورت تھے، اور جو قبیلہ سرسبز وادیوں اور ہموار زمین میں سکونت پذیر تھا اس کا حال برعکس تھا یعنی اس کی عورتیں ایسی جمیل وحسین تھیں کہ کوئی آدمی ان کے حسن کی وجہ سے انہیں غور سے نہیں دیکھ سکتا تھا، اور مردوں کا حال اس کے برخلاف تھا یعنی اس قبیلہ کے مرد حضرات ایسے بدشکل اور بدصورت واقع ہوئے تھے کہ وہ حسین عورتیں ان کے ساتھ ان کی بدشکلی کی وجہ سے رہن سہن پسند نہیں کرتی تھیں۔

چنانچہ ابلیس نے اس عجیب فرق سے ناجائز فائدہ اٹھایا، ابلیس کا ارادہ ہوا کہ کیوں نہ ان کا آپس میں اختلاط پیدا کر کے ان کے اندر بے حیائی پھیلا دی جائے، چنانچہ وہ ابلیس ہموار زمین میں بسنے والوں میں سے ایک شخص کے پاس مزدور کی شکل میں آیا، تاکہ اس کے باغ اور کھیت میں کام کرے، اس آدمی نے اس کو مزدور رکھ لیا اور اس کو اپنا ملازم بنالیا، ایک دن وہ ابلیس ایک باجا لے آیا جس سے ایسی آواز نکلتی تھی جیسی چرواہوں کے باجوں کی آواز ہوتی ہے، اور بلند آواز سے اس باجے کو بجانے لگا تاکہ پہاڑوں پر رہنے والی قوم بھی اس کی آواز کو سن کر آ پہنچے، چنانچہ جب انہوں نے یہ آواز سنی تو فوراً آ گئے، اور ایک مجمع لگالیا، پھر لوگوں نے ہر سال اس دن کو عید اور میلہ کا دن مقرر کرلیا، جس میں سرسبز وادیوں کی عورتیں بھی اپنے حسن وجمال کے ساتھ بن سنور کر آتیں، جنہیں پھر مرد حضرات دیکھتے، پہاڑوں پر رہنے اور بسنے والے لوگوں میں سے ایک آدمی یہ منظر دیکھ کر بے تابی کے ساتھ دوڑتا ہوا اپنے دوستوں کے پاس گیا اور وہاں کا سارا واقعہ بیان کیا چنانچہ وہ لوگ بھی ان کے ساتھ آکر شامل ہوگئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بڑی بے حیائی ظہور پذیر ہوگئی اور ابلیس اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا، اس نے آسمان پر قسم اٹھائی تھی کہ وہ صالحین اور مومنین کے سوا سب کو گمراہ کر کے چھوڑے گا، قابیل کی اولاد زیادہ ہوئی، گناہ

اور نافرمانی کے کام بھی ظاہر ہونے لگے اور زمین میں فساد بڑھنے لگا' ابلیس اور اس کے کارندے اپنا کام کرتے رہے' لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دیتے رہے اور لوگ بلا جھجک ان کی دعوت کو قبول کرتے رہے' حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کا دور ایمان اور فساد سے بھرا ہوا تھا' جو لوگ اس وقت ایمان کی دولت سے سرفراز تھے اور نیک وصالح تھے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: ودّ' یغوث' یعوق' سواع اور نسر' یہ قوم کے صلحاء اور مقتداء تھے' لوگ ان کی پیروی کیا کرتے تھے (۱)۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بچے ہوئے' بیس لڑکے اور بیس لڑکیاں' ان کی اولاد میں سے جو زندہ رہے وہ ہابیل' قابیل اور ودّ تھے' ودّ کو شیث بھی کہا جاتا تھا' نیز ان کو ھبۃ اللہ بھی کہا جاتا تھا' بھائیوں نے ودّ کو اپنا رئیس اور سردار بنا رکھا تھا' ودّ کے ہاں پھر سواع' یعوق' یغوث اور نسر نامی بچے پیدا ہوئے' جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ ''ودّ'' بڑے نیک وصالح آدمی تھے' اپنی قوم کے بڑے محبوب تھے' لہذا جب ان کی وفات ہوئی تو لوگ ان کی قبر کے اردگرد حلقہ بنا کر بیٹھ گئے' ان کی قبر بابل کی زمین میں تھی' لوگوں کو ان کی وفات پر شدید صدمہ پہنچا' اور تسلسل کے ساتھ ان کی قبر کی زیارت کو آنے لگے' ابلیس نے جب ان کی یہ حالت دیکھی کہ لوگ بڑی جزع فزع کے عالم میں مبتلا ہیں تو اس نے چاہا کہ کیوں نہ ان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا جائے! چنانچہ وہ انسانی صورت میں ان کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں اس شخص کی وفات پر بے حد صدمہ پہنچا ہے' تم کہو تو میں ان جیسی صورت تمہارے لئے بنا دوں جو پھر تمہاری مجلس میں رہے جسے دیکھ کر تم ان کو یاد کیا کرو؟۔

لوگوں نے کہا: ہاں ٹھیک ہے... ! چنانچہ ابلیس نے ''ودّ'' جیسا ایک بُت بنایا لوگوں نے اس بُت کو اپنی مجلس میں رکھ لیا' لوگ اس بُت کو مقدس سمجھنے لگے اور صبح وشام اس کو یاد کرتے' جب ابلیس نے ان کی یہ حالت دیکھی اور ان کی گمراہی سے کچھ مطمئن ہوا تو ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے ان کے عقیدوں کو خراب کرنے کے لئے کہنے لگا:

(۱) تفسیر ابن کثیر' سورۃ نوح: ۷۱ ص ۴۲۶ - ج ٤

کیا تمہارے ہر گھر کے اندر ان کی طرح کی ایک مورتی نہ بنادوں؟ وہ مورتی جب ہر ایک کے گھر میں ہوگی تو تم اسے دیکھ کر ان کو یاد کرلیا کرو گے اور اس کی پوجا کرلیا کرو گے؟ لوگوں نے کہا: ہاں بالکل ٹھیک ہے! چنانچہ پھر شیطانِ لعین نے ہر گھر کے لئے ودّ کی طرح کی ایک مورتی بنائی' لوگ ان مورتیوں اور بتوں کی طرف خوب متوجہ ہوگئے جو بظاہر ایک صالح شخص ''ودّ'' کے نام سے منسوب تھے جب اگلی نسل آئی اور انہوں نے اپنے باپ دادا کو یہ کام کرتے دیکھا تو وہ بھی اپنے باپ دادا کی تقلید میں ان مورتیوں کی پوجا پاٹ کرنے لگے' نسل در نسل اتسلسل کے ساتھ بت پرستی شروع ہوگئی انہوں نے نیک و صالح شخص ''ودّ'' کی اصل شخصیت کو یکسر فراموش کردیا' اب انہوں نے ان کو ایک بُت بنالیا جس کی پوجا کی جاتی تھی' گویا اس طرح ابلیس کے لئے ایک صالح آدمی کے نام کو کفر اور بت پرستی کی شکل میں تبدیل کرنا ممکن ہوگیا۔

چنانچہ یہ ''ودّ'' پہلے شخص ہیں جن کی اللہ کو چھوڑ کر پوجا کی گئی' پہلا بت جس کی غیر اللہ کی صورت میں پوجا کی گئی وہ ودّ تھے۔ (۱)

ابلیس نے ان بتوں کے ذریعہ بہت سی امتوں کو راہِ راست سے ہٹادیا' اور کئی قرون تک بت پرستی کا یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ اسلام سے پہلے کا دورِ جاہلیت آ گیا۔

مفسرین کہتے ہیں (۲): جو بُت قومِ نوح میں تھے وہی اس کے بعد عرب کے اندر آ پہنچے' مثلاً ''ودّ'' دومۃ الجندل میں بنی کلاب کا بُت تھا' ''سواع'' قبیلہ ھذیل کا بُت تھا' ''یغوث'' قبیلہ مراد پھر مقامِ جرف میں بنی غطیف کا بُت تھا' اور ''یعوق'' ہمدان کا اور ''نسر'' آلِ ذی کلاع کے قبیلہ حمیر کا بُت تھا' یہ سارے قدیم عرب قبائل ہیں' یہ نیک لوگوں کے قدیم اسماء ہیں جو نوح علیہ السلام سے قبل اس زمین پر آباد تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان دس قرنوں کا عرصہ تھا' سب کے سب دینِ حق پر قائم تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا: قرآنِ پاک میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) قصص الانبیاء از ابن کثیرؒ ۔(۲) تفسیر ابن کثیر ص: ۴۲۶' ج: ۴ عن ابن عباسؓ

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ (البقرۃ:۲۱۳)

''(ایک زمانہ میں) سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے''۔

یعنی ایک دور وہ تھا کہ جب سب لوگ ہدایت پر تھے پھر ان میں اختلاف ہوا' شیطان نے ان کے سامنے بت پرستی کا عمل پسندیدہ بنا کر پیش کیا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بشیر ونذیر بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا' چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام پہلے پیغمبر تھے جو عالم کی طرف مبعوث ہوئے۔

سینکڑوں سال کی دعوت وتبلیغ

جب قوم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی' شراب نوشی اور دیگر برائیوں کے ارتکاب کی ٹھان لی اور اطاعتِ خداوندی سے روگردانی جاری رکھی تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی طرف نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا' بعثت کے وقت ان کی عمر ایک قول کے مطابق تین سو پچاس سال کی تھی اور ایک قول کے مطابق چار سو اسی سال کی تھی' چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نو سو پچاس سال اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے رہے' بعد ازاں تین سو پچاس سال زندہ رہے' بعض کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے اپنے دورِ نبوت میں قوم کو ایک سو بیس سال توحید کی دعوت دی' جب کشتی پر سوار ہوئے تھے اس وقت ان کی عمر چھ سو سال تھی' اس کے بعد تین سو پچاس سال زندہ رہے[1]۔

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ارشادِ عالی کے مطابق اپنی قوم میں نو سو پچاس سال قیام پذیر رہے' لوگوں کو سراً اور جہراً دعوت الی اللہ دیتے رہے' دعوت وتبلیغ کا سلسلہ صدی درصدی چلتا رہا مگر قوم ان کی دعوت پر لبیک کہنے کو تیار نہ ہوئی' اسی حال میں تین صدیاں گزر گئیں' نوح علیہ السلام ان کو ہر طرح سے دعوتِ توحید دیتے رہے لیکن قوم اپنی سابقہ حالت پر قائم رہی' قوم حضرتِ نوح علیہ السلام کی دعوت الی التوحید کو نہ سنتی تھی اور نہ اس کو قبول کرتی تھی' جب بھی نوح علیہ السلام ان کو توحید کی طرف دعوت دیتے قوم ان پر

(۱) تاریخ الطبری ۱/۱۸۰ (ط) احیاء التراث' بیروت۔

ٹوٹ پڑتی اوران کا گلا گھونٹ دیتی' حتّیٰ کہ نوح علیہ السلام بے ہوش ہو جاتے اور غشی کھا کر زمین پر گر پڑتے' جب ہوش آتا تو زبان پر یہ کلمات ہوتے۔

''اللّٰھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون''

''اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دینا' یہ میرے مرتبہ سے واقف نہیں''

یہ سلسلۂ دعوت و تکلیف سینکڑوں سال برابر جاری رہا' بعض کہتے ہیں (۱)۔ نوح علیہ السلام اپنی قوم کی طرف سے اس قدر پیٹے جاتے کہ آپ لاغر' کمزور اور بے جان ہو جاتے اور کپڑوں میں لپیٹ دیئے جاتے' گویا کہ وفات پا گئے ہوں' لوگ یہی سمجھتے کہ آپ فوت ہو چکے ہیں' جب باہوش ہوتے تو دوبارہ ان کو توحید کی دعوت دینا شروع کر دیتے' حضرت نوح علیہ السلام بار بار اپنی قوم کو دعوت الی التوحید دیتے رہے' حتی کہ باپ اپنے بیٹوں سے یہ کہتے کہ دیکھو یہ نوح (علیہ السلام) ہمارے آباء و اجداد کے ساتھ رہے ہیں۔ یہ شخص دیوانہ ہے' ہمارے باپ دادوں نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا لہذا ہم بھی اس کی دعوت کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ ایک دن ایک آدمی آیا اس کے ہمراہ اس کا بیٹا بھی تھا' وہ ادھیڑ عمر ہونے کی وجہ سے لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا' اس نے نوح علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو کہا: بیٹے! اس بوڑھے کو دیکھو! اس سے بچ کر رہنا' کہیں یہ تمہیں دھوکہ نہ دے دے'(۲) بیٹے نے اپنے باپ سے کہا: ابا جان! یہ اپنی لاٹھی تو مجھے دینا جس کے سہارے آپ چلتے ہیں' بوڑھے باپ نے اپنے بیٹے کو وہ لاٹھی جس پر ٹیک لگا کر وہ چلتا تھا' دیدی' اور خود زمین پر بیٹھ گیا' چنانچہ بیٹا نوح علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کو اس لاٹھی سے مارا (۳)۔ لیکن نوح علیہ السلام ان حالات کے باوجود مایوس نہیں ہوئے اور اپنی قوم کو سینکڑوں سال دعوت الی اللہ دیتے رہے' مگر یہ دعوت بے فائدہ رہی' حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس امر کی دعوت دی کہ اللہ' وحدہ لاشریک ہیں'

(۱) العرائس للثعلبی ص ۴۷۔ (۲) ایضا) (۳) قصص الانبیاء' ابن کثیر ص: ۶۵ (ط) مصر: مکتبۃ الایمان' المنصورۃ۔

اس کے ساتھ کسی اور بُت کو' کسی مورتی کو اور کسی طاغوتی چیز کو ہرگز نہ پکارو' اس کی وحدانیت کا اعتراف کرو' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کے سوا تمہارا کوئی رب نہیں' نوح علیہ السلام نے ان کو اس طرح کہا:

﴿ اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ ۭ اِنِّىْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾

''تم اللہ کے عبادت کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' بے شک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے''۔

نیز کہا:

﴿اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴾

''اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' بے شک مجھے تم پر دردناک دن کے عذاب کا اندیشہ ہے''

اپنی قوم سے مزید کہا:

﴿يٰقَوْمِ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ﴾

''اے میری قوم! بے شک میں تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میرا کہنا مانو''

آپ جانتے ہیں کہ جب نوح علیہ السلام نے ان کو دن و رات' علانیہ اور خفیہ ترغیب و ترہیب کے انداز میں' غرضیکہ ہر طرح سے دعوت دی تو انہوں نے آپ کو کیا جواب دیا' دعوت کا کوئی طریقہ کارگر ثابت نہ ہوا' قوم کی اکثریت بت پرستی' طغیان و سرکشی اور گمراھی پر برابر قائم رہی' انہوں نے ہر لمحہ ان سے عداوت اور دشمنی ہی رکھی' ان کا مذاق اڑایا اور بے وقاری کی۔ قوم نے ان سے یہاں تک کہہ دیا:

﴿اِنَّا لَنَرٰكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (الاعراف:٦٠)

''ہم تم کو صریح غلطی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں''

نوح علیہ السلام نے ان کو جواب دیا:

﴿یٰقَوۡمِ لَیۡسَ بِیۡ ضَلٰلَۃٌ وَّلٰکِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ (الاعراف:۶۱)

''اے میری قوم مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں لیکن میں پروردگارِ عالم کا رسول ہوں''

یعنی جیسے تم میرے گمراہ ہونے کا خیال کرتے ہو میں ویسا نہیں ہوں' میں تو اپنے رب العالمین کی طرف سے سیدھے راستہ پر ہوں اور اس کا رسول ہوں' یعنی اس ذات کا مبعوث ہوں جس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کے لئے کہتا ہے کہ ہوجا سو وہ ہوجاتی ہے' پھر نوح علیہ السلام نے ان سے کہا:

﴿اُبَلِّغُکُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّیۡ وَاَنۡصَحُ لَکُمۡ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ (الاعراف:۶۲)

''میں تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں''۔

دیکھئے! نوح علیہ السلام نے ان کی باتوں کا جواب کیسی ذکاوت و بلاغت اور بحث و جھگڑے میں پڑے بغیر تشفی بخش صورت میں دیا' مگر قوم نے ان کو یہ جواب دیا:

﴿مَانَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثۡلَنَا وَمَا نَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیۡنَ ھُمۡ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاۡیِ ۚ وَمَا نَرٰی لَکُمۡ عَلَیۡنَا مِنۡ فَضۡلٍ ۢ بَلۡ نَظُنُّکُمۡ کٰذِبِیۡنَ﴾ (ھود:۲۷)

''ہم تو تم کو اپنا ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں' اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انہی لوگوں نے کیا ہے جو ہم (لوگوں) میں بالکل رذیل ہیں

(جن کی عقل اکثر خفیف ہوتی ہے پھر) وہ (اتباع) بھی محض سر
سری رائے سے ہے' اور ہم تم لوگوں میں کوئی بات اپنے سے زیادہ
بھی نہیں پاتے بلکہ ہم تم کو (بالکل) جھوٹا سمجھتے ہیں''

قومِ نوح ؑ کو اس بات پر تعجب ہوا کہ نوح بشر ہو کر اللہ کا رسول ہو' انہوں نے نوح علیہ السلام کے پیروکاروں کی بھی تنقیص کر دی' ان کے متعلق یہ کہا کہ وہ تو ہم میں رذیل' گھٹیا اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے کمتر ہیں' جب کہ ہم ان سے مال و دولت اور حسب ونسب کے اعتبار سے بہت افضل ہیں' اس لئے قوم نے یہ کہا: اے نوح! تمہارے ماننے والے تو فقیر' رذیل اور کمترین ہیں' انہوں نے بے سوچے سمجھے اور غور وفکر کئے بغیر تمہاری دعوت کو قبول کر لیا ہے' حالانکہ یہ کفار اس بات کو بھول گئے کہ حق بات کسی نظر وفکر کی محتاج نہیں ہوا کرتی۔

بس نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں پر اعتراض کرنے لگے اور ان سے لڑنے جھگڑنے لگے' کہنے لگے:

﴿وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ﴾

''مطلب یہ ہے کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد ہمیں تو کوئی
فضیلت اپنے سے زیادہ نظر نہیں آئی''

انہوں نے نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں پر جھوٹے ہونے کی بھی تہمت لگا دی' کہنے لگے:

﴿بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ﴾

''بلکہ ہم تم کو (باطل) جھوٹا سمجھتے ہیں''

جب معاملہ اس حد تک پہنچ گیا تو نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ میں اپنے دعوی میں سچا ہوں' میں تم پر کوئی الزام نہیں لگا تا یا تمہیں کسی چیز پر مجبور نہیں کرتا' اور میں تم سے اپنی اس دعوت کا کوئی اجر یا بدلہ لینا نہیں چاہتا' اگر میں اس دعوت کا اجر طلب

کروں بھی تو اس اللہ سے کروں گا جس کا اجر وثواب ان چیزوں سے بدر جہا افضل اور بہتر ہے جو تمہارے پاس ہیں یا جو تم مجھ کو دو گے' رہے یہ لوگ جن کو تم حقیر ورذیل خیال کرتے ہو میں ان کو ہرگز اپنے سے دور نہیں کروں گا' یہ لوگ تو پروردگارِ عالم پر ایمان لے آئے ہیں' خواہ تم کچھ بھی کرلو' حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

﴿اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَ اٰتٰنِىْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ﴾ (ھود:۲۸)

''بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں (جس سے میری نبوت ثابت ہوتی ہے) اور اس نے مجھ کو اپنے پاس سے رحمت (نبوت) عطا فرمائی ہو پھر وہ (نبوت یا اس کی حجت) تم کو نہ سوجھتی ہو تو (میں کیا کروں مجبور ہوں) کیا ہم (اس دعوی یا دلیل) کو تمہارے گلے مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ''

نیز ان سے کہا:

﴿وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ط اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾ (ھود:۲۹)

''اے میری قوم میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ مال نہیں مانگتا' میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے''

ان سے مزید کہا:

﴿وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ﴾ (ھود:۲۹)

''اور میں تو ان ایمان والوں کو نکالتا نہیں (کیونکہ) یہ لوگ اپنے

رب کے پاس (عزت و مقبولیت کے ساتھ) جانے والے ہیں
لیکن واقعی میں تم کو دیکھتا ہوں کہ (خواہ مخواہ کی) جہالت کررہے
ہو (اور بے ڈھنگی باتیں کررہے ہو)''

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے مابین جدال کا زمانہ طویل ہوگیا' جب بھی ان کی ایک نسل ختم ہونے لگتی تو وہ بعد والی نسل کو یہ وصیت کرجاتی کہ نوح (علیہ السلام) پر ایمان نہ لانا ان کی مخالفت کرتے رہنا اور ان سے لڑائی جاری رکھنا' جب کسی کا بیٹا عاقل بالغ ہوجاتا' باپ اس کو یہ وصیت کرتا کہ دیکھنا جب تک زندہ ہو اس نوح (علیہ السلام) کا کہنا نہ ماننا اور ان پر ہرگز ایمان نہ لانا' بالآخر قوم نے تنگ آکر یہ کہا:

﴿ینُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا------﴾ (ھود:۳۲)

''اے نوح! تم ہم سے بحث کرچکے پھر بحث بھی بہت کرچکے سو
(اب ہم بحث وحث نہیں کرتے) جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا
کرتے ہو (کہ عذاب آجائے گا) وہ ہمارے سامنے لے آؤ اگر تم
سچے ہو''

قوم حضرت نوح علیہ السلام سے اس خیال سے معجزات کا مطالبہ کرنے لگی کہ نوح (علیہ السلام) کبھی بھی کوئی معجزہ نہیں دکھا سکیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے ان کے لئے آخری جواب یہ آیا:

﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (ھود:۳۴)

''اور میری خیرخواہی تمہارے کام نہیں آسکتی گو میں تمہاری کیسی ہی
خیرخواہی کرنا چاہوں جب کہ اللہ ہی کو تمہارا گمراہ کرنا منظور ہو وہی
تمہارا مالک اور اسی کے پاس تم کو جانا ہے''۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی یہ تاکید آگئی کہ اب ان لوگوں کو آپ کی نصیحت کارگر نہیں

ہوگی' جوایمان لا چکے ہیں بس وہی مومن رہیں گے مزید کوئی شخص ایمان قبول نہیں کرے گا' اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ﴾ (ھود.۳٦)

''اور نوحؑ کے پاس وحی بھیجی گئی کہ سوا ان کے جو (اس وقت تک) ایمان لا چکے ہیں اور کوئی (نیا) شخص تمہاری قوم میں سے ایمان نہ لائے گا' سو جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو''

پھر کیا تھا' حضرت نوح علیہ السلام مزید حکمِ الٰہی کا انتظار کرنے لگے۔

معجزہ کبریٰ کا ظہور:

حضرت نوح علیہ السلام اور ربّ تعالیٰ کے درمیان ایک خوبصورت گفتگو کی صورت میں معجزہ کبریٰ کے ظہور کا آغاز ہوتا ہے' نوح علیہ السلام کی گفتگو ایک مکمل تقریر کی طرح تھی جو ان کی ذمہ داریوں سے متعلق تھی' یہ باھمی خوبصورت اور ذی شان گفتگو یوں ہوئی:

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا (٥) فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا (٦) وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (٧) ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا (٨) ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا (٩) فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا (١٠) یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا﴾ (نوح:۵۔۱۱)

''نوحؑ نے (حق تعالیٰ سے) دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں

نے اپنی قوم کو رات کو بھی اور دن کو بھی (دینِ حق کی طرف) بلایا سو میرے بلانے پر (دین سے) اور زیادہ بھاگتے رہے اور میں نے جب کبھی ان کو (دین حق کی طرف) بلایا تا کہ (ان کے ایمان کے سبب) آپ ان کو بخش دیں تو ان لوگوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں (تا کہ حق بات کو سنیں بھی نہیں) اور (نیز زیادتِی کراہت سے) اپنے کپڑے (اپنے اوپر) لپیٹ لئے اور اصرار کیا اور (میری اطاعت سے) غایت درجہ کا تکبر کیا' پھر (بھی) میں نے ان کو باآواز بلند بلایا پھر میں نے ان کو (خطاب خاص کے طور پر) علانیہ بھی سمجھایا اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا اور (اس سمجھانے میں) میں نے (ان سے یہ) کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا''

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو دینِ حق کی طرف دعوت دیتے رہے اور ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت بٹھاتے رہے' اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ان کے سامنے بیان کرتے رہے' مگر دعوتِ نوحؑ کی قبولیت کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی' قومِ نوحؑ کی ضلالت اور بڑھ گئی' ان کا فساد' جدال' اور خباثت شدید ہوگئی' اور ان کے اس احساس میں مزید ترقی ہوگئی کہ ہم نوح (علیہ السلام) سے زیادہ علم وفہم رکھنے والے ہیں' ان حالات کے پیشِ نظر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی سینکڑوں سالہ تبلیغی محنت اور کئی نسلوں کی اذیتوں پر صبر کے نتائج اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے اور یہ دُعا کی اے اللہ! اس قوم کو ہلاک وتباہ فرمادے تا کہ یہ قوم مزید زمین میں فساد برپا نہ کر سکے اور دوسروں کو بھی گمراہی کے گڑھے میں نہ ڈال سکے' چنانچہ نوح علیہ السلام نے یہ دُعا فرمائی:

﴿وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

دَیَّارًا○ اِنَّکَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا﴾ (نوح:۲۶'۲۷)

''اورنوح (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ کیونکہ اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دینگے تو یہ لوگ آپ کے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور (آگے بھی) ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی''

بالآخر اللہ کا وہ حکم آ گیا جو اپنے اندر عظیم معجزات کو چھپائے ہوئے تھا' اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا:

﴿وَاصۡنَعِ الۡفُلۡکَ بِاَعۡیُنِنَا وَوَحۡیِنَا﴾ (ھود:۳۷)

''اورتم (اس طوفان سے بچنے کے لئے) ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کرلو''

نوح علیہ السلام نے کہا ہوگا کہ پروردگار! کشتی کیا چیز ہے؟ پروردگار نے ان کو بتایا ہوگا کہ کشتی لکڑی کا ایک گھر سا ہوتا ہے جو پھر پانی کے اوپر چلے گی تا کہ نافرمانوں کو غرقاب کر کے اپنی زمین کو ان سے سکون دلاؤں' نوح علیہ السلام نے پانی کے بارے میں بھی پوچھا ہوگا' بہرحال نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے کا بخوبی علم رکھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے لکڑی کے متعلق سوال کیا تو پروردگار نے ان کو ساگون درخت لگانے کا حکم دیا جس کی شاخیں' جڑیں اور لکڑی بہت زیادہ ہوتی ہے' حضرت نوح علیہ السلام شجر کاری کرتے رہے' کرتے رہے' چالیس سال تک انتظار کیا' یہاں تک کہ درختوں کے کئی زبردست جنگل بن گئے' ان سالوں میں نوح علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دینے میں توقف کیا' یعنی قوم کو اس عرصہ میں توحید وعبادت کی دعوت نہیں دی' اللہ تعالیٰ نے ان کی عورتوں کو بانجھ کردیا' اب کوئی ولد ان کے ہاں متولد نہیں ہوتا تھا' بہرحال جب درختوں کی کثرت ہوگئی تو پھر پروردگارِ عالم نے ان کو درختوں

کے کاٹنے کا حکم دیا' چنانچہ نوح علیہ السلام نے درختوں کو کاٹا پھر ان کو خشک کیا' بعد ازاں عرض کیا' پروردگار! اب یہ بتائیے کہ یہ گھر کیسے بناؤں' یعنی یہ کشتی کیسے تیار کروں؟ پروردگار نے فرمایا! اسے تین صورتوں میں تیار کرو' اس کا سر مرغ کے سر کی طرح ہو' اس کا پیٹ پرندے کے پیٹ کی طرح اور دُم مرغ کی دُم کی طرح بناؤ' اور اس بنانے میں بالکل مطابقت ہو' اور اس کشتی کے دروازے اس کی دونوں جانب بناؤ اور اس کے تین طبقات (درجے) بناؤ' اور اس کی لمبائی اسّی گز اور چوڑائی پچاس گز ہونی چاہئیے' اور آسمان کی طرف اس کی بلندی تیس گز ہو(۱)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا تاکہ وہ نوح علیہ السلام کو کشتی سازی کا فن سکھادیں' نوح علیہ السلام بڑے چاق و چوبند تھے' محنت پسند تھے' آپؑ لکڑی کاٹتے اور لوہے کو آگ پر گرم کرنے کے بعد کوٹتے' اور تارکول تیار کرتے تاکہ آئندہ کشتی کی لکڑیوں پر مَلنے کے کام آسکے پھر وہ لکڑی پانی سے خراب نہیں ہوگی' یہ عظیم جدو جہد اور زبردست قسم کا کام اکیلے نوح علیہ السلام سرانجام دیتے تھے' اور لوگوں کا حال یہ تھا کہ وہ ان کے پاس سے گزرتے رہتے' انہوں نے اس سے پہلے کبھی بڑھئی نہیں دیکھا تھا جو کشتیاں بناتا ہو' لوگ جب نوح علیہ السلام کے قریب سے گزرتے اور ان کو کشتی سازی میں مصروف دیکھتے تو ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے: اے نوحؑ! کیا بات ہے پیغمبری کے بعد اب بڑھئی بن گئے ہو؟ کبھی کہتے: اس دیوانہ کو نہیں دیکھتے ہو' پانی پر چلانے کے لئے گھر تیار کر رہا ہے' ان کی مراد کشتی تھی' پھر ان پر ہنستے۔ قرآنِ کریم میں اس واقعہ کی منظر کشی اس طرح کی گئی۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَيَصۡنَعُ الۡفُلۡكَ ۖ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيۡهِ مَلَاۡ مِّنۡ قَوۡمِهٖ سَخِرُوۡا مِنۡهُ﴾ (ھود:۳۸)

''اور وہ کشتی تیار کرنے لگے' اور (اثنائے تیاری میں) جب کبھی ان کی قوم میں سے کسی رئیس گروہ کا ان پر گزر ہوتا تو ان سے ہنسی کرتے''

(۱) یہ قول ثعلبی نے ''العرائس'' میں ذکر کیا ہے' نیز کہا ہے کہ یہ اہلِ کتاب کا قول ہے ص: ۴۷'۴۸

یعنی قوم جب ان کو کشتی سازی میں مصروف دیکھتی تو ان سے استہزاء کرتی اور عذاب خداوندی کے واقع ہونے کو بعید از عقل خیال کرتی۔ نوح علیہ السلام ان کو جواب میں یوں کہتے:

﴿قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ﴾ (ھود:۳۸)

''آپ فرماتے کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا تم ہم پر ہنستے ہو''

حضرت نوح علیہ السلام نے ان پر واضح کر دیا کہ اگر تمہارا کفر پر اصرار اور بغض وعناد اور استہزاء و مذاق برقرار رہا تو اللہ کا عذاب لازمی طور پر یقیناً آ جائے گا۔
نوح علیہ السلام نے اپنے اس قول سے وقوعِ عذاب کی تاکید فرمائی:

﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لا مَنْ يَاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴾ (ھود:۳۹)

''سو ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور (بعد مرگ) اس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے''(۱)

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ میرا غصہ نافرمانوں پر بڑھتا جا رہا ہے، کشتی جلدی سے جلدی تیار کرو، کشتی سازی کا عمل جلدی ختم کرو، نوح علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کچھ کام کرنے والے لوگ مزدوری پر رکھے جو ان کے ساتھ مل کر کشتی تیار کرتے رہے، آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے سام، حام اور یافث بھی لکڑیاں تراشتے رہے بالآخر نوح علیہ السلام نے چھ سو ساٹھ گز طویل اور تین سو تیس گز عریض کشتی بنالی، جس کی بلندی تینتیس (۳۳) گز تھی، اللہ تعالیٰ نے کشتی کے پاس ہی سنے تارکول کا چشمہ جاری

(۱) قصص الانبیاء لابن کثیر ص ۱۸۰ (ط) الایمان۔ مصر۔ المنصورۃ۔

کر دیا' چنانچہ نوح علیہ السلام نے اس کشتی کے اندر اور باہر وہ تارکول مل دیا' اور اسے لوہے کے کیلوں سے مضبوط کر دیا' ساری کشتی کو تارکول مل دیا' لوہے کے ان کیلوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانِ عالی ہے:

﴿وَحَمَلْنٰهُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ﴾ (القمر:۱۳)

''اور ہم نے نوحؑ کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کیا''

حضرت عیسیٰ بن مریمؑ بحکمِ الٰہی مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے' ایک دن ان کے حواریوں نے ان سے کہا: اگر آپ ہمارے سامنے ایسا کوئی شخص جس نے کشتیِ نوحؑ کو دیکھا ہو زندہ کر دیں پھر وہ ہمیں اس کشتی کے متعلق کچھ بتائے تو بہت بہتر ہو: چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام چلے' آپ کے پیچھے پیچھے ان کے حواری تھے۔ حضرت عیسیٰؑ چلتے چلتے مٹی کے ایک ٹیلہ کے پاس پہنچے' اس سے مشت بھر مٹی لی' اور فرمایا: جانتے ہو یہ مٹی کس کی ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں!! عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ حام بن نوحؑ کی قبر ہے۔

چنانچہ آپ نے اس مٹی پر اپنا عصا مارا اور کہا: اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ' تو اچانک ایک شخص اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے کھڑا ہو گیا' وہ بہت بوڑھا تھا اور اس کے بال سفید تھے' عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا' کیا تم اسی حالت میں فوت ہوئے تھے؟ حام بن نوحؑ نے کہا: نہیں' بلکہ میں جوانی کی حالت میں فوت ہوا تھا' لیکن اب میں نے سمجھا کہ شاید قیامت قائم ہو گئی ہے اس لئے خوف سے میں بوڑھا ہو گیا۔

عیسیٰؑ نے اس سے فرمایا: ذرا نوحؑ کی کشتی کے متعلق بتاؤ؟ اس نے کہا: اس کشتی کی لمبائی بارہ سو گز تھی اور چوڑائی چھ سو گز' اس کشتی میں تین درجات تھے' ایک درجہ میں جانور اور چوپائے' ایک میں انسان اور ایک میں پرندے تھے' پھر جب جانوروں کی لید (کشتی کے اندر) بہت زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کے پاس یہ وحی بھیجی کہ ہاتھی کی دُم دباؤ' جب انہوں نے دبائی تو اس سے ایک نر خنزیر اور ایک مادہ خنزیر نکلی' وہ دونوں

جانوروں کی لید کو صاف کرنے لگے۔(۱)

اور تنور سے پانی ابل پڑا

ہم قصۂ نوحؑ کی طرف عود کرتے ہیں، جب نوح علیہ السلام کشتی کی تیاری سے فارغ ہو گئے، اور کشتی کو مکمل طور پر تیار کر لیا تو اب صرف ایک ایسے بحر کی ایجاد باقی رہ گئی جس پر وہ کشتی چل سکے تاکہ خدا کی زمین کفر کی گندگی سے پاک وصاف ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے اس عظیم وکریم حکم کی ابتداء کا وقت اور مقام متعین کر دیا، پس ایک تنور سے پانی نکلنا شروع ہوا، تنور سے پانی کا اُبلنا ہی درحقیقت اس معجزہ کبریٰ کے ظہور کا آغاز تھا جس نے ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، تنور سے پانی کا ابلنا دراصل اس راز کی علامت تھا، باقی رہی یہ بات کہ تنور سے پانی کس وقت نکلنا شروع ہوا تو اس کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ چند اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ طلوعِ فجر کے وقت ایسا ہوا، اور اس تنور کے بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ وہ روٹیاں بنانے کی جگہ تھی، اور وہ تنور یا بھٹی پتھر کی تھی، اور حضرت آدم علیہ السلام کی تھی، پھر وہ تنور حضرت نوح علیہ السلام کے پاس منتقل ہوا، نوح علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ جب آپ دیکھیں کہ پانی اس تنور سے ابلنا شروع ہو گیا ہے تو آپ اپنے اصحاب کے ہمراہ کشتی پر سوار ہو جائیے۔ پس جب تنور سے پانی نکلنا شروع ہو گیا تو حضرتِ نوح علیہ السلام کی بیوی کو اس کا علم ہوا تو اس نے نوحؑ کو بتایا کہ ''پانی تنور سے ابلنا شروع ہو گیا ہے''، بعض کہتے ہیں کہ یہ تنور کوفہ میں تھا جس سے پانی ابلنا شروع ہوا، بعض کہتے ہیں کہ یہ تنور ملک شام میں ''عین الورق'' مقام پر تھا، اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ تنور ملکِ ہند میں تھا(۲)۔

بہر حال جب نوحؑ کو تنور سے پانی نکلنے کا علم ہوا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ حقیقت میں قوم کی ہلاکت کا آغاز ہے، نیز تنور سے پانی کا ابل پڑنا ہلاکتِ قوم کے علاوہ ایک نبوی معجزہ کے ظہور کی ابتداء کی خبر دینا بھی تھا، یعنی اس حکمِ ربانی کا دو چیزوں سے تعلق تھا۔ پہلی

(۱) تاریخ الطبری عن ابن عباسؓ ۱۸۱/۱۔(ط) احیاء التراث (۲) یہ اقوال تاریخ الطبری ۱۸۲/۱، اور ''العرائس'' للثعلبی ص: ۴۸ پر مذکور ہیں۔

چیز یہ کہ نوحؑ کو جو بات بتائی گئی تھی یعنی تنور کا پانی ابلنا' اس کی ابتداء کی طرف اشارہ تھا' دوسری چیز وہ ہے جس کا اس آیتِ کریمہ میں ذکر ہے:

﴿قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۚ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ (ھود: ۴۰)

''ہم نے (نوح علیہ السلام سے) فرمایا کہ ہر قسم (کے جانوروں) میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اس (کشتی) میں چڑھالو اور اپنے گھر والوں کو بھی (چڑھالو) باستثناء اس کے جس پر (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہے اور (گھر والوں کے علاوہ) دوسرے ایمان والوں کو بھی اور بجز قلیل آدمیوں کے ان کے ساتھ کوئی ایمان نہ لایا تھا''

مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے چالیس دن و رات تک بارش برسائی' اس بارش کی وجہ سے سارے وحوش و طیور اور جانور چوپائے نوحؑ کے پاس آ گئے اور ان کے تابعِ فرمان ہو گئے' پھر حضرت نوحؑ نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہر قسم میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ کو اس کشتی میں سوار کیا' چنانچہ آپ نے تمام حیوانات اور پرندوں کو کشتی میں چڑھانا شروع کر دیا' سب سے آخر میں جو جانور سوار ہوا وہ گدھا تھا' جب وہ گدھا کشتی میں چڑھنے لگا تو ابلیس لعین نے اس کی دُم کو پکڑ لیا جس کی وجہ سے وہ اپنی ٹانگیں نہ اٹھا سکا' حضرت نوحؑ اس کو کہنے لگے: کشتی میں داخل ہو جاؤ' مگر وہ اٹھنے کی سکت نہ رکھ سکا' حتیٰ کہ بعض کہتے ہیں کہ نوحؑ نے کہا: تیرا ستیاناس ہو' کشتی کے اندر آ جاؤ اگرچہ شیطان تیرے ساتھ ہے۔ حضرت نوحؑ سے یہ کلمہ سبقت لسانی سے نکل گیا' بہرکیف جب نوحؑ نے یہ کہا تو شیطان نے اس گدھے کا راستہ چھوڑ دیا اور وہ گدھا کشتی میں داخل ہو گیا اور اس کے ساتھ شیطان بھی کشتی کے اندر آ گیا' نوحؑ نے اس شیطان سے کہا: اے خدا کے دشمن! تجھے کس

نے داخل کیا؟ شیطان نے کہا: کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ کشتی کے اندر آ جاؤ اگر چہ شیطان تیرے ساتھ ہے' نوحؑ نے فرمایا: اے دشمن خدا! چل کشتی سے باہر نکل ۔ شیطان نے کہا: میں نہیں نکلتا (۱)۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ شیطان پھر کشتی میں ہی رہا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس دوران سانپ اور بچھو بھی نوحؑ کے پاس آئے تھے اور انہوں نے یہ درخواست کی تھی کہ ہمیں بھی کشتی میں سوار کر لیجئے۔ نوحؑ نے فرمایا: نہیں! تم دونوں تکلیف و مضرت کا سبب ہو' میں تمہیں سوار نہیں کروں گا' انہوں نے کہا: نہیں' آپ ہمیں بھی کشتی میں سوار کر لیجئے' ہم آپ کو ضمانت دیتے ہیں کہ ہم کسی ایسے شخص کو ضرر و نقصان نہیں پہنچائیں گے جو آپ کا ذکر کرے گا' یہی وجہ ہے کہ جو شخص ان کی مضرت کا خوف رکھتا ہو یہ آیاتِ کریمہ پڑھ لے تو کبھی بھی ان کے ضرر و نقصان سے دوچار نہیں ہوگا' وہ آیات یہ ہیں:

﴿سَلٰمٌ عَلٰی نُوۡحٍ فِی الۡعٰلَمِیۡنَ (۷۹) اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ (۸۰) اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (۸۱)﴾

اور بعض کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے فرمایا: پروردگار! اس شیر اور گائے کا کیا کروں! اور بکری کے بچہ اور بھیڑیئے کو کیسے سوار کروں نیز کبوتر اور بلے کا کیا کروں (یعنی یہ جانور تو آپس میں دشمنی رکھتے ہیں ان کو کشتی میں کیسے سوار کروں)؟ اللہ تعالیٰ نے نوحؑ سے فرمایا: یہ بتاؤ! ان کے درمیان یہ عداوت کس نے ڈالی؟ نوحؑ نے عرض کیا: ربّ العالمین! آپ نے ہی ڈالی ہے' اللہ عزوجل نے فرمایا: لہٰذا میں ہی ان کے درمیان الفت ڈال دوں گا جس کی بناء پر یہ ایک دوسرے کو نقصان یا تکلیف نہیں پہنچائیں گے' چنانچہ نوحؑ نے پہلے طبقہ میں درندوں اور جانوروں کو سوار کر لیا' اللہ تعالیٰ نے شیر کو بخار میں مبتلا کر دیا اور اس کو دوسرے جانوروں اور گائے وغیرہ سے دور کر دیا' وہ پھر اپنے بخار میں ہی مصروف ہو گیا' اور جنگلی جانوروں کو کشتی کے دوسرے طبقہ میں رکھا' اور خود دوسرے انسانوں کے

---

(۱) دیکھیے: عرائس المجالس ص: ۴۹

ہمراہ اوپر والے طبقہ میں سوار ہو گئے' جبریلؑ زمین پر اترے اور کشتی میں ہر قسم کے جانوروں کے جوڑے جوڑے سوار کئے یعنی گائے اور بیل' ہاتھی اور ہتھنی' چڑا اور چڑیا' چیتا اور چیتے کی مادہ' بلاّ اور بلّی وغیرہ تمام مخلوقات کے نر و مادہ کو کشتی میں سوار کرلیا' نوحؑ نے کشتی سازی کے دوران جنگلی جانوروں کے لئے پنجرے بھی بنالئے تھے' جبریلؑ نے ہر ہر جوڑے کو آگے چلایا' تاکہ حیوانات اور طیور کی انواع کی بقاء کا تحفظ کیا جاسکے' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ طوفانِ نوح نے ساری زمین کو غرق کردیا تھا' ورنہ ان تمام حیوانات اور وحوش و طیور کو کشتی میں سوار کرنے کا کوئی معنی باقی نہیں رہتا' تمام جانور' درندے پرندے خواہ مانوس ہوں یا نامانوس سب کے سب اس کشتیِ نوحؑ میں چڑھے' جیسا کہ ابھی مذکور ہوا' اسی طرح وہ لوگ بھی کشتی میں سوار ہوئے جو نوحؑ پر ایمان لائے تھے' بعض کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کی تعداد اسّی تھی۔ مومنین کی تعداد بہت کم تھی' اس آیتِ کریمہ میں اس کی تاکید آئی ہے:

﴿وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ (هود:۴۰)

''اور اپنے گھر والوں کو بھی (چڑھالو) باستثناء اس کے جس پر (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہوچکا ہے اور (گھر والوں کے علاوہ) دوسرے ایمان والوں کو بھی اور بجز قلیل آدمیوں کے ان کے ساتھ کوئی ایمان نہ لایا تھا''

جب سارا کام مکمل ہوگیا اور کشتی زمین کے اوپر کھڑی ہوگئی تو نوحؑ اور ان کے اصحاب حکمِ خداوندی کا انتظار کرنے لگے' اللہ تعالیٰ نے تنور سے پانی کے نکلنے کو اس کی نشانی قرار دیا تھا اور حضرت نوحؑ سے فرما رکھا تھا کہ جب تم دیکھو کہ تنور سے پانی نکلنا شروع ہوگیا ہے تو اپنے اصحاب کے ہمراہ اس کشتی میں سوار ہوجانا' اور اس میں جانوروں کا جوڑا جوڑا بھی چڑھالینا۔ جیسا کہ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں:

﴿حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ (ھود:۴۰)

''یہاں تک کہ جب ہمارا حکم (عذاب کا قریب) آ پہنچا اور زمین میں سے پانی ابلنا شروع ہوا''

اللہ کا حکم آ پہنچا' یعنی عذابِ الٰہی آ گیا' ایک خوفناک طوفان آ پہنچا۔

نوحؑ کی بیوی نے ایمان قبول نہیں کیا تھا اس لئے وہ کشتی میں نہ چڑھی' حالانکہ وہ اپنے تمام بچوں' حام' سام' یافث اور یام' کی ماں تھی' اہلِ کتاب یام کو کنعان کہتے ہیں' یہی کنعان اس طوفان میں غرق ہوا' بعض علماء کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی بیوی طوفان برپا ہونے سے پہلے ہی موت کا شکار ہوگئی' اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بھی غرقاب ہونے والوں کے ساتھ ہی غرقیاب ہوگئی' زوجۂ نوحؑ اپنے کفر کے سبب ان لوگوں میں سے ہوگئی جن پر حکمِ خداوندی نافذ العمل ہو چکا تھا' سورۃ التحریم میں اسی کے متعلق یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

فرمانِ خداوندی ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ (۱۰)﴾ (التحریم:۱۰)

''اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے نوح (علیہ السلام) کی بی بی اور لوط (علیہ السلام) کی بی بی کا حال بیان فرماتا ہے وہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں سو ان عورتوں نے ان دونوں بندوں کا حق ضائع کیا تو وہ دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلہ میں ان کے ذرا کام نہ آ سکے اور ان دونوں عورتوں کو (بوجہ کافر ہونے کے) حکم ہوگیا کہ اور جانے والوں کے ساتھ تم بھی

دوزخ میں جاؤ‘‘

زبردست اور خوفناک طوفان کا آغاز ہوگیا‘ بڑا شدید طوفان۔

قرآنِ پاک میں طوفان کی کیفیت کا ذکر آیا ہے‘ وہ تنور پانی سے ابل پڑا جو نوح علیہ السلام کے گھر میں تھا‘ قرآنِ کریم اس طوفان کا ذکر کرتا ہے جو دعائے نوحؑ کے سبب پیش آیا‘ نوحؑ نے دُعا کی:

﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ (القمر:۱۰)

’’تو نوحؑ نے اپنے رب سے دُعا کی کہ میں درماندہ ہوں سو آپ (ان سے) انتقام لے لیجئے‘‘

اس دُعا کے بعد کیا ہوا؟ اللہ کے حکم سے خطرناک اور زبردست طوفان شروع ہوگیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا﴾ (القمر:۱۱‘۱۲)

’’پس ہم نے کثرت سے برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھولدیئے اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے‘‘

پھر کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایسی بارش برسائی کہ زمین پر ایسی بارش نہ پہلے کبھی ہوئی اور نہ اس کے بعد ایسی بارش کبھی ہوگی‘ آسمان ایسا ہوگیا جیسے مشکیزوں کے منہ کھول دیئے گئے ہوں‘ پھر اللہ نے زمین کو اُبل جانے کا حکم دیا چنانچہ زمین اپنے تمام اطراف سے اُبل پڑی‘ کنوؤں سے اور چشموں سے پانی بہنے لگا‘

اہلِ کتاب کے قول کے مطابق پانی کی سطح زمین پر موجود پہاڑوں کی چوٹی سے پندرہ گز بلند ہوگئی بعض کہتے ہیں کہ پانی کی سطح اسّی گز تھی۔ زمین کا طول وعرض‘ پہاڑ‘ جنگل غرضیکہ ساری کائنات ارضی پانی میں ڈوب گئی‘ روئے زمین پر کوئی بڑا چھوٹا چشمہ ایسا نہ تھا جو پانی نہ بہا رہا ہو‘ اس وقت کے لوگوں نے ہموار وکشادہ زمین اور پہاڑوں کو بھرا ہوا تھا‘

زمین کے ہر حصہ کا کوئی نہ کوئی مالک یا قابض ضرور تھا (۱)۔

پانی کی سطح زمین سے بلند ہونے لگی، زمین کا کوئی سوراخ ایسا نہ بچا جس سے پانی نہ نکلتا ہو، اور آسمان سے بھی اس قدر کثرت کے ساتھ بارش برسنے لگی کہ اس جیسی بارش زمین نے پہلے کبھی نہ دیکھی ہوگی، یہ بارش مسلسل جاری رہی، مزید جاری رہی حتی کہ گردوپیش کے ہموار علاقوں میں پانی کی سطح خطرناک حد تک پہنچ گئی، اور دریاؤں کی موجیں زمین کے خشک حصہ کو ہڑپ کرنے لگیں، پہلی مرتبہ سارا کرۂ ارض پانی میں غرق ہوگیا، اب یہ زمینی کرّہ نہیں رہا بلکہ آبی کرّہ بن گیا، اس لئے کہ طوفان نے ساری زمین کو ہی پانی میں غرق کردیا تھا، کوئی خشک جگہ تو باقی رہی ہی نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ طوفان ۱۳ اگست کو برپا ہوا (۲)۔

پانی میں زبردست طغیانی آئی اور دریاؤں کی موجیں خوفناک ترین سطح تک پہنچ گئیں۔

اللہ عزّ وجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَةِ (۱۱) لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ (۱۲)﴾ (الحاقۃ: ۱۱، ۱۲)

''ہم نے جب کہ (نوح علیہ السلام کے وقت میں) پانی کو طغیانی ہوئی تم کو کشتی میں سوار کیا (اور باقیوں کو غرق کردیا) تاکہ ہم اس معاملہ کو تمہارے لئے یادگار بنادیں اور یاد رکھنے والے کان اس کو یاد رکھیں''۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان کافر تھا، اور نوح علیہ السلام کو اس کے کفر کا علم اس وقت ہوا جب طوفان کا وقت آیا، نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو ضدی اور گنہگار مومن سمجھتے تھے جس نے پہاڑ کی پناہ میں آنا پسند کیا، موجوں کی بلندی نے باپ بیٹے کے درمیان بات چیت کا سلسلہ ختم کردیا، قرآنِ کریم میں ان کی باھمی گفتگو کا تذکرہ آتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) قصص الانبیاء لابن کثیر ص: ۷۳ (۲) تاریخ الطبری ۱/۱۸۹ (ط) المعارف

﴿وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۚ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ (٤٢) قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ(٤٣)﴾ (ھود:۴۲،۴۳)

''اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے (ایک سگے یا سوتیلے) بیٹے کو پکارا اور وہ علیحدہ مقام پر تھا' کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہوجا اور (عقیدے) میں کافروں کے ساتھ مت ہو وہ کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی (میں غرق ہونے) سے بچالے گا' نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں (نہ پہاڑ نہ کوئی اور چیز) لیکن جس پر وہی رحم کرے' اور دونوں (باپ بیٹوں) کے بیچ میں ایک موج حائل ہوگئی پس وہ (بھی مثل دوسرے سب کافروں کے) غرق ہوگیا''

جس وقت نوح علیہ السلام اور ان کے بیٹے کے درمیان وہ موج حائل ہوئی تو نوح علیہ السلام نے پروردگار سے التجاء کی' دراصل نوح علیہ السلام کو یقینی طور پر اس کا کافر ہونا معلوم نہ تھا' آپ جانتے ہی ہیں کہ نوح علیہ السلام نے اس وقت اپنے بیٹے کے بارے میں رب تعالیٰ سے کیا عرض کی تھی! اس دُعا والتجاء کو قرآن کی یہ آیت نقل کرتی ہے' نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا:

﴿وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ (ھود:۴۵)

''اور (جب) نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ اے

میرے رب میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا
وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین (اور بڑی قدرت
والے) ہیں''

مطلب یہ ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ عرض کرنا چاہا کہ میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا وعدہ ہے کہ میں تمہارے سب مومن گھر والوں کو نجات دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوح علیہ السلام کو جواب آیا تاکہ غرقاب ہونے والے اس بیٹے کی حقیقتِ حال منکشف ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ
صَالِحٍ ۚ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ
اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ (هود:۴۶)

''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوحؑ یہ شخص (ہمارے علم ازلی
میں) تمہارے (ان) گھر والوں میں نہیں (جو ایمان لاکر نجات
پائیں گے) اس کے کام ہیں خراب' سو مجھ سے ایسی (محتمل) چیز کی
درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں' میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم
(آیندہ) نادان نہ بن جاؤ''

بیٹا غرق ہوگیا' دوسرے سرکش کافر بھی غرق ہوئے' اب حالات معمول پر آنے لگے' یعنی زمین دوبارہ اپنی اصل حالت میں لوٹ آئی' ساری زمین کفر اور کفار سے بالکلیہ خالی ہوکر پاک صاف ہوگئی' اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین کو یہ حکم آیا:

﴿وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ﴾ (هود:۴۴)

''اور (جب کفار غرق ہو چکے تو) حکم ہوگیا کہ اے زمین اپنا پانی (جو
کہ تیری سطح پر موجود ہے) نگل جا''

پس وہ پانی جو چشموں سے زور سے ابل رہا تھا نکلنا بند ہوگیا۔

﴿وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِىْ﴾

''اور اے آسمان (برسنے سے) تھم جا''

چنانچہ آسمان سے پانی برسنا رک گیا۔ نیز فرمایا: (وَغِيْضَ الْمَآءُ) ''اور پانی گھٹ گیا'' یعنی پانی زمین میں واپس چلا گیا' اور نوح علیہ السلام کی کشتی زمین پر آٹھہری' سارے ظالم لوگ ہلاکت سے دوچار ہوئے' رب العزت نے نوح علیہ السلام سے فرمایا:

﴿يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (۴۸)

''(اے نوحؑ) زمین پر اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہوں گی اور ان جماعتوں پر کہ تمہارے ساتھ ہیں اور بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہوں گی کہ ہم ان کو (دنیا میں) چند روزہ عیش دیں گے پھر (آخرت میں) ان پر ہماری طرف سے سزائے سخت واقع ہوگی''

کشتیِ نوحؑ زمین پر ٹھہری' نوح علیہ السلام زمین پر اترے' تمام وحوش وطیور کو رہا کیا' پھر وہ ساری زمین میں پھیل گئے' نوح علیہ السلام کو زمین کے خشک ہونے کا علم اس وقت ہوا جب انہوں نے خبر گیری کے لئے ایک کوّے کو بھیجا' اس کوّے کو راہ میں کہیں کوئی مردار ملا وہ اس کے کھانے میں مشغول ہوگیا' اور نوح علیہ السلام سے بے پرواہ ہوگیا' ان کے پاس واپس نہیں گیا' جس پر نوحؑ نے اسے خوف کی بددعا دی' یہی وجہ ہے کہ وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا(۱)۔ پھر نوحؑ نے کبوتر کو بھیجا' چنانچہ وہ اڑا اور اس حال میں واپس لوٹا کہ اس کی چونچ کے ساتھ زیتون درخت کی ٹہنی اور پیروں کے ساتھ مٹی لگی ہوئی تھی' اس سے نوحؑ کو معلوم ہوگیا کہ زمین کی ساری جگہیں اب خشک ہوگئیں ہیں' اور اس کی گردن میں سبز رنگ کا ہار ڈال دیا جس کا نشان ہم بعض اوقات کبوتر کی گردن میں دیکھتے

(۱) العرائس ص: ۵۱۔

ہیں' اور اس کو یہ دُعا دی کہ وہ امن وامان اور مانوس ہو کر رہے' اسی لئے کبوتر گھروں سے مانوس ہوتا ہے' لوگ اس کو پالتے ہیں اور وہ ذرا بھی نہیں ڈرتا' اور لمبی مسافتیں طے کرنے کے بعد بھی واپس اپنے مالک کے پاس آجاتا ہے' یہ بھی نوحؑ کا معجزہ ہے' صرف وہ تنور جس سے پانی ابلا تھا' نوحؑ کا معجزہ نہیں تھا بلکہ نوحؑ کی ساڑھے نو سو سال کی ساری زندگی ہی معجزہ تھی' پھر نوحؑ کا کشتی بنانا اور اس کی تیاری میں درخت لگانا اور بیسیوں سال ان کی لکڑی کا انتظار کرنا یہ سب کچھ ان کے معجزات کا حصہ ہے' نیز مختلف قسم کے جانوروں' درندوں' چرندوں اور پرندوں کو لے کر کشتی میں سوار ہونا بھی آپ کا معجزہ ہے' پھر خطرناک طوفان کا برپا ہونا مستقل معجزہ ہے' پھر نوحؑ کا زمین پر اترنا یہ بھی ایک معجزہ ہے' یہ سب امور نوحؑ کے معجزات ہیں' نوحؑ کی زندگی کے محض واقعات نہیں ہیں۔

(اہم مراجع)

١ ـ عرائس المجالس للثعلبی ـ ٢ ـ تفسیر القرطبی' سورة المؤمنون' النجم' الحدید' التحریم' ق ' نوح' ھود' الانبیاء ـ ٣ ـ قصص الانبیاء لابن کثیرؒ ـ ٤ ـ قصص الانبیاء للنجار ـ ٥ ـ تاریخ الطبری ـ ٦ ـ البخاری و مسلم ـ ٧ ـ تفسیر ابن کثیر ـ



حضرت صالح علیہ السلام

﴿حضرت صالح علیہ السلام﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

﴿اِنَا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ (٢٧) وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ م بَيْنَهُمْ صلے كُلُّ شِرْبٍ مُحْتَضَرٌ (٢٨) فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ (٢٩) فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِى وَنُذُرِ (٣٠) اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ (٣١)﴾ (القمر: ۲۷۔۳۱)

''ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں ان کی آزمائش کے لئے سو ان کو دیکھتے بھالتے رہنا اور صبر سے بیٹھے رہنا' اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنوئیں کا) ان میں بانٹ دیا گیا ہے ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا سو انہوں نے اپنے رفیق (قدار) کو بلایا سو اس نے (اونٹنی پر) وار کیا اور مار ڈالا' سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا' ہم نے ان پر ایک ہی نعرہ (فرشتہ کا) مسلط کیا سو وہ (اس سے) ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے (کی باڑ) کا چورا''۔

معجزہ:

جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی تائید و نصرت معجزات کے ذریعہ کریں تو پھر کسی ایک فرد کو نہیں بلکہ ساری امت کو چیلنج کیا کرتے ہیں اور ان کو مقابلہ کی دعوت دیتے ہیں کہ اگر تم سے ہو سکے تو ایک دوسرے کی مدد و تعاون سے اس چیلنج کا جواب دو مگر وہ لوگ ایسا کبھی بھی کرنے کو تیار نہ ہو سکے' عطائے معجزات سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ کہیں کفار یہ نہ کہہ دیں کہ ایک مدّعیِ رسالت نبی ایک ایسی چیز

ہمارے سامنے لایا ہے جس میں ہمیں رسوخ اور مہارت حاصل نہیں تھی اگر ہم بھی اس چیز کو سیکھ لیتے تو ضرور اس طرح کا معجزہ ہم بھی لا سکتے تھے' اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ایسی چیز لاتے ہیں جسے انہوں نے سیکھا ہوتا ہے بلکہ اس میں انہیں کمال حاصل ہوتا ہے پھر اس کے بعد اس چیز کا چیلنج کرتے ہیں لیکن وہ اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز و قاصر رہ جاتے ہیں' چیلنج کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخالفانہ قوتوں کو کچھ کر گزرنے پر مشتعل کرنا اور بھڑکانا' اور وہ مخالفانہ قوتیں کفار یا مومنوں کے علاوہ دوسرے لوگ ہوتی ہیں' لوگوں کو کھلا چیلنج کیا جاتا ہے تاکہ ان کے نفوس ہیجان میں مبتلا ہوں اور اس جیسا معجزہ لانے کی حتی الوسع کوشش کریں اور اس کے مقابلہ کے لئے ہر ممکن طاقت استعمال کریں بلکہ اس معجزہ کے مقابلہ کے لئے فوج جمع کریں' لیکن تمام تر کوششوں کے باوجود ہر قوم عاجز و بے بس ہی رہی۔ اس لئے حضرت صالح علیہ السلام کو ایک ایسے معجزہ کی ضرورت تھی جس سے ان کی دعوت و رسالت کی تائید ناقابلِ تردید حجت کے ذریعہ ہو سکے۔

سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا چاہئیے کہ معجزہ کیا ہوتا ہے اور معجزہ کا کیا معنی ہے؟ معجزہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور پیغمبر کے ہاتھ سے ایک خلافِ عادت امر ظاہر کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ یہ بات ثابت کی جاسکے کہ یہ پیغمبر واقعتہً اللہ عزوجل کی طرف سے مبعوث ہے' یہ اپنے دعویٰ رسالت و نبوت میں سچا ہے' پھر وہ پیغمبر اپنی قوم سے کہتا ہے: میں تمہیں اس چیز کی خبر نہیں دیتا جس میں تمہیں کمال حاصل ہے بلکہ میں ایسی چیز لایا ہوں جس کو تم نہیں لاسکو گے' اور میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ تم سب مل کر ایک دوسرے کے پشت پناہ بن کر اس کا مقابلہ کرو اور اس طرح کی چیز پیش کرو' تم کبھی بھی اس طرح کا معجزہ پیش نہیں کرسکو گے' اور یہ بات میرے اللہ کی طرف سے مبلّغ ہونے کی سچی دلیل ہے' اگر تمہیں میرے سچے ہونے پر دلیل کی ضرورت ہے اور جو باتیں میں کہتا ہوں اس کے متعلق تمہیں کوئی شبہ ہے(۱)۔ ہم صالح علیہ السلام کا ذکر کر رہے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود کی طرف مبعوث کیا تھا' ثمود ایک بہت بڑا قبیلہ تھا جو بت پرستی میں مبتلا تھا۔

---

(۱) معجزات الرسول للشیخ محمد متولی الشعراوی۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی ہدایت کے لئے سیدنا صالح علیہ السلام کو بھیجا' چنانچہ صالحؑ نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ﴾ (ھود:۶۱)

''اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں''۔

صالحؑ نے بھی اپنی قوم سے وہی بات کہی جو ہر نبی اپنی قوم سے کہا کرتا ہے' اس کلمہ میں کبھی تغیّر وتبدل نہیں ہوا یعنی ''اللہ کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی معبودِ حقیقی نہیں''۔

صالح علیہ السلام کی دعوت قوم کے لئے حادثاتی تھی' اس لئے کہ صالح علیہ السلام ان کے معبودوں پر الزام لگاتے تھے اور یہ فرمایا کرتے کہ تمہارے یہ بت بے حیثیت اور بے قدر و قیمت ہیں' وہ ان کو بت پرستی سے منع کیا کرتے اور انہیں اللہ وحدہ کی عبادت کی طرف دعوت دیتے' صالح علیہ السلام کی دعوت ان کے معاشرہ میں ایک زبردست زلزلہ ثابت ہوئی' صالح علیہ السلام ان کے مابین دانا و عقلمند اور نیک و صالح مشہور تھے' نزولِ وحی اور بعثت سے پہلے انہیں بڑا مرتبہ حاصل تھا' سب لوگ انتہائی احترام سے پیش آتے' اس لئے قوم کے لوگ صالح علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے:

﴿قَالُوۡا یٰصٰلِحُ قَدۡ کُنۡتَ فِیۡنَا مَرۡجُوًّا قَبۡلَ ہٰذَاۤ اَتَنۡہٰنَاۤ اَنۡ نَّعۡبُدَ مَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیۡ شَکٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ مُرِیۡبٍ﴾ (ھود:۶۲)

''وہ لوگ کہنے لگے کہ اے صالح تم تو اس کے قبل ہم میں ہونہار (معلوم ہوتے) تھے کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں' اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو (یعنی توحید) واقعی ہم تو اس کی طرف سے بڑے (بھاری) شبہ میں ہیں جس نے ہم کو تردد میں

ڈال رکھا ہے"

قوم نے صالح علیہ السلام کی دعوتِ توحید سے اظہارِ نفرت کیا اور یہ کہنے لگی: یہ شخص اپنے علم، حسنِ تدبیر اور عقل و صداقت کی بناء پر ہمارے لئے امیدوں کا مرکز تھا' اب اس کو کیا ہوا کیسی باتیں اس کی زبان سے نکل رہی ہیں؟ کیا یہ سب کچھ ہوش و حواس میں کہہ رہا ہے؟ اے صالح! تم نے ہماری ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا' کیا تم ہمیں ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جس کی ہمارے بڑے باپ دادا عبادت کرتے آئے ہیں؟ قومِ ثمود دینِ حق سے ناپسندیدگی کا اظہار کرنے لگی' اور اس بات پر حیران و سرگردان اور انگشت بدندان ہونے لگی کہ ان ہی کا ایک فرد ان کو توحید الٰہی کی دعوت دے رہا ہے' ان کے پاس صالح علیہ السلام کی دعوت کا جواب دینے کے لئے کسی قسم کی کوئی حجت یا دلیل نہیں تھی' ان کے پاس ان باتوں کے سوا اور اس ذہنیت کے علاوہ کچھ نہ تھا' وہ بس اس امر پر غضبناک اور حیرتناک تھے۔ اس لئے کہ صالح علیہ السلام جن معبودوں سے ان کو دور رکھنا چاہتے تھے ان معبودوں کی ان کے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے۔ صالح علیہ السلام نے جہالت کی وہ دیوار گرا دی جس کا وہ سایہ حاصل کیا کرتے تھے۔ اور ان فرسودہ رسومات اور مہلک عادات کا صفایا کر دیا جو ان کے ذہنوں پر غالب آ چکی تھیں' آبائی رسموں کی پیروی نے ان کی عقلوں کو کچھ سوچنے سمجھنے سے قاصر کر دیا تھا' حضرت صالح علیہ السلام نے آ کر ان کی عقلوں کو بیدار کیا تاکہ ان کے دماغ اس واضح امر کے متعلق کچھ غور و فکر کریں' بس صالح علیہ السلام کا ان کو بیدار کرنا ہی تھا کہ وہ غصہ سے آگ بگولا ہو گئے' آپے سے باہر ہو گئے اور سرگردان ہو گئے۔ ان کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ اپنی بات کو بھی سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ کیونکہ ان کے سامنے دو چیزیں تھیں' یا تو اپنی عقل کے پردے کھول لیتے اور دعوتِ صالح علیہ السلام کو قبول کر لیتے' یا پھر اپنی عقل کو اپنی حالت پر چھوڑے رکھتے' اس کو استعمال نہ کرتے اور اپنے باپ دادا کے خیالات اور خُرافات پر جمے رہتے اور پہلے سے جاری بُری رسومات و عادات پر ڈٹے رہتے حتیٰ کہ جہالت و بے وقوفی کا اعلیٰ درجہ حاصل کر لیتے۔

صالح علیہ السلام کی دعوت ان کے لئے اظہر من الشّمس تھی' یہ خالص توحید کی دعوت تھی' آپ کی دعوت درحقیقت عقل وفکر کی آزادی کا براہِ راست اعلان تھا' آپ کی دعوت یہ تھی کہ یہ پتھر بت پرستوں کو ذرا بھی نفع نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی نقصان دے سکتا ہے' صرف اللہ کی ذات قابلِ عبادت ہے' وہ وحدہ لاشریک ذات ہے' وہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے' وہی رزّاق ورحیم ہے' وہی نفع رساں ہے' صالح علیہ السلام نے یہی چیزیں ان کے سامنے بیان کیں' چنانچہ اپنی قوم سے فرمایا:

﴿ أُعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾

''اللہ ہی کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے''

پھر ان کو خدا تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں' فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ م بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ج فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾ (الاعراف:۷۴)

''اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ''

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کے بعد تمہیں آباد کیا' تاکہ تم ان کی حالت سے عبرت حاصل کرو' اور اپنے اعمال کی اصلاح کرو' اس ذات نے تمہارے لئے یہ زمین مباح کر دی کہ نرم زمین میں تم محلات بناؤ اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں ایسے شاندار اور عالیشان گھر بناؤ جس کے استحکام اور صنعت کو دیکھ کر عقلیں حیران رہ جاتی ہیں' پس تم اللہ کی ان نعمتوں کا شکر نیک اعمال اور وحدہ لاشریک ذات کی عبادت کے

ذریعہ بجالاؤ' اس کی نافرمانی سے باز آؤ' کیونکہ اس کا انجام نقصان دہ ہے(۱)۔

اس لئے صالح علیہ السلام نے ان کو ان الفاظ میں وعظ و نصیحت فرمائی:

﴿اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَا اٰمِنِيْنَ (١٤٦) فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (١٤٧) وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ (١٤٨)﴾

''کیا تم کو ان ہی چیزوں میں بے فکری سے رہنے دیا جائے گا جو یہاں (دنیا میں) موجود ہیں یعنی باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور ان کھجوروں میں جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے ہیں''۔

جب قومِ ثمود نے صالح علیہ السلام کی دعوت کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ تم تو ہمارے درمیان بڑے عقل و فہم رکھنے والے شخص تھے' ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں وغیرہ وغیرہ تو حضرت صالح علیہ السلام نے بڑے نرم انداز میں ان کی باتوں کا جواب دیا اور ان سے خوش اخلاقی سے پیش آئے' چنانچہ اپنی قوم سے فرمایا:

﴿يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ﴾ (هود:٦٣)

''اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت (یعنی نبوّت) عطا فرمائی ہو سو (اس حالت میں) اگر میں خدا کا کہنا نہ مانوں تو (یہ بتلاؤ کہ) پھر مجھ کو خدا (کے عذاب) سے کون بچالے گا تو تم تو سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو''

یعنی صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اگر حقیقتِ حال میرے کہنے کے مطابق ہی نکلی تو بتاؤ پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ اللہ کے ہاں تمہارا کیا عذر ہوگا؟ اس کے

(۱) قصص الانبیاء لابن کثیر ص۔۱۰۰۔۱۰۲

عذاب سے پھر تمہیں کون چھڑا سکے گا؟ تمہارا حال یہ ہے کہ تم مجھ سے مطالبہ کررہے ہو کہ میں تمہیں اطاعتِ خداوندی کی دعوت دینا چھوڑ دوں؟ یہ میرے لئے ناممکن ہے، کیوں کہ توحید کی دعوت دینا میری ذمہ داری ہے۔ اگر بالفرض میں اپنی ذمہ داری کو ترک کردوں تو پھر اللہ کے عذاب اوراس کے غضب سے مجھے نہ کوئی بچا سکے گا اور نہ ہی میری کوئی مدد یا حمایت کر سکے گا، لہذا میں تمہیں وحدہ لاشریک ذات کی طرف دعوت دیتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان کوئی فیصلہ کردے (۱)۔

لیکن قوم پر کچھ اثر نہ ہوا، بلکہ الٹا صالح علیہ السلام پر الزام دھرنے لگے، ان پر تہمتیں لگانے لگے، کہنے لگے کہ یہ تو سحر زدہ ہے، اسے تو خود اپنی بات کی خبر نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، یہ جو توحید اختیار کرنے اور بت پرستی چھوڑ دینے کی دعوت دے رہا ہے اس کی حقیقت کو یہ خود نہیں سمجھتا، قومِ ثمود اسی طرح کے الزامات اور اعتراضات ان پر کرنے لگی اور ہر وقت ان کی مخالفت اور ان سے معارضہ اور مقابلہ کرنے لگی، اور دوسری طرف صالح علیہ السلام ان کو دن ورات دعوت دیتے رہے، اور ہر طرح سے ان کو سمجھاتے رہے کہ شاید یہ لوگ بت پرستی سے باز آجائیں اور توحید کی دعوت کو قبول کرلیں، حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرلو، ہوسکتا ہے وہ تمہارے گناہ بخش دے، اللہ سے توبہ کرلو، بت پرستی کو چھوڑ کر صرف اس کی عبادت اختیار کرلو، اگر ایسا کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کریں گے، اور تمہیں معاف کردیں گے، صالح علیہ السلام نے ان سے یہ بھی فرمایا:

﴿إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ﴾ (ھود:٦١)

''(یعنی) بے شک میرا رب (اس شخص سے) قریب ہے قبول کرنے والا ہے''۔

لیکن یہ ساری فہمائش بے کار ثابت ہوئی، صالح علیہ السلام نے محسوس کیا کہ اب ان کی ہدایت کا معاملہ مشکل ہوگیا ہے، میں جب بھی ان کو توحید کی طرف بلاتا ہوں یہ

(۱) حوالہ سابق۔

بھاگتے جاتے ہیں مزید سرکش ہوتے جاتے ہیں اور بات بات پر جھگڑتے ہیں' کوئی حجت اور وضاحت ان کے لئے کارگر ثابت نہیں ہورہی ہے' پھر دوسری جانب اللہ تعالیٰ نے ان میں سوچنے کی صلاحیت کو بھی ختم کردیا ہے۔ اب یہ لوگ کسی امر میں غور وفکر کرنے کے قابل نہیں رہے' اب تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی معجزہ ظاہر ہو جو ان کو عاجز کرے اور ان کی بولتی زبانوں کو بند کردے' پھر ان کی زبانیں کبھی بھی فضولیات بکنے کے لئے حرکت نہ کرسکیں' خدا کی قدرت' قوم ثمود کی زبان سے ہی اس کا حل نکل آیا' وہ کہنے لگے:

﴿فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (الشعراء:۱۵۴)

''سو کوئی معجزہ پیش کرو اگر تم (دعویٰ نبوت میں) سچے ہو''

یعنی قوم ثمود نے حضرتِ صالحؑ علیہ السلام سے کوئی ایسا معجزہ پیش کرنے کا مطالبہ کردیا جو ان کے دعوئ نبوت اور پیش کردہ دینِ حق کی صداقت پر دلیل ہو۔

اونٹنی کا معجزہ:

مفسرین لکھتے ہیں کہ قومِ ثمود ایک دن اپنی مجلس میں جمع تھی کہ اللہ کے پیغمبر ''صالح علیہ السلام'' ان کے ہاں تشریف لائے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی' انہیں وعظ ونصیحت کی اور انہیں ڈرایا سمجھایا' تو وہ کہنے لگے: اگر تم اس چٹان سے ان صفات کی حامل اونٹنی نکال دو' تو ہم ایمان لے آئیں گے' انہوں نے اس اونٹنی کے مختلف اوصاف ذکر کئے ایک وصف یہ ذکر کیا کہ وہ دراز قد اور دس ماہ کی حاملہ اونٹنی ہو (۱)۔

صالح علیہ السلام نے فرمایا: (صالحؑ ان کی طبیعتوں سے واقف تھے) ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر میں تمہارے مطالبہ کو پورا کردوں اور اسی طریقہ پر پورا کردوں جس کی فرمائش تم نے کی ہے تو کیا تم لوگ میرے پیش کردہ دینِ حق پر ایمان لے آؤ گے اور میری نبوت ورسالت کی تصدیق کرو گے؟ صالح علیہ السلام کی شرط بالکل واضح تھی اس میں کوئی گنجھلک نہیں تھی' ایک ایسی اونٹنی کا مطالبہ جو ان کی آنکھوں کے سامنے چٹان سے برآمد ہو' دراز قد

(۱) قصص الانبیاء لابن کثیر۔ص:۱۰۳۔

ہو دس ماہ کی حاملہ ہو ان کی فرمائش کے مطابق اس میں تمام اوصاف موجود ہوں یہ چیز انسانی طاقت سے باہر ہے بلکہ ایک انسان کے لئے ایسا کر گزرنا محال و ناممکن ہے، قومِ ثمود نے یہ خیال کیا کہ صالح (علیہ السلام) ایسا نہیں کر سکیں گے اور وہ ان کو اس طرح عاجز کر دیں گے، جب کہ صالح علیہ السلام ان سے عہد کر چکے تھے اور شرط لگا چکے تھے اور صالح علیہ السلام کو اپنے رب پر کامل یقین اور بھروسہ تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو کبھی بھی رسوا نہیں کریں گے، آپ کے ذہن میں اس بات کا خیال بھی نہیں آیا کہ میری قوم کے لوگ جس چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ کوئی محال امر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ امر آسان ہے، لہٰذا یہ معجزہ اپنے رب سے مانگنا چاہیئے جو اللہ تعالیٰ کے لئے تو آسان ہے اور قوم کے خیال میں محال ہے، قوم نے انتظار کیا، جب قوم نے دیکھا کہ صالح (علیہ السلام) متعین چٹان سے اونٹنی برآمد کرنے سے عاجز آرہے ہیں تو شروع ہو گئے ان کا مذاق اڑانے اور استہزاء کرنے، کیونکہ ان کے خیال کے مطابق ایسا کرنا ناممکن تھا، انہیں اس امر کے محال ہونے کا مکمل یقین تھا۔ صالح علیہ السلام اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے اور نماز گاہ میں کھڑے ہوئے اور جس قدر ممکن ہوا نماز پڑھی، پھر اپنے رب کی طرف کامل توجہ، خشوع وخضوع اور ایمان ویقین کے ساتھ دُعا فرمائی کہ پروردگار! یہ لوگ جس چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں اس کو پورا کر دے، بس صالح علیہ السلام کا دعا کرنا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو حکم دیا جس کی طرف اس قوم نے اشارہ کر کے کہا تھا، کہ اپنے اندر سے ایک حاملہ اونٹنی نکالو جس میں وہ تمام اوصاف پائے جائیں جو انہوں نے بیان کئے یا جن اوصاف کی انہوں نے شرط لگائی ہے۔ یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کے معجزات میں سے ایک معجزہ اور نشانی تھی، اس لئے کہ اصل میں معجزہ اللہ کی (قدرت کی) نشانی ہے، کہا جاتا ہے کہ خود اونٹنی معجزہ تھی کیونکہ وہ چٹان جو کسی پہاڑ میں تھی ایک دن پھٹی اور اس سے حاملہ اونٹنی نکلی، ساتھ ہی اس کا بچہ اس سے نکلا، وہ بچہ غیر معروف طریقہ پر پیدا ہوا، نیز کہا جاتا ہے کہ اونٹنی اس لئے معجزہ تھی کہ وہ ایک ہی دن میں کنوؤں میں موجود سارا پانی پی جاتی تھی، اس دن کوئی دوسرا جانور پانی کے قریب بھی نہ جاتا تھا،

بعض کہتے ہیں کہ اونٹنی اس لئے معجزہ تھی کہ جس دن وہ اونٹنی پانی پیتی تھی اس دن اس کا دودھ سب لوگوں کو کافی ہوجاتا تھا' بہرحال یہ اونٹنی ایک معجزہ تھی' اللہ تعالیٰ نے اس کا حال اپنے اس فرمانِ عالی میں بیان کیا ہے:

﴿نَاقَةُ اللّٰهِ﴾ (ھود:۶۴)

''(یعنی) یہ اللہ کی اونٹنی ہے''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس اونٹنی کی نسبت اپنی طرف کی' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ کوئی عام قسم کی اونٹنی نہیں ہے بلکہ یہ خدائی معجزہ ہے۔ اونٹنی اللہ کی قدرت کی نشانی اور اس کا معجزہ کیسے تھی؟ اس کو بیان کرنے کے بعد ہم دوبارہ صالح علیہ السلام کے واقعہ کی طرف آتے ہیں' جب خدا تعالیٰ نے اس چٹان کو مذکورہ اوصاف سے متصف اونٹنی برآمد کرنے کا حکم دیا تو اس چٹان سے ویسی اونٹنی نکلی اور اپنے بچہ کے ساتھ لوگوں کے سامنے ظاہر ہوگئی' جب قومِ ثمود نے یہ معجزہ اور اپنی آنکھوں سے یہ عظیم الشان منظر دیکھا' اللہ تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ اور دلیلِ قاطع اور برھانِ ساطع دیکھ لی تو بہت سے لوگ ایمان لے آئے' پھر بھی اکثر لوگ اپنے کفر' اپنی ضلالت اور اپنے عناد پر قائم اور مصر رہے۔ حضرتِ صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

﴿وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ
وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ﴾ (ھود:۶۴)

''اور اے میری قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو فوری عذاب آ پکڑے''

اس اونٹنی نے قومِ ثمود کو شروع ہی سے مبہوت کردیا تھا' یہ بڑی مبارک اونٹنی تھی' اس کا دودھ ہزاروں بچوں' عورتوں اور مردوں کے لئے کافی ہوجاتا' جہاں یہ آرام کرنے

کے لئے بیٹھتی وہاں کے حیوانات کسی دوسری جگہ چلے جاتے' یہ بات بالکل عیاں تھی کہ یہ کوئی عام قسم کی اونٹنی نہیں ہے' بلکہ قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے' وہ اونٹنی ان کے درمیان رہنے لگی' کچھ لوگ تو مشرف بہ ایمان ہو گئے لیکن اکثریت اپنے کفر و عناد پر قائم رہی' ایمان لانے والے لوگوں کے جو رئیس تھے ان کا نام ''جندع بن عمرو بن محلاۃ'' تھا(۱)۔ ان کا شمار ان کے رؤساء اور شرفاء میں ہوتا تھا' اس قوم کے دو رئیسوں کے سوا جن کے نام ''ذؤاب ابن عمرو'' اور ''حباب'' ہیں' باقی تمام شرفاءِ قوم نے صالح علیہ السلام کے دین میں مداخلت کا ارادہ کیا' ''حباب'' اپنی قوم کے بتوں کے صاحب تھے' ذؤاب اور حباب اپنی قوم کو صالح علیہ السلام کے معاملۂ دین میں مداخلت کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔ جب صالح علیہ السلام نے قوم کو اس بات سے ڈرایا کہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے سو اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی نہ لگاؤ تو قوم کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ یہ اونٹنی ان کے سامنے زندہ رہے' جہاں چاہے ان کی زمینوں پر چرتی پھرے' اور اپنی باری کے دن کنوئیں کا سارا پانی ہی پی جائے' وہ لوگ اپنی باری کے موقع پر (یعنی جو دن ان کے لئے مخصوص تھا) اپنی ضروریات کو پورا کر لیا کرتے تھے' کہا جاتا ہے کہ وہ اس اونٹنی کا دودھ کفایت کے ساتھ پیتے تھے۔ اس لئے فرمایا:

﴿لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ﴾ (الشعراء:۱۵۵)

''پانی پینے کے لئے ایک باری اس کی ہے اور ایک مقرر دن میں ایک باری تمہاری''

یہ اونٹنی ان کے لئے ایک بہت بڑا امتحان اور آزمائش تھی کہ آیا وہ اس کو دیکھ کر ایمان لے آتے ہیں یا کفر ہی کریں گے۔ اللہ عزوجل نے صالح (علیہ السلام) سے فرمایا:

﴿فَارْتَقِبْهُمْ﴾ (القمر:۲۷)

''سو ان کو دیکھتے بھالتے رہنا''

یعنی ان کا انتظار کرو' اور ''وَاصْطَبِرْ'' ''اور صبر سے بیٹھے رہنا'' یعنی ان کی

(۱) قصص الانبیاء لابن کثیر۔ص:۱۰۳ (ط) دار الکتاب الحدیث۔ کویت۔

اذیتوں پر صبر کرتے رہنا یہاں تک کہ کوئی خبر آ جائے۔ آگے فرمایا:

﴿وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ م بَيْنَهُمْ صلے كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ﴾ (القمر:۲۸)

''اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنوئیں کا) ان میں بانٹ دیا گیا ہے ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا''

یہ بات واضح ہونے کے باوجود کہ یہ اونٹنی کوئی عام قسم کی نہیں ہے' بلکہ یہ تو اللہ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے' قومِ ثمود کی کراہت ونفرت سیدنا صالح علیہ السلام سے ہٹ کر اس اونٹنی پر مرکوز ہوگئی' اب ساری ریشہ دوانیاں اور سازشیں اس اونٹنی کے خلاف شروع ہوگئیں' اس کے خلاف تانے بانے بُنے جانے لگے' کافروں کو اس عظیم الشان اونٹنی سے نفرت ہوگئی' بلکہ قدرت کی اُس نشانی سے اور معجزۂ خداوندی کو ناپسند کرنے لگے' اپنے دل میں اس کے خلاف تدبیریں بنانے لگے' سردارانِ قوم کی طرف سے کسی بری تدبیر کا آنا ایک امرِ طبعی تھا۔ مؤرخین اور علماءِ تفسیر نے یہ بات ذکر کی ہے: قومِ ثمود کی دو عورتیں تھیں' ایک کا نام تھا ''صدوقہ'' جو محیا بن زہیر بن مختار کی بیٹی تھی' بڑے حسب ونسب والی اور مالدار تھی' پہلے وہ مسلمان آدمی کی بیوی تھی جو صالح علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا پھر اس عورت نے اس کو چھوڑ دیا اور اس سے علیحدگی اختیار کرلی' اس عورت نے اپنے چچا کے بیٹے ''مصرع'' کو اپنی طرف دعوت دی جو مھرج بن محیا کا بیٹا تھا اور اس کو اپنا نفس اس شرط پر پیش کیا کہ وہ اس اونٹنی کو مار دے' اور دوسری عورت کا نام تھا ''عنیزہ'' جو غنیم بن مجلذ کی بیٹی تھی' اور امِ غنمہ یا امِ عثمان اس کی کنیت تھی وہ بہت بوڑھی کافرہ تھی' اس کے شوہر ''ذؤاب بن عمرو'' تھے جس کی طرف سے اس کی چند بیٹیاں تھیں' ذؤاب قوم کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا' اس (عنیزہ) نے اپنی چاروں بیٹیاں قدار بن سالف کو اس شرط پر پیش کیں کہ وہ اگر اس اونٹنی کو مار دے تو اسے جو بیٹی بھی پسند ہو' لینا چاہے لے سکتا ہے[1] چنانچہ ان

(۱) تاریخ الطبری

دونو جوانوں (مصرع اور قدار بن سالف) نے اپنی قوم سے اس اونٹنی کو مار دینے میں سبقت دکھائی' پھر سات مزید لوگ ان کے ہمنوا ہو گئے' اس طرح ان کی تعداد نو ہو گئی' اسی کا ذکر اس فرمانِ خداوندی میں آیا ہے:

﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ (النمل:۴۸)

''اور (کفر کے سرغنہ) اس بستی میں نو شخص تھے جو سرزمین میں فساد کیا کرتے تھے اور (ذرا) اصلاح نہ کرتے تھے''

قومِ ثمود کی ایک بہت بڑی اور اہم میٹنگ ہوئی' سب نے اونٹنی کے قتل کے معاملہ کو سراہا اور پسند کیا' جب شہرِ ثمود پر رات چھا گئی' بلندوبالا پہاڑوں نے اپنے اندر تراشے ہوئے گھروں کو اپنی پناہ میں لے لیا اور کافروں کو اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ اب کوئی شخص بھی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور پہاڑوں میں بنے کسی محل کے اندر قندیلیں روشن کر دی گئیں' سارے کفار بیٹھ گئے' شراب و کباب کا دور چلا' تمام رؤسائے قوم اس اہم ترین میٹنگ میں موجود تھے' میٹنگ کا انعقاد عمل میں آیا' ایک طویل گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا' ان میں سے ایک کافر نے یہ کہا:

﴿اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ﴾ (القمر:۲۴)

''کیا ہم ایسے شخص کا اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور (بلکہ) جنون میں پڑ جائیں''۔

اور دوسرا یہ کہنے لگا:

﴿ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ﴾ (القمر:۲۵)

''کیا ہم سب میں سے اس پر وحی نازل ہوئی ہے (ہرگز ایسا نہیں)

بلکہ یہ بڑا جھوٹا اور بڑا شیخی باز ہے"

شراب کے جام چلتے رہے اور ان کی گفتگو کا رخ صالح (علیہ السلام) سے ہٹ کر اس اونٹنی کی طرف ہو گیا' ان میں سے کسی کافر نے یہ کہا: جب گرمیاں آتی ہیں تو یہ اونٹنی خوشنما ٹھنڈی وادی میں چلی جاتی ہے باقی سارے مویشی اس سے ڈر کر کسی گرم جگہ میں چلے جاتے ہیں' ایک اور کافر کہنے لگا: اور جب سردیاں آتی ہیں تو یہ اونٹنی کوئی گرم جگہ ڈھونتی ہے اور اس میں آرام کرتی ہے اور ہمارے مویشی اس سے ڈر کر کسی ٹھنڈے مقام پر چلے جاتے ہیں اور بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کافروں کی ساری جماعت ہی نشہ میں مخمور تھی۔ اور شراب کا دور بھی چل رہا تھا' اس کی وجہ سے شراب کے جام ان کے ہاتھوں میں ہل رہے تھے' کسی صاحبِ مجلس نے کہا: یہ مغنیہ (گلوکارہ) تھوڑی دیر کے لئے گانے سے توقف کرے تاکہ ہم اس مسئلہ پر کچھ غور و فکر کر سکیں۔ سارا مجمع خاموش ہو گیا' پھر نشہ میں مست ایک شخص نے سب کی خاموشی یہ کہہ کر توڑ دی: اس مسئلہ کا صرف ایک ہی حل ہے' سب نے پوچھا' وہ کیا؟ وہ کہنے لگا: اس مسئلہ کا واحد حل یہ ہے کہ ہم اس اونٹنی ہی کو ختم کر دیں اور مار ڈالیں' پھر اس کے بعد اس صالح (علیہ السلام) کو بھی قتل کر ڈالیں' یہ سنتے ہی حاضرینِ مجلس حضرت صالح علیہ السلام کے خلاف بدزبانی کرنے لگے' ایک کہنے لگا: یہ صالح (علیہ السلام) اس کی اونٹنی اور ان پر ایمان لانے والے (نعوذ باللہ) کتنے منحوس اور شُوم ہیں' واقعی اس مسئلہ کا ایک ہی حل ہے کہ اس اونٹنی کو قتل کر دیا جائے' پھر قاتل کا نام پیش کیا گیا' وہ بڑا ظالم و جابر تھا' اس نے ہر جگہ فساد برپا کر رکھا تھا' بڑا شراب خور تھا' کبھی شراب نوشی سے باز نہیں آیا تھا' وہ اب بھی شراب کے نشہ میں مخمور تھا اور اس کے ساتھ اس کے اور کارندے بھی تھے جو اونٹنی کے قتل کرنے میں بطورِ معاون تیار کھڑے تھے اور اس جرم کا آلۂ کار بننا چاہتے تھے۔

دردناک رات:

غداری اور دھوکہ بازی کی وہ شب آ گئی' مبارک اونٹنی اس حال میں سو رہی تھی

کہ اس کا چھوٹا بچہ اس کے سینہ کے ساتھ لگا ہوا سکون حاصل کررہا تھا' ادھر سے وہ نو مجرم جرم کے ارتکاب کے لئے تیار ہوئے جن کا سرغنہ قدار بن سالف (لعین) تھا' رات کے اندھیرے میں نکلے ان کے دل خیانت گری سے لبریز تھے' ان کے سرغنہ قدار بن سالف نے بہت زیادہ شراب پی رکھی تھی' حتی کہ وہ نہ دیکھ سکا کہ اس کے سامنے کیا ہے' اور وہ نو آدمی نے اس اونٹنی پر حملہ کے لئے تیار تھے اونٹنی اور اس کا بچہ گھبرا کر اٹھے' قاتلوں کے ہاتھ ان کا کام تمام کرنے کے لئے ان تک پہنچ چکے تھے' سب سے پہلے قدار بن سالف نے اس پر دھاوا بولا' اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں جس کی وجہ سے اونٹنی زمین پر گر گئی' پھر باقی مجرم اپنی تلواریں لے کر اس کی طرف لپکے' اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگے' جب یہ ماجرا اونٹنی کے بچہ نے دیکھا تو وہاں سے بھاگا اور وہاں کسی پہاڑ پر چڑھ گیا اور تین بار بلبلایا۔ جب صالح علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اپنی قوم سے سخت غضبناک حالت میں باہر نکلے اور ان سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ اس اونٹنی کو ہاتھ بھی مت لگانا؟ لوگ کہنے لگے: ہم نے اونٹنی کو مار ڈالا' جو عذاب لانا ہے لے آؤ' جلدی لے آؤ' کیا تم نے ہمیں یہ نہیں کہا تھا کہ میں خدا کا فرستادہ پیغمبر ہوں؟ صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

﴿تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ﴾ (ھود:٦٥)

''(خیر) تم اپنے گھروں میں تین دن اور بسر کرلو یہ ایسا وعدہ ہے جس میں ذرا جھوٹ نہیں''

قوم نے اس پختہ وعدہ میں بھی ان کی تصدیق نہیں کی' بلکہ ان کے قتل کے منصوبے بنانے لگے' نیز انہوں نے اس بات کی قسم اٹھائی کہ وہ ان کو ان کے گھر پر حملہ کرکے ضرور قتل کریں گے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے شر سے بچایا اور محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَیِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّهٖ

مَاشَہِدْنَا مَہْلِكَ اَہْلِہٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿ (النمل:۴۹)

''انہوں نے کہا کہ آپس میں سب (اس پر) اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالح اور ان کے متعلقین (یعنی ایمان والوں) کو مارینگے پھر (بروقتِ تحقیق) ہم ان کے وارث سے کہدیں گے کہ ہم ان کے متعلقین کے (اور خود ان کے) مارے جانے میں موجود (بھی) نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں''۔

حضرت صالح علیہ السلام نے تین دنوں کی جو مہلت ان کو دی تھی اس کا پہلا دن ان پر اس حال میں گزرا کہ ان کے چہرے زرد پڑے ہوئے تھے۔ جب شام ہوئی تو کہنے لگے: مقررہ مدت میں سے ہمارا ایک دن گزر نہیں گیا؟ پھر دوسرا دن بھی ان کا اس حال میں گزرا کہ چہرے سرخ تھے' اور ان کی زندگی کا تیسرا دن جب آیا تو ان کے چہرے سیاہ ہو چکے تھے' جب شام ہوئی تو کہنے لگے' کیا وقتِ مقرر گزر نہیں گیا' عذاب نام کی تو کوئی چیز نہیں آئی' چوتھے دن بوقتِ فجر آسمان سے ایک زوردار چیخ آئی' اس خوفناک چیخ نے ان کے پہاڑوں کے پرخچے اڑا دیئے' نتیجہ یہ ہوا کہ ان پہاڑوں میں بسنے والی ہر جاندار چیز ہلاک ہوگئی' پھر زمین زوردار زلزلہ اور جھٹکے سے لرزی جس سے ہر وہ چیز جو اس کے اوپر تھی تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔ ایک ہی زوردار آواز سے سارے کے سارے ہلاک ہو گئے' اور جو لوگ سیّدنا صالح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے وہ اپنے نبی صالح (علیہ السلام) کے ہمراہ ایک مقام پر چلے گئے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے نجات بخشی۔

(اھم مراجع)

۱۔معجزات الرسول للشیخ محمد متولی الشعراوی۔۲۔ تفسیر ابن کثیر۔۳۔ تفسیر القرطبی۔٤۔ تفسیر الطبری۔٥۔انبیاء الله لاحمد بهجت۔٦۔البدایة والنهایة لابن کثیرؒ۔۷۔المستفاد من قصص القرآن/د۔ عبدالکریم زیدان۔۸۔ تاریخ الطبری۔



حضرت موسیٰ علیہ السلام

﴿حضرت موسیٰ علیہ السلام﴾

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖۤ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً ط قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا ط قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ (٦٧) قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَاھِیَ ط قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِکْرٌ عَوَانٌ م بَیْنَ ذٰلِکَ ط فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ﴾ (البقرۃ:٦٧-٦٨)

''اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک بیل ذبح کرو، وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہم کو مسخرا بناتے ہیں موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا نعوذ باللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں، وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ درخواست کیجیے اپنے رب سے کہ ہم سے بیان کردیں کہ اس (بیل) کے کیا اوصاف ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو کہ نہ بالکل بوڑھا ہو نہ بہت بچہ ہو (بلکہ) پٹھا ہو دونوں عمروں کے وسط میں سواب (زیادہ حجت مت کیجیو بلکہ) کرڈالو جو کچھ تم کو حکم ملا ہے''

آزر اور راحیل:

راحیل نے اپنے شوہر آزر بن حیلوت کے لئے بستر بچھایا تاکہ انہیں تھکاوٹ اور مشقت سے کچھ آرام مل سکے، راحیل نے اپنے شوہر سے کل گزشتہ گھر نہ آنے کی وجہ پوچھی اور کہا کہ میں اپنی جھونپڑی میں کافی دیر تک آپکا انتظار کرتی رہی۔ آزر نے کہا: مجھے

کل راستہ میں کچھ درد اور تکلیف محسوس ہوئی اس لئے میں نے گزشتہ رات اپنے ایک دوست کے ہاں گزاری کہ شاید مجھے سکون حاصل ہو' لیکن صبح کو تکلیف میں اضافہ ہوگیا' راحیل نے کہا: فکر نہ کریں! آپ ضرور آرام کیجیے کچھ دیر بعد آپ راحت محسوس کریں گے۔آپ یہ بتائیں کہ اس دفعہ تجارتی سفر کیسا رہا؟ آزر نے کہا: بیگم! تھکاوٹ اور مشقت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوا' بس بیماری ہی کے آثار محسوس ہوتے رہے۔ بیچا تو کچھ بھی نہیں' البتہ ایک دبلا لاغر قسم کا بچھیا خریدا ہے جس کی عمر تین چار ماہ ہوگی' میں نے وہ بچھیا اپنے بیٹے الیاب کے لئے خریدا ہے' راحیل: کہاں ہے وہ بچھیا'؟ قصہ کیا ہے؟ آزر: وہ ایک زرد رنگ کی بڑی خوبصورت چھوٹی سی گائے ہے' میرے دل میں اس کے خریدنے کا خیال آیا' وہ گائے بڑی عجیب تھی کہ اسے خریدنے کی دیر تھی کہ جو کچھ اس کو کھانے کے لئے دیا فوراً کھانے لگی' وہ اس وقت قریب ہی ایک جنگل کے اندر گھاس وغیرہ چر رہی ہے' آزار کچھ دیر خاموش ہوئے پھر کہا: اپنے حالات بتاؤ' ہمارے بیٹے الیاب کا کیا حال ہے؟ وہ کہاں ہے؟ راحیل: وہ ٹھیک ہے' گاؤں کے بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے' اور اللہ کے کوئی پیغمبر ''موسیٰ علیہ السلام'' کا ادھر سے گزر ہوا تھا وہ مناجات والے پہاڑ سے واپس آرہے تھے' انہوں نے ہمارے بیٹے ''الیاب'' کے لئے دعا فرمائی' اس کو چوما اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لئے دعاءِ خیر فرمائی۔مگر حسبِ عادت انہوں نے انتظار نہیں کیا' آزر: اپنی عادت کے مطابق انتظار نہ کرنے کی وجہ سے ہی تو بنی اسرائیل نے ان کی عدم موجودگی میں ایک المیہ کھڑا کرلیا تھا' اللہ نے جب ان کو اس کی خبر دی تو وہ غم وغصہ کی حالت میں واپس لوٹے۔راحیل' میں نے سنا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کو پیچھے اس لئے چھوڑ گئے تھے کہ وہ سامری جادوگر کے بنائے ہوئے سونے کے ایک بچھڑے کی پوجا کریں' جب موسیٰ (علیہ السلام) آئے تھے تو میں نے اس کے متعلق ان سے بات بھی کی تھی مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا' آزر: یہی تو اس کا سبب ہے' بنی اسرائیل کی طرف سے موسیٰؑ کو کس قدر سخت تکلیفیں پہنچ رہی ہیں' راحیل نے اپنے شوہر آزر سے کہا: وہ بچھیا تو مجھے دکھاؤ جو آپ نے بیٹے ''الیاب'' کے لئے خریدا ہے؟ آزر اپنی لاٹھی کو ٹیکتے ہوئے اپنی بیوی کے ہمراہ

چلے اور جس جگہ پر وہ بچھیا تھا' پہنچ گئے' راحیل نے جب اس بچھیے کو دیکھا تو حیران ہوگئی کہ ایسا خوبصورت پیلا رنگ جیسے سورج کی کرنیں نکل رہی ہوں' اسے دیکھ کر راحیل انتہائی مسرور ہوئی' اور اسے اپنے لئے بڑا نیک فال خیال کیا' (پیار سے) اس کے جسم پر اس کے سر پر اور منہ پر ہاتھ پھیرنے لگی' پھر آزر کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگی: آزر! دیکھو تو جھاڑی کی گھاس وغیرہ کھانے میں لگی ہوئی ہے' کچھ دن بھی نہیں گزرے ہوں گے بڑی تگڑی ہوگئی ہے۔ کچھ دیر کے بعد جب میاں بیوی گھر واپس ہونے لگے تو آزر نے کہا: یہ واقعی خوبصورت بچھیا ہے' میرا دل کہتا ہے کہ یہ عنقریب بہترین مال ہوگا جو میں اپنے بیٹے ''الیاب'' کے لئے چھوڑ جاؤں گا۔

راحیل کو آزر کا اپنی موت کی طرف اشارہ کرنا اچھا محسوس نہیں ہوا' اس لئے راحیل نے کہا: لیکن ابھی تو یہ کمزور اور دُبلی ہے' ابھی اس کی نگرانی کی ضرورت ہے اور اس کے لئے محنت و مشقت اٹھانے کی حاجت ہے حتی کہ یہ جوان ہو اور اس سے نفع حاصل ہو' آزر نے کہا: یہ بات جان لو! میں اپنے بیٹے ''الیاب'' کو تقویٰ کے سوا کسی چیز کا وارث نہیں بناؤں گا' اللہ تعالیٰ کی ذات نیک لوگوں کی مددگار ہے' وہ ذات عالی میرے بیٹے ''الیاب'' کی بھی مدد کرے گی' اور میرے مال اور میرے اس خزانہ میں بھی ضرور برکت دے گی جس پر تم اترا رہی ہو۔ جب میں دنیا سے رخصت ہوجاؤں تو تم اپنے بیٹے پر توجہ دینا' اسے ایمان کے اصول اور آباء واجداد سے وارثت میں ملی ہوئی تعلیمات سکھانا' یعنی ابراہیم' اسحٰق' یعقوب' یوسف اور موسیٰ علیہم السلام سے جو ہدایات ہمیں حاصل ہوئی ہیں ان کی تعلیم (بچہ کو) دینا۔ بچھیے کو اتنی اہمیت نہ دینا' اسے لے کر نہ زمین میں ہل چلانا اور نہ ہی اس کے ذریعہ کھیت کو سیراب کرنا' نہ ہی اس پر سواری کرنا اور نہ ہی اس کا دودھ دوہنا۔ بچھیے کو جنگل میں آزاد چھوڑے رکھنا' اس کی زیادہ فکر مت کرنا' وہ اللہ کے فضل سے بڑا ہوجائے گا۔ جب الیاب بڑا ہوجائے تو اس سے بچھیے کا واقعہ ذکر کرنا' اس کے بعد میاں بیوی گھر کو لوٹ گئے' آزر نئی تکلیف کا احساس لئے اپنے بستر پر لیٹ گئے' اور اپنی بیوی کے ساتھ بہت سی باتیں کیں' آزر نے اپنی بیوی کے ساتھ موت سے ڈرنے کی بھی بات کی

اور اپنے بیٹے ''الیاب'' کے بارے بار بار وصیت کی اور اس قیمتی خزانہ یعنی کمزور ولاغر زرد رنگ کے بچھیے کے متعلق بھی وصیت کی جو وہ عنقریب اپنے بیٹے کے لئے چھوڑے جا رہے تھے۔ اپنی بیوی سے کہا: ہمیں زندگی کی اور خوشی کی باتیں کرنی چاہئیں، موت اور غم کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں، صبح قریب ہے اس وقت زندگی کی اور خوشی کی باتیں کریں گے۔ اور ایک بات میں تجھ سے کہوں گا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میرے بیٹے ''الیاب'' کی شادی شمعون کی بیٹی رفقہ سے ہو، کیونکہ رفقہ کا باپ بنی اسرائیل کے بزرگ صالحین میں سے ہے۔ شمعون بن نفتالی بڑا مالدار آدمی تھا، بہت سی گائے بکریوں اور سونے چاندی کا مالک تھا، نیز وہ اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کا ایسا رفیق وصدیق تھا کہ ان سے کبھی جُدا نہیں ہوا تھا، اور بہت بوڑھا عابد تھا، وہ آزر سے اکثر یہ کہا کرتا تھا! میں نے اپنی اکلوتی بیٹی کا نام ''رُفقہ'' تبرّکاً رکھا ہے کیونکہ اللہ کے پیغمبر اسحٰق علیہ السلام کی زوجہ کا نام بھی رُفقہ تھا، مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کی شادی کسی نیک نوجوان سے ہونا مقدر کرے گا، پھر وہ کہتا کاش یہ جوان ہوتا تو کیا خوب ہوتا یعنی تیرا چھوٹا لڑکا ''الیاب''۔ وہ اس سے دو سال بڑا ہے، راحیل نے یہ بات سنی تو کہا: یہ تو بہت اچھا ہے، رُفقہ بہت پیاری بچی ہے، جب بڑی ہوگی تو اور زیادہ خوبصورت ہو جائیگی، نیز راحیل اپنے شوہر کی خوشی اور شادی کی مبارک بات سن کر خوش ہوئیں۔ لیکن آزر کا مرض شدّت اختیار کر گیا، زیادہ عرصہ زندگی نے وفا نہ کی، چند ہی دنوں کے بعد آزر کا انتقال ہو گیا۔

شادی نامکمل رہ گئی:

منسی بن الیشع اپنے مالدار دوست شمعون بن نفتالی کے پاس آیا اس سے کہنے لگا: آپ کے بھائی صوغر کے بیٹے (یعنی آپ کے بھتیجے) ناداب نے مجھے آپ کے پاس رشتہ کے لئے بھیجا ہے کہ آپ اپنی بیٹی ''رفقہ'' کی شادی اس سے کر دیں مجھے امید ہے کہ آپ اپنی قرابت داری اور رشتہ داری کا خیال رکھیں گے، شمعون نے نفرت سے منہ پھیرتے ہوئے اس کو جواب دیا: اے منسی! کوئی اور بات کرو۔ اس بے حیا شخص کے متعلق

مجھ سے بات نہ کرو جس کا اپنے رب سے کوئی تعلق نہیں۔

اے منسی! یہ بات تمہارے علم میں ہونی چاہئیے کہ ناداب کا مقصد رُفقہ سے شادی کرنا نہیں ہے بلکہ وہ میرے مال کا وارث و مالک بننا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ (میری وفات کے بعد) رُفقہ سمیت میرا سارا ترکہ اس کے پاس پہنچ جائے۔ تم میری بیٹی کا پیامِ نکاح لانے والے پہلے شخص نہیں ہو' بہر حال ایسا کبھی نہیں ہوگا' منسی نے کہا: اے شمعون! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں' مجھے آپ کی ہر بات سے اتفاق ہے' میں اس کا قاصد صرف اس لئے بنا ہوں کہ میں نے اس کی آنکھوں میں شرارت دیکھی ہے' مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں آپ کو قتل نہ کر دے اور آپ کے بعد آپکی بیٹی کو کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہنچادے۔ شمعون نے کہا! اے منسی! یہ بات میں بھی جانتا ہوں' مجھے اس شریر سے اسی بات کی توقع ہے' بہر حال میں اپنی بیٹی کی شادی اس سے ہرگز نہیں کروں گا' وہ جو چاہے کرلے' کچھ دیر منسی خاموش رہا' پھر اس نے کہا: بہر حال آپ کی مرضی' لیکن پھر بھی آپ کو اپنی بیٹی کے بارے میں ابھی سے کچھ سوچنا چاہئیے' کوئی ایسا نوجوان جو اس کے جوڑ کا ہو' اس کے مناسب ہو ابھی سے اس کا انتخاب کر لینا چاہئیے' شمعون نے کہا: میں نے اپنے مرحوم دوست ''آزر'' کا بیٹا ''الیاب'' اس کے لئے منتخب کیا ہے' لیکن اس کا ٹھکانا معلوم نہیں وہ کہاں رہتا ہے۔ میں بڑی دیر سے اس کی تلاش میں ہوں جب بھی اس کا مجھے علم ہوگا میں اپنی بیٹی کی اس سے شادی کر دوں گا' وہ اس وقت اٹھارہ برس کا ہوگا۔ اور وہ اپنے باپ کی اعلیٰ صفات کا وارث و امین ہے۔ یقیناً وہ عزت و شرف اور صدق و ایمان میں اپنے باپ کا وارث ہے۔

بنی اسرائیل کا مقتول:

ایک دن بنی اسرائیل اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ شمعون بن نفتالی کا جسم خون میں لت پت ہے اور اپنے گھر قبیلہ سے کچھ دور ایک جگہ پر پڑا ہوا ہے' بنی اسرائیل میں شمعون کے قتل کی خبر بہت تیزی سے پھیل گئی' ہر طرف ایک بہت بڑا ہنگامہ بپا

ہوگیا' اس لئے کہ شمعون حسنِ اخلاق' مال و دولت کی فراوانی اور لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور صدقہ خیرات جیسی صفات کا مالک تھا۔ لوگ مشتعل ہوگئے' فقیر' یتیم اور ضعیف لوگ بڑے غضبناک ہوئے' شمعون کا خاندان بلکہ سارا ملک ہی ان کے خون کا مطالبہ کرنے لگا' اس قتل کی ساری ذمہ داری اس جگہ کے رہنے والوں پر ڈال دی گئی جہاں سے ان کی نعش ملی تھی۔ سب کا یہی مطالبہ تھا کہ اس کے خون کا بدلہ اس کے بھتیجے ''ناداب بن صوغر'' سے لیا جائے' سب لوگ شمعون بن نفتالی کے قتل پر غم وحزن کا اظہار کررہے تھے' اور جس محلّہ کے قریبِ مقتول کی نعش ملی تھی اس محلّہ کے رہنے والوں کو سب سے زیادہ اس سانحہ پر افسوس اور غم تھا' مگر مقتول ''شمعون'' کے قبیلہ کے لوگ' خصوصاً ان کے سرغنہ ''ناداب بن صوغر'' کا یہی اصرار تھا کہ شمعون کا قتل اسی محلّہ والوں کے ہاتھوں ہوا ہے' لوگوں کا مطالبہ بڑھ گیا' شور و ہنگامہ برپا ہوگیا' ہر طرف شور وغل مچ گیا' دو فریقوں میں جھگڑا شدت اختیار کرگیا' قریب تھا کہ وہ باہم قتل وقتال شروع کردیتے' بنی اسرائیل کے بزرگ لوگ جمع ہوکر اللہ کے نبی ''موسیٰ علیہ السلام'' کے پاس گئے' تاکہ ان دونوں فریقوں کے درمیان مقتول کے قتل کا قضیہ حل کریں' لوگ ایک وسیع میدان میں بیٹھ گئے' وہ میدان آخر تک نوجوانوں' بوڑھوں' مردوں اور عورتوں سے بھرا ہوا تھا' جیسے ایک بڑی عدالت لگی ہوئی ہو' مقتول ''شمعون'' کے ورثاء اور وہ اہل محلّہ آگئے جن پر الزامِ قتل تھا' ناداب بن صوغر نے بڑے دردناک لہجہ میں اس محلّہ والوں کو مجرم ثابت کرنے کے لئے گفتگو کی' جو دلائل بھی اس کے پاس تھے اس نے پیش کئے' اس بستی والوں نے قتل کے اس الزام کو سراسر رد کردیا اور دلیل میں یہ کہا کہ ہم لوگ تو مقتول سے بے پناہ محبت رکھا کرتے تھے اور ان کا بہت احترام کرتے تھے' بھلا ہم کیسے ان کو قتل کرسکتے ہیں! اب لوگ اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کے فیصلہ کا انتظار کرنے لگے' سارے مجمع پر سناٹا طاری تھا' فیصلہ سننے کے لئے کان کھڑے ہوگئے' اور گردنیں لمبی ہوگئیں' یکا یک فیصلہ صادر ہوا' موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتے ہیں' موسیٰ علیہ السلام کے قریب جو لوگ بیٹھے تھے وہ بڑے متحیر ہوئے اور تعجب انگیز انداز میں دیکھنے لگے' ان کے چہروں پر

حیرانگی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور ان کی آنکھیں اس فیصلہ کو عجیب انداز سے دیکھنے لگیں، اور جو اس مجلس سے دور بیٹھے تھے وہ صرف دوسروں کے چہروں پر حیرانگی اور تعجب کے آثار ہی دیکھ سکے، چنانچہ وہ شور مچانے لگے، وہ اللہ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے فیصلہ کو معلوم کرنا چاہتے تھے، آوازیں جب کافی بلند ہونے لگیں تو ایک شخص بلند جگہ پر کھڑا ہوا اور بلند آواز سے چلایا اور کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ جب ان لوگوں نے اس شخص کی بات کو سنا تو ہنگامہ آرائی کرنے لگے اور شور شرابہ مچانے لگے، لوگوں میں کھلبلی مچ گئی، لوگ اس حکمِ خداوندی کو عجیب محسوس کرنے لگے، کوئی کہتا: قاتل کی پہچان کا گائے کے ذبح کرنے سے کیا تعلق ہے؟ دوسرا کہتا: نہیں! اصل میں اللہ کے یہ نبی ہم سے مزاح کررہے ہیں، تیسرے نے بآوازِ بلند کہا: کیا یہ وقت مزاح کا ہے! ناداب بن صوغر نے کہا: موسیٰ (علیہ السلام) ہم سے مذاق کرتے ہیں، ہمیں مسخرا بناتے ہیں، افراتفری پھیل گئی، موسیٰ علیہ السلام مجلس سے نکل گئے، مجمع منتشر ہوگیا، اور لوگ اس گائے کے متعلق عجیب وغریب باتیں بنانے لگے جس کے ذبح کرنے کا موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا تھا، مگر متقی اور مومن لوگ ان کو شور و شغب اور استہزاء سے منع کرتے رہے، اور ان (شریروں) سے کہنے لگے: موسیٰ علیہ السلام نے کوئی بات اپنے پاس سے نہیں کہی، وہ تو کلیم اللہ ہیں، انہوں نے تو اللہ کا کلام تمہارے سامنے پیش کیا ہے، درحقیقت اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو، بھلا یہ بات مزاح کے طور پر کیسے ہوسکتی ہے! تمہیں اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کردینا چاہیئے، یہ استہزاء، نافرمانی اور شور وشرابہ ٹھیک نہیں ہے۔

اگلے دن موسیٰ علیہ السلام مجلسِ عدالت میں آئے اور مومن و متقی لوگوں کے پاس بیٹھے، مقتول کے خاندان کے لوگ آگے بڑھے اور پوچھا: اے اللہ کے نبی! کیا آپ نے ہمارے ساتھ مذاق کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: نعوذ باللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں۔ وہاں ایک نیک بزرگ آدمی تھے، انہوں نے کہا! اے بنی اسرائیل! مقتول کے خاندان کے لوگ اس بات سے راضی ہوگئے ہیں اور انہیں معلوم ہوگیا ہے کہ اللہ کے نبی نے ان کے ساتھ کوئی مذاق نہیں کیا ہے اور خصوصاً یہ کہ مقتول ان

کے مخلص اور صالح لوگوں میں سے تھا' اس مسئلہ پر کہ گائے کی قیمت کون دے گا بڑی طویل گفت وشنید کے بعد ایک عقلمند بوڑھے نے کہا: میرا خیال یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا ہر آدمی گائے کی قیمت ادا کرنے میں شریک ہو' کیونکہ وہ مقتول ہم سب کے مقتول ہیں' اس لئے سب اس کا اہتمام کریں' لوگ خاموش ہو گئے' اور اس فیصلہ پر راضی ہو گئے' پھر سب لوگ موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھنے لگے' موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' ٹھیک ہے' ایسا کرو کہ تم سب مال جمع کرو اور گائے خریدو اور پھر پروردگار کے حکم کی تعمیل میں اس کو ذبح کردو' قوم ہچکچائی اور کہنے لگی' کیسی گائے ذبح کریں؟ اپنے رب سے پوچھیئے' وہ ہمیں بتائے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے سکوت اختیار کیا اور وحی کا انتظار کیا پھر ان سے فرمایا:

﴿اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ﴾ (البقرة:۶۸)

''وہ (اللہ) یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو کہ نہ بالکل بوڑھا ہو نہ بہت بچہ (بلکہ) پٹھا ہو دونوں عمروں کے وسط میں سو اب (زیادہ حجت مت کرو بلکہ) کر ڈالو جو کچھ تم کو حکم ملا ہے''

قوم پھر اس کا رنگ پوچھنے لگی' کہنے لگی: اس کا رنگ معلوم ہونا بہت ضروری ہے' موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے' اور اس کا رنگ پوچھا تو جواب اس طرح آیا:

﴿بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ﴾ (البقرة:۶۹)

''وہ ایک زرد رنگ کا بیل ہے جس کا رنگ تیز زرد ہو کہ ناظرین کو فرحت بخش ہو''۔

لیکن قوم بہت جھگڑنے لگی' اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگی:

﴿ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ﴾ (البقرة:۷۰)

''(اب کی بار اور) ہماری خاطر سے اپنے رب سے دریافت کر دیجیے

کہ ہم سے بیان کردیں کہ اس کے اوصاف کیا کیا ہوں کیونکہ ہم کو اس بیل میں (قدرے) اشتباہ ہے اور ہم ضرور ان شاء اللہ تعالیٰ (اب کی بار) ٹھیک سمجھ جائیں گے"

بنی اسرائیل شک و تردّد میں ہی رہے' بعض موسیٰ علیہ السلام کی تائید میں اور بعض تردید میں لگے رہے' حتیٰ کہ کئی دن اسی طرح لڑائی جھگڑے میں گزر گئے' بعد ازاں قوم کے نیک اور سمجھدار لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور ان سے عرض کرنے لگے: آپ سے مقتول "شمعون" کے قضیہ (مقدمہ) کا فیصلہ طلب کیا گیا ہے' قوم کا بغض و عناد کہیں آپ کو اس مقدمۂ قتل سے بے پرواہ نہ کردے' لہٰذا آپ رب تعالیٰ سے ان کی خواہش کے متعلق دریافت کرلیجئے (کہ یہ قوم کن اوصاف کی حامل گائے یا بیل ذبح کرے؟) چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے (دوبارہ) پروردگار سے اس بیل کے اوصاف پوچھے: (ساری قوم جواب سننے کے لئے جمع ہوگئی) پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (البقرة:۷۱)

"موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں: کہ وہ نہ تو ہل میں چلا ہوا ہو جس سے زمین جوتی جائے اور نہ اس سے زراعت کی آبپاشی کی جائے (غرض ہر قسم کے عیب سے) سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو (یہ سن کر) کہنے لگے کہ اب آپ نے پوری بات فرمائی پھر اس کو ذبح کیا اور (اپنی حجتوں سے ظاہرًا) کرتے ہوئے معلوم نہ ہوتے تھے"

قوم مطمئن ہوئی اور کہنے لگی: "اَلْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ" "یعنی اب آپ نے پوری بات فرمائی" پھر وہ مذکورہ صفات کی حامل گائے تلاش کرنے لگے' جو نہ بوڑھی ہو' نہ

بالکل بچہ ہو اس کی عمر اس کے درمیان درمیان ہو اس کا رنگ گہرا زرد ہو دیکھنے والوں کو اس کے دیکھنے سے فرحت محسوس ہوتی ہو نہ اس سے زراعت کی آبپاشی کی جاتی ہو اور نہ اس سے زمین جوتی جاتی ہو اور ہر قسم کے عیب و داغ سے سالم ہو مگر ارد گرد کی بستیوں میں کسی کے پاس ایسی گائے دستیاب نہ ہوئی' اگر زرد رنگ کی گائے ملتی ہے تو اس کو اس لئے چھوڑ دیتے کہ اس میں کوئی اور رنگ بھی ہوتا' اگر خالص زرد رنگ کی دستیاب ہوتی ہے تو اس کو بھی اس لئے چھوڑ دیتے کہ یہ بوڑھی ہے یا جوان ہے' دونوں عمروں کے درمیان کی نہیں ہے' یوں بنی اسرائیل نے مطلوبہ اوصاف کی حامل گائے کی خوب چھان بین کر لی' بلکہ انہوں نے ایسی گائے کی تلاش کے لئے آپس میں مختلف گروپ بنا لیئے جو جزیرہ نما سیناء کے اطراف میں پھیل گئے۔

الیاب کی زرد رنگ کی گائے:

الیاب کی عمر اٹھارہ سال کی ہوگئی تھی' وہ اب بھرپور نوجوان بن گیا تھا' اس کی والدہ اس کے پاس آئی اور کہنے لگی: بیٹا! تو اب بڑا ہو گیا ہے' تیری عمر اٹھارہ سال کی ہو چکی ہے' اب میرے لئے یہ بات ضروری ہوگئی ہے کہ میں تمہیں تمہارے باپ کا متروکہ خزانہ بتاؤں۔ الیاب حیران ہوا' اور اپنی والدہ سے کہنے لگا: کیسا خزانہ؟ میرے والد تو مالدار نہیں تھے' تو پھر وہ میرے لئے خزانہ کیسے چھوڑ گئے؟ والدہ ''راحیل'' نے کہا: نو سال قبل وہ ایک بچھیا تمہارے لئے چھوڑ گئے تھے اور مجھے یہ وصیت کر گئے تھے کہ میں اس کو اللہ کی زمین میں آزاد چھوڑ دوں' اس سے نہ تو زراعت کی آبپاشی کا کام لوں اور نہ ہل چلاؤں' اور یہ کہ میں اس کی نگرانی کی ذمہ داری نہ لوں بلکہ وہ اللہ کی زیرِ نگرانی ہے وہی اس کی حفاظت کرے گا' اور تمہارے والد مجھے یہ وصیت بھی کر گئے تھے کہ جب الیاب بڑا ہو جائے تو یہ گائے اس کو دے دینا' الیاب نے اپنی والدہ سے پوچھا: اب وہ گائے کہاں ہے؟ راحیل نے کہا: مجھے تو اس کا پتہ نہیں' البتہ انہوں نے اتنا بتایا تھا کہ وہ ہمارے قریب ہی کسی وسیع جنگل وغیرہ میں ہے' لہذا تم وہاں جاؤ' اور اسے تلاش کرو' زیادہ دیر تجھے تلاش نہیں کرنا

پڑے گی' اللہ تعالیٰ بہت جلد اسے تیرے پاس پہنچا دیں گے۔ الیاب نے کہا: لیکن یہ تو پتہ چلے کہ اس کا رنگ کیسا ہے؟ یا کوئی ایسی نشانی معلوم ہو جس کے ذریعہ میں اس کو پہچان سکوں؟ راحیل نے کہا: ہاں! وہ گہرے زرد رنگ کی ہے' دیکھنے والوں کو اس کے دیکھنے سے خوشی سی محسوس ہوتی ہے' جیسے سورج کی کرنیں اس کی جلد سے نکل رہی ہوں' زرد رنگ کے سوا اس میں اور کوئی رنگ نہیں ہے' حتیٰ کہ اس کے سینگوں اور کھروں تک کا رنگ یہی ہے' چنانچہ الیاب اس کی تلاش میں نکلا' زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ لگا ہوگا وہی زرد رنگ کی خوبصورت گائے مل گئی' پہلے چھوٹی تھی اب خوب بڑی ہوگئی ہے' جسم گوشت سے بھرا ہوا ہے' پہلے تو بہت لاغر تھی' الیاب کہنے لگا: اے امی! یہ رہا وہ مبارک خزانہ' راحیل نے کہا: اس کی قیمت اگرچہ تین دینار سے زیادہ نہیں ہوگی' لیکن حلال اور پاکیزہ مال کو گنا نہیں کرتے بلکہ اس کی برکت کو دیکھا کرتے ہیں' اصل چیز تو خدا خوفی' نیک نیتی اور نیکی ہے' اسی لئے تو تمہارے والد نے اس گائے کا نام خزانہ رکھا تھا' الیاب نے کہا: امی! اللہ تعالیٰ حلال و پاکیزہ مال کو تقویٰ کی برکت سے بڑھاتے ہیں پھر وہ مال سینکڑوں بلکہ ہزاروں کا شمار ہونے لگتا ہے' ہم تو کچھ نہیں جانتے' ہوسکتا ہے کہ تین دینار والی یہ گائے کسی وقت ہزاروں دینار میں فروخت ہو جس کا اس وقت ہمارے دلوں میں کوئی خیال بھی نہیں ہے۔

گائے کا معجزہ:

چند دن گزرے' ایک روز الیاب بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دیہاتی اس کے پاس سے گزرا' اور الیاب سے کہنے لگا: بنی اسرائیل کی ایک جماعت اس وقت بڑی حسرت اور اشتیاق میں ہے کہ اسے تمہاری گائے جیسی گائے مل جائے' میں نے ان کو تمہارا پتہ بتا دیا ہے' میرا خیال ہے کہ تم اپنی گائے کی قیمت اگر بہت بڑھا بھی دو گے تو وہ تمہیں تمہاری منہ مانگی قیمت ضرور دیں گے' اگر (بالفرض) تم یہ مطالبہ بھی کرو گے کہ مجھے اس گائے کی کھال جتنا بھرا سونا عوض میں دو تو وہ اس کے لئے بھی تیار ہو جائینگے' چنانچہ بنی اسرائیل کے لوگ آئے اور الیاب سے کہنے لگے: ہم اللہ کے نبی موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے آئے

ہیں، آپ اپنی یہ گائے ہمارے ہاتھ بیچ دیں اور اس کی قیمت میں اضافہ نہ کریں، الیاب نے کہا: اگر یہ گائے اللہ کے نبی موسیٰ نے لینی ہے تو پھر قیمت کی کوئی ضرورت نہیں، بغیر کسی قیمت کے لے جاؤ، بنی اسرائیل کی قوم کہنے لگی: قومِ اسرائیل تنگ دست ہے، جنگل وصحراء نے ان کی کمر توڑ دی ہے، اس لئے جو مال ہمارے پاس ہے آپ اسے قبول کر لیجئے، اللہ تعالیٰ اسی میں برکت دیں گے۔

الیاب نے کہا: اسرائیل کی قوم تنگ دست نہیں ہے، وہ تو غیر اللہ کی پوجا پاٹ کے لئے سونے کا ایک بچھڑا تیار کر چکی ہے، اس لئے ان کے لئے میری طلب سے زیادہ دینا بھی بارِ خاطر نہیں ہوگا، الیاب نے اپنی والدہ سے اللہ کے نبی موسیٰ سے ملاقات کے لئے اور ان سے گائے کی قیمت کا فیصلہ کروانے کے لئے اجازت چاہی، اور اپنی والدہ سے کہا کہ میں زیادہ عرصہ غائب نہیں رہوں گا، بہت جلد ہی واپس آ جاؤں گا۔

حق وعدل کا معجزہ:

بنی اسرائیل کے لوگوں نے جب سنا کہ وہ گائے مل گئی ہے تو وہ ایک جگہ جمع ہونے لگے اور دوڑتے ہوئے آنے لگے اور یہ کہہ رہے تھے: گائے مل گئی، گائے مل گئی، ناداب نے جب یہ بات سنی، اور اس کے پاس بھی خبریں پہنچیں تو اس کی زبان بند ہوگئی اور چہرہ کا رنگ زرد پڑ گیا، اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس جگہ پر جانے کی کوشش کی جہاں لوگ دوڑ دوڑ کر پہنچ رہے تھے، جب ناداب اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ فیصلہ کے وسیع میدان میں پہنچا تو دیکھا کہ سارا میدان لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے، اور دیکھا کہ اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کے سامنے وہ گائے کھڑی ہے، جب موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ یہ گائے کا مالک ''الیاب'' اسی نیک آدمی ''آزر'' کا بیٹا ہے تو اس کو چومنے لگے اور تھپکی دینے لگے اور فرمایا، اللہ کا شکر ہے، اب تم نوجوان ہو گئے، جب تم چھوٹے تھے اس وقت میرا تیرے پاس سے گزر ہوا تھا میں نے تیرے سر پر ہاتھ بھی پھیرا تھا اور تیرے لئے خیر کی دُعا بھی کی تھی، قریب ہی وہ منسی بن الیشع بھی کھڑا تھا جو شمعون (مقتول) کے پاس اس کے بھتیجے

ناداب سے اس کی بیٹی رُفقہ کی شادی کا پیام لے کر آیا تھا' اس منسی کو شمعون کی الیاب بن آزر سے اپنی بیٹی کی شادی کی خواہش اور دلچسپی یاد آئی' چنانچہ وہ الیاب کے قریب ہوا اور اس کو خوش آمدید کہا' پھر موسیٰ علیہ السلام کے کان میں کچھ باتیں کرنے لگا جو کوئی دوسرا شخص نہ سن سکا' پھر سب کو چھوڑ کر رفقہ کے گھر چلا گیا تا کہ اس کو یہ بتائے کہ گائے کا مالک وہی نوجوان ''الیاب'' ہے' جو اس وقت اپنی گائے کے پاس ہے۔

اس طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو وہ گائے ذبح کرنے کا حکم دیا' چنانچہ اس قوم نے گائے ذبح کر دی' جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اب اس کا ایک ایک عضو کاٹو' چنانچہ انہوں نے گائے کا ایک ایک عضو کاٹا' پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: الیاب یہ عضو اٹھائے' کیونکہ وہ غریب ہے' اگرچہ وہ اسرائیلی ہے' چنانچہ الیاب نے گائے کا وہ عضو اٹھایا' موسیٰ نے فرمایا: مقتول ''شمعون'' کی قبر پر چلو' چنانچہ سارے لوگ باہم مزاحمت کرتے ہوئے شدید ازدحام اور بھاری تعداد میں اس قبر پر پہنچے' مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ کے نبیؑ کا اس سارے قصہ سے مقصد کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: قبر کھولو' اور مقتول کا جسم باہر نکالو' پھر آواز دی: اے الیاب! تمہارے ہاتھ میں گائے کا جو عضو ہے وہ اس مقتول کو لگا دو' وہ منظر بڑا تعجب انگیز اور حیرتناک تھا جب لوگوں نے دیکھا کہ مقتول (شمعون) دوبارہ زندہ ہوا اور ٹھیک انسانی صورت میں لوگوں میں آ کر کھڑا ہو گیا' پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: اے شمعون! ہم تجھ سے اللہ تعالیٰ کے نام کے توسط سے پوچھتے ہیں جس نے تجھے دوبارہ زندگی دی ہے کہ تم ہمیں اپنے قاتل کا نام بتاؤ' شمعون نے کہا: جس نے مجھے قتل کیا ہے وہ ناداب بن صوغر ہے' ابھی لوگ اس معجزہ کے ظہور پر ہواس باختہ تھے کہ شمعون پر دوبارہ موت طاری ہو گئی' اب سارا مجمع غضبناک ہو گیا اور ناداب سے از خود بدلہ لینے کے لئے اور اسے مارڈالنے کے لئے آگے بڑھا' لیکن موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: قصاص اللہ کا حکم ہے' لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ اس پر حدِ قتل جاری کریں تا کہ اس کو اپنے کئے کی سزا مل سکے' لوگوں نے عجیب منظر دیکھا' لوگوں نے دیکھا کہ الیاب اپنی دلہن ''رُفقہ'' کو اپنے والد کے

گھر لے جا رہا ہے، اور دوسری طرف ناداب کو دیکھا کہ وہ اپنے نصیب پر مندوب (رو رہا) ہے، اور موت کی طرف لیجایا جا رہا ہے، یہ ہے اس مقتول کا معجزہ جس کو اللہ نے دوبارہ زندگی عطا کی اور اس نے اپنے قاتل کے خلاف (خود) گواہی دی۔

اللہ عزوجل اس معجزہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (البقرۃ:۷۳)

''اس لئے ہم نے حکم دیا کہ اس کو اس کے کسی ٹکڑے سے چھوا دو، اسی طرح حق تعالیٰ (قیامت میں) مُردوں کو زندہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی نظائرِ قدرت تم کو دکھلاتے ہیں اسی توقع پر کہ تم عقل سے کام لیا کرو''

سبحان اللہ خالق المعجزات والآیات

(اھم مراجع)

١۔تفسیر ابن کثیر۔ ٢۔ تفسیر القرطبی
٣۔ تفسیر الطبری۔ ٤۔ البدایة والنهایة
٥۔ تاریخ الطبری۔ ٦۔ قصص الانبیاء لابن کثیرؒ۔
٧۔قصص الانبیاء للثعلبیؒ۔ ٨۔ قصص الانبیاء للنجار۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشادِ عالی ہے:

﴿فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا (٦١) فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآئَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا (٦٢) قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا (٦٣) قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (٦٤) فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (٦٥)﴾ (الکہف:۶۱۔۶۵)

''پس (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے اس اپنی مچھلی کو دونوں بھول گئے اور مچھلی نے دریا میں اپنی راہ لی اور چل دی پھر جب دونوں (وہاں سے) آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ ہم کو تو اس سفر میں (یعنی آج کی منزل میں) بڑی تکلیف پہنچی، خادم نے کہا کہ لیجیے دیکھیے (عجیب بات ہوئی) جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے تھے سو میں اس مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کو ذکر کرتا اور وہ (قصہ یہ ہوا کہ) اس مچھلی نے (زندہ ہونے کے بعد) دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی موسیٰ نے (یہ حکایت سُن کر) فرمایا کہ یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے اُلٹے لوٹے سو (وہاں پہنچ کر)

انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جن کو ہم نے
اپنی خاص رحمت (یعنی مقبولیت) دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس
سے ایک خاص طور کا علم سکھایا تھا''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ نے اور ان کی قوم کو بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا' اس لئے موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کیا کرتے تھے' اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے شکرانِ نعمت میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کیا کرتے تھے کہ وہ ذات اپنی رضا اور اپنے فضل وکرم سے ہمیشہ نوازتا رہے۔

ایک دن موسیٰؑ نے اپنے رب سے دریافت کیا: پروردگار! کیا روئے زمین پر میں ہی واحد شخص ہوں جسے آپ نے علم عطا فرمایا ہے اور اپنی خاص معرفت نصیب فرمائی ہے؟! پروردگارِ عالم نے جواب دیا: اے موسیٰ! آپ ہماری مشیت کے مطابق ہی علم رکھتے ہیں اور آپ کو ہمارے ارادہ کے موافق ہی معرفت حاصل ہے' موسیٰؑ نے استفسار کرتے ہوئے پوچھا: اے میرے رب! کیا مجھ سے بڑا کوئی عالم دنیا میں ہے؟ جواب آیا: میرا ایک نیک بندہ ہے وہ ایسا خاص علم رکھتا ہے جو تمہارے پاس نہیں اور وہ ایسی معرفت رکھتا ہے جو تمہیں حاصل نہیں ہے' موسیٰؑ نے عرض کی پروردگار! آپ کا یہ نیک بندہ کہاں مل سکتا ہے؟ اس سے ملنے کو میرا دل مشتاق ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اس وقت مجمع البحرین (جہاں دو دریا ملتے ہیں) کے پاس ہے موسیٰ نے کہا: اے میرے پروردگار: میں ان کی زیارت کے لئے ان کے پاس جانا چاہتا ہوں' آپ میری رہنمائی فرمائیں اور ان سے ملاقات کے لئے مجھے توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰؑ! جاؤ' عنقریب میں آپ کی رہنمائی کے لئے ایک علامت ضرور مقرر کروں گا۔

نیک بندے کی تلاش:

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اس نیک بندے کی ملاقات کے لئے تیار ہوئے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت عطا فرمائی تھی' موسیٰؑ نے اپنے مخلص خادم یوشع بن نون کو بلایا

اور اس سے فرمایا: اے یوشع! میرا سفر کا ارادہ ہے، مجھے یہ نہیں معلوم کہ وہ سفر طویل ہوگا یا مختصر! کیا اس سفر میں تم میرے رفیق بننا چاہتے ہو جس کی مسافت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں؟

یوشع بن نون ایک ایسے خادم تھے جنہیں موسیٰؑ سے بہت محبت بھی تھی، موسیٰؑ پر ایمان بھی لائے تھے اور مخلص خادم ہونے کے علاوہ صبح و شام موسیٰؑ کی صحبت میں رہتے تھے، موسیٰ کے علوم و حکمت سے سیراب ہوا کرتے تھے، اس لئے یوشع نے عرض کیا: اے میرے سردار! میں آپ کا ہوں، آپ کا وفادار، فرمانبردار اور امانتدار رفیق ہوں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے، پھر فوراً سفر کی تیاری کرو، اللہ کے بھروسہ پر چلیں گے اور سفر طے کریں گے، وہی ذات سید ہے راستہ کی رہنمائی کرنے والی ہے، موسیٰؑ اور ان کے خادم نے رختِ سفر باندھا، اور اپنے ساتھ عام مسافروں کی طرح معمولی سازادِ راہ لیا، جیسے خشک روٹی، خشک کھجور اور کچھ گوشت جس کی بوٹیاں بنائی گئیں تھیں، بالکل عام مسافروں کی طرح تیاری کی جیسے عام قسم کے مسافر صحراؤں اور بیابان جنگلوں کا سفر طے کرنے کے لئے کرتے ہیں، جب دونوں نے سامانِ سفر تیار کر لیا تو یوشع نے موسیٰؑ سے دریافت کیا، اے میرے سردار! آپ کس سواری پر سوار ہوں گے؟ کس قافلہ کے مصاحب بنیں گے؟ اور چلنے کے لئے کونسا راستہ اختیار کریں گے؟ موسیٰؑ نے جواب دیا: بیٹے! ہماری ٹانگیں ہماری سواری ہوں گی۔ دریا ہمارا مصاحب ہوگا اور دریا کا ساحل ہمارا راستہ ہوگا، یوشع نے متعجب ہو کر پوچھا: کس جگہ جانا ہوگا؟ موسیٰؑ نے فرمایا: مجمع البحرین (جہاں دو دریاؤں کا سنگم ہے) جائیں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے سے ملاقات ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں میری رہنمائی کی ہے، خادم نے عرض کیا: کیا مجمع البحرین جگہ سے آپ واقف ہیں؟ موسیٰؑ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ مجمع البحرین مقام سے واقف کرادیں گے اور مجھے وہ جگہ دکھادیں گے۔

حضرت خضرؑ کی تلاش:

موسیٰؑ اور ان کے خادم یوشع بن نون شب و روز دریا کے ساحل پر چلتے رہے' راستہ کی دشواری اور طویل سفر کی وجہ سے نہ تھکے اور نہ ہی اکتائے' کھانا کھانے اور کچھ دیر آرام کرنے کے سوا کہیں نہیں ٹھہرے' اسی اثناء میں ایک عرصہ گزر گیا' موسیٰؑ سفر کے پہلے دن کی طرح بالکل ہشاش بشاش اور عبدِ صالح کی ملاقات کے لئے بیتاب تھے' موسیٰؑ بالکل بے ہمت نہ ہوئے اور نہ ہی سفر سے گھبرائے' اور نہ ہی اکتائے' یوشع نے ایک دن موسیٰؑ سے پوچھا: آپ کا کیا خیال ہے' مجمع البحرین تک پہنچنے کے لئے ابھی طویل سفر باقی ہے؟ موسیٰؑ نے فرمایا: یہ تو مجھے نہیں معلوم' البتہ میں مجمع البحرین تک پہنچ کر ہی رہوں گا خواہ طویل عرصہ تک سفر کیوں نہ کرنا پڑے' موسیٰؑ اور ان کے خادم یوشع بن نون نے خشکی کا سفر صبر و ہمت اور نشاط کے ساتھ تیزی سے جاری رکھا حتیٰ کہ کھانا ختم ہو گیا' چنانچہ یوشع نے دریا سے ایک مچھلی کو شکار کیا اور اپنے ساتھ اس مچھلی کو اٹھالیا' تا کہ مچھلی کا گوشت بطورِ غذا کام آ سکے' چلتے چلتے ایک بڑے پتھر کے قریب پہنچے' اس پتھر کے پاس ذرا ستانے اور تازہ دم ہونے کے لئے اور اس کا سایہ حاصل کرنے کے لئے بیٹھ گئے' جب تھوڑی دیر آرام کر لیا تو پھر چلنے کے لئے اور سفر کے لئے تیار ہوئے دن ختم ہونے کے قریب تھا اور شام ہونے کو تھی کہ موسیٰؑ کو پہلی بار سفر کا تکان محسوس ہوا جو ابتداءِ سفر میں کبھی محسوس نہیں ہوا' موسیٰؑ نے محسوس کیا کہ ان کے قدموں میں اب مزید چلنے کی سکت نہیں رہی' اسی طرح ان کو اپنے اعضاء کی کمزوری اور نقاہت کا بھی احساس ہوا' چنانچہ آپ زمین پر بیٹھ گئے اور اپنے خادم سے فرمایا:

﴿اٰتِنَا غَدَآءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾

''یعنی ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر میں (یعنی آج کی منزل میں) بڑی تکلیف پہنچی ہے''۔

ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ ہماری مدد فرمائے اور ہم منزلِ مراد تک پہنچ جائیں۔

یہ سن کر موسیٰؑ کے خادم یوشع نے کفِ افسوس ملتے ہوئے کہا:

﴿اَرَءَیۡتَ اِذۡ اَوَیۡنَاۤ اِلَی الصَّخۡرَۃِ فَاِنِّیۡ نَسِیۡتُ الۡحُوۡتَ وَمَاۤ اَنۡسٰنِیۡہُ اِلَّا الشَّیۡطٰنُ اَنۡ اَذۡکُرَہٗ﴾ (الکھف:۶۳)

''لیجئے دیکھیے (عجیب بات ہوئی) جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے تو میں اس مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بُھلا دیا کہ میں اس کو ذکر کرتا''

موسیٰؑ نے استفسار کیا: اس مچھلی کا کیا ہوا؟ کہاں گئی؟ خادم ''یوشع'' نے جواب دیا: وہ مچھلی کھسک گئی اور اس نے دریا میں عجیب طریقہ سے اپنی راہ بنالی' مچھلی ٹوکری سے نکلی اور اپنی سمت کو متعین کرتی ہوئی دریا میں چلی گئی' موسیٰؑ کو اپنے خادم یوشع کی بات پر تعجب بھی ہوا دل میں امید کی کرن بھی پیدا ہوئی اور خوشی کی لہر بھی دوڑ گئی' پھر خادم سے فرمایا: اے یوشع! ذرا وضاحت سے بتاؤ' اس مچھلی کا واقعہ کیسے پیش آیا؟ یوشع نے کہا: جب آپ آرام فرما رہے تھے اس وقت یہ واقعہ رونما ہوا' وہ قصہ یہ ہوا کہ جس ٹوکری میں وہ مچھلی تھی اس کی کھڑ کھڑاہٹ سے میں بیدار ہوا' وہ ٹوکری میرے پہلو ہی میں رکھی ہوئی تھی' جب میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہ مچھلی ان پتھروں میں لڑھک رہی ہے' میں جلدی سے اس کو لانے کے لئے اس کے پیچھے گیا مگر میں نے عجیب منظر دیکھا جس سے میرے ہوش اڑ گئے۔

موسیٰؑ بڑی فرحت اور خوشی سے پوچھنے لگے: ہاں بتاؤ' تم نے کیا دیکھا؟ تم نے کیا دیکھا؟ جلدی سے بتاؤ؟ خادم (یوشع) نے حسرت و افسوس کے انداز میں کہا: میں نے اس مچھلی کو دیکھا کہ دریا کے پانی نے اس کو ڈھانپ لیا' مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ حرکت کر رہی ہو اور الٹ پلٹ ہو رہی ہو' جیسے وہ دوبارہ زندہ ہوگئی ہو اور وہ ان بڑے پتھروں کے خفیہ راستہ میں مضطرب اور بے قرار ہو رہی تھی' پھر وہاں سے نکل کر دریا میں چلی گئی' میں اس کو پھر پکڑ نہ سکا' موسیٰؑ کو اس پر کوئی تعجب یا حیرت نہیں ہوئی' موسیٰ اللہ تعالیٰ کی قدرت

کی بہت سی نشانیاں ملاحظہ کر چکے تھے' بلکہ آپ بہت مسرور اور مفروح ہوئے' آپ کو اس امر کا ادراک ہو گیا کہ مردہ مچھلی کا دوبارہ زندہ ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وہی نشانی ہے جس کا اس نے مجمع البحرین کی راہ دکھانے کے لئے وعدہ فرمایا تھا' نیز آپ کو اس بات کی معرفت ہو گئی کہ جس جگہ پر یہ مچھلی کھسکی تھی وہی راستہ اللہ کے اس نیک بندے کی طرف جاتا ہے جس کی ملاقات کی انہیں خواہش تھی' چنانچہ حضرت موسیٰؑ فوراً فرحت ونشاط کے ساتھ اٹھے اور اپنے خادم سے فرمانے لگے:

﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ﴾

''یعنی یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی''

جلدی کرو اس پتھر کی طرف واپس چلو' خود یہ صورتِ حال حضرتِ موسیٰؑ کے معجزات کی ابتداء تھی جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو عطا فرمائے تھے۔ پھر آیندہ جب ان کی عبدِ صالح سے ملاقات ہو گی اس وقت بھی بڑے عجیب وغریب معجزات ظاہر ہوں گے' بہر حال ابھی صبح روشن نہیں ہوئی تھی کہ موسیٰؑ اور ان کے خادم یوشع بن نون اپنے قدموں کے نشانات پر چلتے ہوئے واپس پلٹے اور مسلسل اپنے پہلے راستہ کی تلاش میں چلتے رہے حتیٰ کہ اسی بڑے پتھر کے پاس پہنچ گئے جہاں انہوں نے اس سے قبل پڑاؤ ڈالا تھا' موسیٰؑ نے اپنے خادم یوشع سے پوچھا: اے یوشع! ذرا مجھے وہ جگہ تو دکھاؤ جہاں سے وہ مچھلی کھسک کر دریا میں چلی گئی تھی! چنانچہ یوشع نے ان بڑے پتھروں میں موجود خفیہ راستہ کی طرف اشارہ کیا اور بتایا کہ یہ ہے وہ راستہ جہاں سے مچھلی کھسک کر چلی گئی تھی' موسیٰؑ نے یوشع کی بتائی ہوئی جگہ کی طرف دیکھا' انہیں وہاں پتھروں میں ایک خفیہ راستہ نظر آیا جو دریا کی دوسری جانب جاتا تھا' سمجھ گئے کہ یہاں سے وہ مچھلی نکل کر دریا کی طرف گئی ہو گی اور ان کے خادم اس کے پیچھے گئے ہونگے' چنانچہ وہ دونوں اس چٹان کی دوسری جانب سے دریا کی طرف نکلے' موسیٰؑ نے دریا کے اردگرد دیکھا تو اللہ کے وعدہ کو سچا پایا' اس چٹان نے اپنے عظیم جرم کی وجہ سے ماوراء کو مستور کیا ہوا تھا' موسیٰؑ نے شیریں پانی کو نمکین پانی کے ساتھ باہم ملتے ہوئے بھی دیکھا' پھر موسیٰؑ نے اس بڑے پتھر کے ایک طرف سبز رنگ کی بساط دیکھی جو سبز

گھاس سے بھی زیادہ شاداب تھی، جس پر ایک خوبصورت باوقار اور بارعب سفید ریش بزرگ چہار زانو بیٹھے ہوئے تھے، موسیٰ پہچان گئے کہ یہ وہی عبدِ صالح ہیں جن سے ملاقات کا اللہ نے وعدہ کیا تھا، اور یہ وہی شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی مخفی چیزوں کا علم دے رکھا ہے، اس مُبارک قصہ میں جو معجزات پیش آئیں گے یہ لمحات اور مواقع اسی جانب کی طرف ایک قدم ہیں، اس ملاقات کے بعد آپ کو معلوم ہوگا کہ موسیٰؑ کا عبدِ صالح کیساتھ کیا معاملہ رہا؟ بہرکیف! موسیٰؑ آگے بڑھے اور اس اللہ کے نیک بندے سے کہا: ''السلام عليك يا حبيب الله '''' اے اللہ کے حبیب! السلام علیکم''، شیخ نے ان کی طرف دیکھا، چہرہ چمک رہا تھا اور ان کے سلام کا اس طرح جواب دیا: وعليك السلام يا نبي الله ''یعنی اے اللہ کے نبی! وعلیکم السلام، پھر شیخ نے ان کو اپنے ساتھ بیٹھنے کے لئے بلایا، موسیٰؑ ان کے ساتھ بیٹھے اور تعجب خیز انداز میں پوچھنے لگے: کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ شیخ نے کہا: جی ہاں، کیا آپ بنی اسرائیل کے پیغمبر موسی (علیہ السلام) نہیں ہیں؟ موسیٰؑ اور زیادہ حیران ہوئے اور پوچھا: آپ کو میرے بارے میں کس نے بتایا، میرا تعارف کس نے کرایا؟ شیخ نے جواب دیا: آپ کے بارے میں مجھے اس ذات نے بتایا جس نے میرے بارے میں آپ کو بتایا اور مجھے آپ کا تعارف اس ذات نے کرایا جس نے آپ سے میرا تعارف کرایا ہے، موسیٰؑ کا دل شیخ کی ہیبت سے بھر گیا اور سمجھ گئے کہ یہ واقعی اللہ کے نیک صالح بندے ہیں اور اپنے رب کے محبوب ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت ان کو عطا فرمائی ہے اور اپنے پاس سے کوئی خاص علم عطا فرمایا ہے اور ان کو اپنا ولی بنایا ہے، پھر موسیٰؑ ان سے نرم اور لطیف انداز میں پوچھنے لگے:

﴿هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ (الكهف:٦٦)

''کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں، اس شرط سے کہ جو علم مفید آپ کو (منجانب اللہ) سکھلایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو بھی

سکھلا دیں“

موسیٰؑ کی اس بات پر شیخ مسکرائے اور موسیٰؑ سے فرمایا:

﴿اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا﴾ (۶۷)

”آپ سے میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا“

موسیٰؑ نے فرمایا: جو بات بھی آپ مجھے سکھائیں گے یا میری رہنمائی کریں گے میں اس پر ضرور صبر کروں گا۔ شیخ نے مسکراتے ہوئے اپنے سر کو ہلایا اور فرمایا:

﴿وَكَيۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰى مَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا﴾ (۶۸)

”بھلا ایسے امور پر آپ کیسے صبر کریں گے جو آپ کے احاطۂ واقفیت سے باہر ہیں“۔

یعنی اے موسیٰؑ! جو علم میرے پاس ہے وہ تیرے علم کے علاوہ ہے جو افعال مجھ سے صادر ہوں گے تم اس پر صبر و ضبط کبھی نہیں کر سکو گے‘ موسیٰؑ نے فرمایا:

﴿سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِىۡ لَكَ اَمۡرًا﴾ (۶۹)

” انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر (یعنی ضابط) پائیں گے اور میں کسی بات میں آپ کے حکم کے خلاف نہ کروں گے“

اس موقع پر ایک چڑیا آ کر پانی میں موجود ایک پتھر پر بیٹھ گئی اور اس نے پانی میں چونچ ماری پھر اڑ گئی‘ (یہ دیکھ کر) شیخ نے فرمایا: اے موسیٰؑ! اس چڑیا نے اپنی چونچ میں کتنا پانی لے لیا ہو گا؟ یقین جانو! خدا کی قسم! میرا علم اور تمہارا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے اس پرندے نے اس دریا سے پانی کا قطرہ اپنی چونچ میں اٹھایا‘ پھر ان بزرگ نے فرمایا:

﴿فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِىۡ فَلَا تَسۡـئَلۡنِىۡ عَنۡ شَىۡءٍ حَتّٰۤى اُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا﴾ (۷۰)

”(اچھا) اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو (اتنا خیال رہے

کہ) مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ اس کے متعلق میں خود ہی ابتداءً ذکر نہ کردوں''

موسیٰؑ نے فوراً فرمایا: ٹھیک ہے، مجھے یہ شرط منظور ہے، اب یہاں سے تین عجیب وغریب واقعات اور حیرت انگیز معجزات کا ذکر شروع ہوتا ہے جس کے اسباب اور وجوہات کی وضاحت خود یہ عبدِ صالح آخر میں کریں گے، وہ واقعات ایک معجزہ کی صورت میں ظاہر ہوئے اور موسیٰؑ اس وقت موجود تھے اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ یہ پوشیدہ علم کے معجزات ہیں۔

پہلا واقعہ:

اللہ کے پیغمبر موسیٰؑ دریا کے ساحل پر ان نیک بزرگ کے ساتھ ہولئے اور یوشع بن نون بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے جارہے تھے، اچانک دریا کے وسط میں ایک کشتی چلتی ہوئی نظر آئی، ان بزرگ نے اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا، کشتی دریا کے کنارہ کے قریب پہنچی، کشتی میں سوار لوگوں نے ان سے ان کے ارادہ کے متعلق پوچھا، لوگوں نے ان بزرگ کو دیکھ کر پہچان لیا، کیونکہ وہ لوگ ان کو ہمیشہ دریا کے کنارہ پر عبادت کرتے ہوئے دیکھا کرتے تھے، ان بزرگ نے ان سے کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ جہاں تم جارہے ہو ہمیں بھی اپنے ہمراہ سوار کرلو، لیکن ہمارے پاس اس کے لئے اجرت نہیں ہے، کشتی والوں نے کہا: خوش آمدید! آپ نیک وصالح آدمی ہیں، تشریف لایئے چنانچہ وہ بزرگ، موسیٰؑ اور یوشع اس کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی والوں نے ان کا خوب اکرام واحترام کیا اور انہیں مرحبا کہا، اور ان کی خدمت کرنے لگے، کشتی ان کو لے کر چلنے لگی، جب کشتی کسی شہر کی بندرگاہ پر ٹھہرنے کے لئے قریب پہنچی تو اس وقت موسیٰؑ نے ان بزرگ کی طرف سے ایک عجیب کاروائی دیکھی، کہ انہوں نے اس کشتی سے ایک کلہاڑی لی، اور کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ کو توڑنے کی کوشش شروع کردی یہاں تک کہ اس کو توڑ دیا، موسیٰؑ خود پر قابو نہ پاسکے، ان بزرگ نے کشتی کا جو حشر کیا اس پر ان کو غصہ آگیا، اس لئے کہ موسیٰؑ اس حرکت کو

کشتی والوں کے ساتھ بدسلوکی خیال کررہے تھے' نیز اس طرح تو سب کے غرق ہونے کا بھی خطرہ تھا' چنانچہ موسیٰؑ نے ان بزرگ سے کہا' چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہورہے تھے' یہ آپ نے کیا کردیا؟ ان لوگوں نے ہمیں بلا اجرت اپنی کشتی میں سوار کیا اور پھر غایت درجہ ہمارا اکرام بھی کیا مگر آپ نے ان کی کشتی کو پکڑ کے توڑ پھوڑ دیا تاکہ کشتی والے دریا میں ڈوب جائیں؟۔

﴿لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا﴾ (الکہف:۷۱)

''آپ نے بڑی بھاری (یعنی خطرہ کی) بات کی''

اُن بزرگ نے کہا:

﴿اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ (۷۲)

''کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہوسکے گا''

موسیٰؑ کو یہ بات فوراً یاد آ گئی' یعنی یہ وعدہ کہ جو افعال بھی ان سے صادر ہوں گے ان کے متعلق سوال نہیں کروں گا' موسیٰؑ کو ان بزرگ کے اس فعل پر تعجب ضرور ہوا کیونکہ یہ فعلِ قبیح ان کے علم کے مطابق بظاہر صحیح نہیں تھا' تاہم موسیٰؑ نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے ان بزرگ سے کہا:

﴿لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا﴾ (الکہف:۷۳)

''(مجھ کو یاد نہ رہا تھا سو) آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجیے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالیے''

جونہی وہ کشتی منزلِ مقصود پر جا کر رکی تو وہ بزرگ اس سے اترے اور شہر کے اندر چلنے لگے' ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے وہ بزرگ پہلے سے بھی زیادہ کوئی تعجب انگیز اقدام کے لئے تیار ہورہے ہوں چونکہ موسیٰؑ حقیقتِ حال سے واقف نہیں تھے اور اس ڈر سے کہ کہیں ان پر بے صبری کا الزام نہ لگا دیا جائے یا ان بزرگ کی کوئی شرط نہ ٹوٹ جائے موسیٰؑ

ان سے بحث کرنے سے بھی ڈر رہے تھے کیونکہ انہوں نے شروع میں ہی کہہ دیا تھا کہ جب تک میں تم سے حقیقتِ حال ذکر نہ کردوں تم مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا' اس لئے موسیٰؑ خاموش رہے۔

دوسرا واقعہ:

وہ بزرگ موسیٰؑ کے ہمراہ اس شہر کے اطراف میں اور اس کی گلی کوچوں میں گھوم رہے تھے کہ اچانک موسیٰؑ نے دیکھا کہ وہ بزرگ ایک لڑکے کے پاس گئے جو راستہ میں کھیل رہا تھا' اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن کو دباتے رہے حتیٰ کہ اس کو مار ڈالا موسیٰؑ یہ دیکھ کر بہت گھبرائے اور دہشت زدہ سے ہو گئے' موسیٰؑ کے لئے یہ ہیبتناک منظر ناقابلِ برداشت ہو گیا' موسیٰؑ نے جب اپنے سامنے قتل کی ایک بھیانک صورت دیکھی تو انہوں نے اس عبدِ صالح کی طرف بنظر تعجب دیکھا اور بڑے غضبناک اور ناراضگی کی حالت میں کہا: اس بیچارے لڑکے نے کیا گناہ کیا تھا جس کی پاداش میں آپ نے اس کو قتل کر دیا؟

﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا﴾ (الکھف:۷۴)

''آپ نے ایک بے گناہ بچے کو مار ڈالا (اور وہ بھی) بے بدلے کسی جان کے بے شک آپ نے (یہ تو) بڑی بے جا حرکت کی''

ان بزرگ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا:

﴿اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ (۷۵)

''کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا''

موسیٰؑ کو ان کے اس عمل پر بڑی حیرت ہوئی جن کے پیچھے محض علمی استفادہ کے لئے چلے تھے مگر تا حال کوئی ایسی چیز ان کے پاس نہیں ملی بلکہ یہ بزرگ ایسے ایسے

عجیب کام دکھا رہے ہیں جن کی اجازت شریعتِ موسوی نہیں دیتی' تاہم موسیٰؑ نے ان سے کہا:

﴿اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا﴾ (۷٦)

''اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق کچھ پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھیے بے شک آپ میری طرف سے عذر (کی انتہاء) کو پہنچ چکے ہیں''۔

تیسرا واقعہ:

وہ نیک بزرگ اور موسیٰؑ اس شہر سے نکلے اور ایک سفر طے کرنے کے بعد دوسرے شہر پہنچے' وہ دونوں بہت تھک چکے تھے اور بھوک بھی لگی ہوئی تھی' چنانچہ انہوں نے اس شہر کے لوگوں سے کھانا مانگا مگر کسی نے بھی ان کو نہیں پوچھا' جس سے بھی ضیافت کا کہتے وہ یہی جواب دیتا کہ ہم لوگ پردیسیوں کو اجرت کے ساتھ ہی کھانا دیتے ہیں' جس کو بھی ضیافت کے لئے کہتے تو یہی جواب ملتا کہ ہم بغیر قیمت کے کھانا نہیں دیتے' جب موسیٰؑ بہت تھک گئے تو موسیٰؑ اور ان کے خادم کسی گھر کی ایک دیوار کے سایہ میں آرام کے لئے بیٹھ گئے' موسیٰؑ نے ان بزرگ کو بھی اپنے ساتھ بیٹھنے کے لئے کہا تا کہ وہ بھی سفر کی مشقت کو دور کر سکیں اور آرام کر سکیں لیکن موسیٰؑ نے ایک عجیب چیز دیکھی جس سے ان کے ہوش اڑ گئے' موسیٰؑ نے دیکھا کہ وہ بزرگ قریب ایک پرانی دیوار جو گرنے ہی والی تھی اس کی کھوکھلی اینٹیں نکال رہے ہیں اور راستہ سے مٹی جمع کر کے اس کا گارا بنا کر اینٹوں کو اپنی جگہ دوبارہ مضبوطی کے ساتھ لگا رہے ہیں' یہاں تک کہ وہ دیوار دوبارہ مضبوطی کے ساتھ کھڑی ہو گئی مگر کسی سے اس کام کی مزدوری نہیں مانگی' موسیٰؑ کے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ بزرگ اپنے اس کام کی مزدوری لے لیتے تو اس سے شہر والوں سے کھانا خریدا جا سکتا تھا جو مسافروں کو اجرت پر ہی کھانا دیتے ہیں' جونہی وہ بزرگ اپنے کام سے فارغ ہوئے موسیٰؑ

بنے ان سے حیرت زدہ ہوکر پوچھا: آپ نے یہ دیوار کیوں کھڑی کی؟ یہ دیوار پہلے منہدم ہونے کو تھی آپ نے اس کی مرمت کردی، آپ نے دیوار کے مالک سے اپنے کام کی اجرت کیوں نہیں مانگی؟۔

﴿لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ (۷۷)

''اگر آپ چاہتے تو اس (کام) پر کچھ اُجرت ہی لے لیتے''

بزرگ نے اس وقت موسیٰ کی طرف دیکھا اور ان سے کہا:

﴿هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِكَ﴾ (۷۸)

''یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے''

موسیٰ متنبّہ ہوئے اور سمجھ گئے کہ میں نے اس معاہدہ سے تجاوز کیا ہے جو میرے اور شیخ کے درمیان ہوا تھا کہ جب تک وہ خود ذکر نہیں کردیں گے میں کچھ نہیں پوچھوں گا، اب موسیٰ کو شیخ سے فراق کا یقین ہوگیا، کیونکہ وہ اپنے آپ کو ضبط نہیں کرسکے تھے اور اپنی زبان کو کلام سے نہیں روک سکے تھے، اور ان بزرگ کی شرط کی پاسداری نہ کرسکے تھے، اس لئے موسیٰ نے ان سے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا: آپ بالکل بجا کہتے ہیں، آپ کو میرے ساتھ چلنے میں مشقت ہوئی، میں سوال کرنے سے اپنے آپ کو نہ روک سکا، نہ ہی اپنی زبان کو قابو کرسکا، اور نہ میں ان افعال کو دیکھ کر صبر کرسکا جو آپ سے صادر ہوئے۔ مگر شیخ نے بڑے نرم انداز میں کہا: افسوس نہ کیجئے اور غم بھی نہ کیجئے، میں آپ کو ان کاموں کی حقیقت سے آگاہ کروں گا جن کو دیکھ کر آپ سے صبر نہ ہوسکا، موسیٰ نے فوراً اشتیاق و فرحت سے کہا: آپ ضرور مجھے ان واقعات کی حقیقت سے آگاہ کیجئے، میں اس کا بہت مشتاق ہوں، شیخ نے کہا؟ ٹھیک ہے، آؤ چلو، بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ دیکھتے ہیں تاکہ میں ان کاموں کی وضاحت کردوں جن کی حقیقت تم سے مخفی رہی۔

آیندہ جب عبدِ صالح (بزرگ) مذکورہ تینوں واقعات (کشتی کا توڑنا، لڑکے کو قتل کرنا اور اس بخیل بستی کی دیوار کا بنانا جو غریب الوطن کو کھلاتی پلاتی نہیں تھی) کی حقیقت

کا انکشاف کریں گے تو ہمیں ان معجزات کا علم ہوگا جو موسیٰ کے لئے منکشف ہوئے' نیز موسیٰ کو معلوم ہوگا کہ جو علم ان کے پاس ہے وہ قلیل ہے۔

مخفی علم کے معجزات:

موسیٰ نے فوراً عبدِ صالح سے سوال کیا اور ان سے پوچھا: اس کشتی کا کیا معاملہ تھا؟ عبدِ صالح نے جواب دیا: اصل میں وہ کشتی چند مسکین لوگوں کی تھی جو اس دریا میں کام کرتے تھے اور وہ لوگ قلیل سامانِ تجارت میں بھی باہم شریک تھے اور ایک دوسری تجارت سے اس کا تبادلہ کرتے تھے' اور اس کے ذریعہ دوسرا سامان شہروں سے حاصل کرتے تھے' موسیٰ نے پوچھا: جب کشتی والے اتنے فقر و افلاس کا شکار تھے' انہوں نے ہمارا اکرام بھی کیا اور ہماری ضیافت میں اپنی جانیں لگا دیں تو پھر آپ نے ان کی کشتی کو کیوں توڑ دیا؟ بزرگ نے کہا: میں نے دراصل اس کشتی کو عیب دار کرنا چاہا تھا' کیونکہ وہ کشتی جس شہر میں جا کر رکی تھی اس شہر کا بادشاہ بڑا جابر اور ظالم تھا' وہ اپنے کارندوں کو ان جگہوں پر بھیجتا تھا جہاں کشتیاں آ کر ٹھہرتی تھیں' پھر وہ کارندے ان کشتیوں کو غصب کر لیا کرتے تھے جو اچھی حالت میں ہوتیں' وہ اپنے زور اور طاقت سے ایسی کشتیاں چھین لیا کرتے تھے مگر جو کشتیاں عیب دار ہوتیں یا خراب قسم کی ہوتیں ان کو چھوڑ دیتے تھے' اس لئے میں نے اس کشتی کو عیب دار کر دیا تاکہ وہ لوگ اس کو غصب نہ کر سکیں' اب موسیٰ کے سامنے حقیقت کھلی اور ایک ایسے علم کا معجزہ ظاہر ہوا جو ان کے خیال سے بھی بالاتر تھا' موسیٰ ان بزرگ سے ہنستے ہوئے کہنے لگے: اچھا! اس لئے آپ نے اس کشتی کو عیب دار کیا اور توڑا تاکہ وہ ظالم بادشاہ کشتی کے مسکین مالکوں سے ان کی کشتی غصب نہ کر سکے' عبدِ صالح نے کہا: ہاں' اسی لئے میں نے ایسا کیا تاکہ وہ کشتی ظالم بادشاہ کے ہاتھ نہ لگے' اور کشتی کے مالکان بعد میں کشتی کی مرمت وغیرہ کر کے اس کے ذریعہ معاش حاصل کر سکیں' موسیٰ کو کشتی والوں کا خیال آیا کہ وہ لوگ کشتی کے نقصان کی وجہ سے ضرور ناراض اور غضبناک ہوئے ہوں گے لیکن اگر ان کو بھی موسیٰ کی طرح اس امر کی حقیقت کا علم ہو جائے تو وہ بھی ضرور خوش ہوں

گے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کریں گے' ہر مصیبت کے اندر کشادہ حالی پوشیدہ ہوتی ہے'
پھر موسیٰؑ نے ان بزرگ سے کہا: آپ نے جو ایک کم سن بچے کو مارڈالا تھا اس کا کیا سبب
تھا؟ انہوں نے جواب دیا: اصل میں اس بچے کے ماں باپ ایمان دار تھے' اور یہ خود سرکش'
گمراہ کافر تھا۔

﴿فَخَشِينَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا﴾ (۸۰)

''پس ہم کو اندیشہ ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر ڈال
دے''۔

موسیٰؑ نے کہا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس سے اس کے ماں باپ کو راحت دی' اور ان کو معصیت
کے شر سے بچایا' لیکن وہ ماں باپ اپنے گمراہ بیٹے کی موت کی نعمت کو اس کی سخت موت
کے سبب سے ہی محسوس کر سکتے تھے' کیونکہ بعض چیزیں بظاہر بری معلوم ہوتی ہیں مگر
درحقیقت ان میں خیر مخفی ہوتی ہے' ان بزرگ نے اس کے بعد کہا: ہاں' اسی لئے میں نے
ایسا کیا' اور ہمیں منظور ہوا کہ بجائے اس کے پروردگارِ عالم ان کو ایسی اولاد دے جو
پاکیزگی (یعنی دین) میں اس سے بہتر ہو اور ماں باپ کے ساتھ محبت کرنے میں اس سے
بڑھ کر ہو' موسیٰؑ نے کہا: واقعی اللہ کی ذات ہر چیز پر قادر ہے' جسے وہ چاہتا ہے اپنی رحمت
سے نوازتا ہے' پھر موسیٰؑ نے عبدِ صالح سے پوچھا: اچھا اس دیوار کا کیا قضیہ تھا جسے آپ
نے کھڑا کیا اور کسی سے اس کام کی اجرت بھی نہیں لی؟ ان بزرگ نے جواب دیا: وہ دیوار
دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے تھے' اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا'
ان کے والد نے وفات سے قبل اس کو چھپا دیا تھا' اور ان کا باپ ایک نیک صالح اور متقی
آدمی تھا' اس لئے آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کی عمر کو
پہنچ جائیں اور اپنا دفینہ نکال لیں۔ موسیٰؑ نے استفسار کرتے ہوئے کہا کہ مطلب یہ ہوا کہ
آپ نے اس خزانہ کے ضائع ہونے کے خوف سے اس دیوار کو درست کر کے دوبارہ کھڑا
کیا؟ بزرگ نے جواب میں کہا: ہاں! اسی لئے میں نے وہ دیوار جو گرنے ہی کو تھی مرمت
کر کے دوبارہ کھڑی کر دی تاکہ وہ خزانہ محفوظ رہے اور کسی لاابالی کے ہاتھ نہ لگے اور جب

یہ یتیم بچے جوان ہوں تو خود اپنے معاش کے سلسہ میں اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اب موسیٰؑ کے سامنے معجزات کا ظہور ہوا اور اس مخفی علم کے حقائق آشکارا ہوئے جو اس نیک بندے نے موسیٰؑ کو سکھائے، نیز موسیٰؑ کو معلوم ہو گیا کہ جو علم ان سے مخفی تھا وہ ان (عبدِ صالح) کے لئے بالکل واضح تھا اور جو چیز ان کی آنکھوں سے مستور تھی وہ ان بزرگ کے سامنے بالکل مکشوف اور کھلی تھی، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم معجزات موسیٰؑ کو بھی سکھانے چاہے تو ان کو اس کے لئے چن لیا۔

(اہم مراجع)

۱۔ البداية والنهاية لابن كثيرؒ۔ ۲۔ تاریخ الطبری
۳۔ تفسیر الطبری۔ ٤۔ تفسیر ابن کثیر
٥۔ قصص القرآن لجاد المولی۔٦۔ قصص الانبیاء للثعلبی
۷۔ انبياء الله لاحمد بهجت۔ ۸۔قصص الانبیاء للنجار
۹۔ صحیح البخاری۔ ۱۰۔ صحیح مسلم
۱۱۔ تفسیر القرطبی

﴿ دریاؤں اور چشموں کے معجزات ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ عالی ہے:

﴿فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ (٦٣) وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ (٦٤) وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ (٦٥) ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (٦٦) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (٦٧)﴾ (الشعراء:۶۳۔۶۷)

''پھر ہم نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اپنی عصا کو دریا پر مارو چنانچہ (انہوں نے اس پر عصا مارا جس سے) وہ (دریا) پھٹ گیا اور ہر حصہ اتنا (بڑا) تھا جیسا بڑا پہاڑ اور ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس موقع کے قریب پہنچا دیا' اور (انجامِ قصہ یہ ہوا کہ) ہم نے موسیٰؑ کو اور ان کے ساتھ والوں کو سب کو بچالیا پھر دوسروں کو غرق کر دیا اور اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے' اور (باوجود اس کے) ان (کفار) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو دریا کے' چشموں کے اور دیگر بہت سے معجزات اس لئے عطا فرمائے تاکہ مومنوں کو ان سے قوت حاصل ہو اور وہ ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کر سکیں' نیز تاکہ یہ معجزات ایمانی درس وعبرت بن کر تنگ عقلوں کے لئے قابل قبول بن سکیں' اگر ہم موسیٰؑ کی زندگی پر ایک نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی حیات کا آغاز ایک صندوق سے ہوتا ہے جو دریائے نیل سے ہوتا ہوا فرعون کے محل تک پہنچا' پھر وہاں سے فرعون کی بیوی آسیہ نے اس کو اٹھایا' اور پھر موسیٰؑ دریائے نیل کے کنارہ پر آباد قصرِ فرعون میں پرورش پانے لگے' اور موسیٰؑ کے دریا کا معجزہ فرعون اور قومِ فرعون کی غباوت اور ان کی

بے وقوفی کے ساتھ شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون پر مینڈکوں اور ٹڈیوں کا عذاب بھیجا' پھر خون کا عذاب بھی بھیجا' دریائے نیل کا پانی خون میں تبدیل ہو گیا' کوئی بھی شخص اس کو پی نہیں سکتا تھا' خون کا یہ عذاب قوم فرعون کے لئے ایک نیا عذاب تھا' کیونکہ سابقہ عذاب تو معروف نوعیت کے تھے جس کا تعلق زرعی حالات سے تھا جس کی بقاء دریا سے وابستہ ہوتی ہے خواہ وہ دریا اپنا پانی بہاتا یا نہ بہاتا' لیکن خون کا یہ عذاب جو قوم فرعون کو دیا گیا یہ ایک نئی قسم کا عذاب تھا' مصر کے لوگ اس سے آشنا نہ تھے' دریائے نیل کا سارا پانی ہی خون میں بدل گیا؟ اور پھر اس دریا کے پانی کا خون میں تبدیل ہونا صرف ان مصریوں کے لئے تھا جو فرعون کے ماننے والے تھے' لیکن موسیٰ اور ان کی قوم کے لئے وہ پانی معمول کے مطابق صاف و شفاف تھا' وہ اس دریا سے عادت کے مطابق پانی پیتے تھے' حال یہ تھا کہ اگر کوئی مصری (فرعونی) اپنا برتن پانی پینے کے لئے بھرتا تو نکالنے کے بعد دیکھتا کہ اس کا برتن خون سے بھرا ہوا ہے' اس خدائی عذاب نے مصریوں کو اور فرعون کے محل میں رہنے والوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا' اور ان کو موسیٰ کے سوا کوئی ایسا شخص نہ ملا جو ان کو اس خوفناک عذاب سے نجات دلا سکے' چنانچہ وہ اس امید پر کہ موسیٰ اپنے رب سے دُعا کریں گے ان کے پاس استدعا کے لئے آئے اور آکر کہنے لگے: آپ اپنے رب سے عذاب کے دور ہونے کی دعا کریں ہم اب کی مرتبہ بنی اسرائیل کو ضرور رہا کر دیں گے۔ موسیٰ نے ان کی استدعا قبول کی' حالانکہ وہ لوگ اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ عہد شکنی کر چکے تھے' موسیٰ نے اپنے رب سے دُعا کی تو وہ عذاب ان سے دور ہو گیا' وہ پانی دوبارہ صاف ہو گیا' چنانچہ انہوں نے پانی پیا اور خوب سیر ہوئے' جب اس وعدہ کے ایفاء کا وقت آیا جو انہوں نے موسیٰ سے کیا تھا تو اس کو توڑ دیا' فرعون نے بھی اس وعدہ کی پرواہ نہیں کی کہ موسیٰ کو اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے جائیں' معاملہ مزید پیچیدہ ہو گیا' فرعون کا کفر وطغیان بڑھ گیا' اور وہ موسیٰ پر حملہ آوری کے لئے زیادہ سخت ہو گیا' اس نے اپنی قوم میں اپنی معبودیت کا اعلان کرتے ہوئے کہا: کیا میں مصر کی سلطنت کا مالک نہیں ہوں؟ اور کیا یہ نہریں میرے محل کے نیچے سے نہیں بہہ رہی ہیں؟ نیز فرعون

نے یہ اعلان کیا کہ موسیٰؑ جادوگر اور جھوٹا ہے اور وہ ایک فقیر و مفلس ہے، دولتمند نہیں ہے اس کے پاس تو سونے کا ایک کنگن بھی نہیں ہے، قرآنِ کریم نے یہ سارا واقعہ بیان کیا ہے، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (٤٦) فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ (٤٧) وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۚ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (٤٨) وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ (٤٩) فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (٥٠) وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (٥١) اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ (٥٢) فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ (٥٣) فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (٥٤)﴾ (الزخرف: ۴۶-۵۴)

''اور ہم نے موسیٰؑ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تھا سو انہوں نے (ان لوگوں کے پاس آ کر) فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر (ہوکر) آیا ہوں، پھر جب موسیٰؑ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ یکا یک ان پر لگے ہنسنے، اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی، اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب میں پکڑا تھا تا کہ وہ

(اپنے کفر سے) باز آجائیں اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دُعا کر دیجیے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے، ہم ضرور راہ پر آجائیں گے، پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹادیا تب ہی انہوں نے (اپنا) عہد توڑ دیا، اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی یہ بات کہی کہ اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں میرے (محل کے) پائین میں بہہ رہی ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو، بلکہ میں (ہی) افضل ہوں اس شخص سے جو کہ کم قدر ہے اور قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا، تو اس کے سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا فرشتے اس کے جلو میں پرا باندھ کر آئے ہوتے۔ غرض اس نے (ایسی باتیں کر کرکے) اپنی قوم کو مغلوب کر دیا اور وہ اس کے کہنے میں آگئے۔ وہ لوگ (کچھ پہلے سے بھی) شرارت کے بھرے تھے''

فرعون مزید مغرور اور متکبر ہوگیا، اور موسیٰؑ کے لئے یہ بات روزِ روشن کیطرح واضح ہوگئی کہ یہ فرعون اور اس کی قوم جتنے بھی وعدے کرلے اب یہ کبھی بھی ایمان نہیں لائی گئی، اور فرعون بنی اسرائیل کو تکلیفیں پہنچانے سے کبھی باز نہیں آئے گا، موسیٰؑ نے محسوس کرلیا کہ فرعون اور اس کی قوم کو سمجھانے بجھانے کا کوئی فائدہ نہیں، اب ان کی عقلوں پر پردے پڑ چکے ہیں اور انہوں نے اپنی آنکھیں بند کرلی ہیں تاکہ وہ آنکھیں خالق کے جمال کو اور اس کی مخلوق کی ان عبرتوں کو نہ دیکھ سکیں جو ان کی نگاہوں کے سامنے موجود تھیں، موسیٰؑ نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کر دی، اس مرتبہ کی یہ دُعا بڑی ناراضگی اور غضبناکی کے ساتھ مانگی گئی، موسیٰؑ اپنے بھائی ہارونؑ کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں دعا کے لئے کھڑے ہوئے، ہارونؑ نے بھی یہ بات محسوس کرلی تھی کہ اب ان لوگوں کو سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں، موسیٰؑ اور ہارونؑ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھادیئے اور دونوں بایں الفاظ اپنے رب سے دُعا کرنے لگے:

﴿یٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ (۸۸) فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ط فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ﴾ (الزخرف:۸۸۔۸۹)

''اے میرے رب یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے' تو آپ ان سے بے رخ رہئیے اور یوں کہہ دیجیے کہ تم کو سلام کرتا ہوں سو ان کو ابھی معلوم ہو جائے گا''

اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا قبول فرمائی اور موسیٰؑ و ہارونؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (یونس:۸۹)

''تم دونوں کی دُعا قبول کر لی گئی سو تم (تبلیغ پر) مستقیم رہو اور ان لوگوں کی راہ نہ چلنا جن کو علم نہیں''

آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اب اگلا قدم کیا ہوگا؟ موسیٰؑ کو مصر سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا اور اپنے ساتھ اپنی قوم کو بھی لے جانے کی اجازت دے دی گئی' لیکن بڑی عجیب بات ہے کہ موسیٰؑ کی قوم کے بعض لوگ ابھی تک ان پر ایمان نہیں لائے تھے' اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ان کے متعلق ذکر فرمایا ہے' چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ ط وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ج وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ (۸۳)﴾ (یونس:۸۳)

''پس موسیٰؑ پر (شروع شروع میں) ان کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں (ظاہر ہونے پر) ان کو تکلیف (نہ) پہنچادے' اور واقع میں (ڈرنا ان کا بے جا نہ تھا کیونکہ) فرعون اس ملک میں زور (سلطنت) رکھتا تھا اور یہ بات تھی کہ وہ حد

(انصاف) سے باہر ہو جاتا تھا''۔

جب فرعون نے اپنے لئے تمام راہیں مسدود کرلیں اور رحمتِ خداوندی سے نکل گیا تو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اس کافر و لعین شخص کا کام تمام ہو اور اس کے جرائم کو روکا جائے' اس لئے موسیٰؑ کو مصر سے نکل جانے کا حکم ہوا' (دوسری طرف) بنی اسرائیل نے فرعون سے اپنے میلہ میں جانے کی اجازت مانگی تو فرعون نے بادلِ نخواستہ ان کو اجازت دے دی' چنانچہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کی تیاری کرنے لگے' اور اپنے ساتھ اپنے زیورات بھی اٹھالئے اور مصریوں سے بھی بڑی تعداد میں زیورات عاریۃً لے لئے' رات ہوتے ہی بنی اسرائیل مصر سے نکلی' موسیٰؑ ان کے آگے آگے تھے' موسیٰؑ ان کو بحرِ احمر (بحرِ قلزم) کی طرف لے چلے' جہاں سے ان کا ارادہ بلادِ شام کی طرف جانے کا تھا۔ کچھ ہی دیر کے بعد فرعون کو اپنے جاسوسی ذرائع سے معلوم ہوگیا کہ موسیٰؑ اپنی قوم کو لے کر بلادِ شام کی طرف نکلے ہیں اور یہ کہ موسیٰؑ رات کے وقت مصر سے نکلے ہیں۔ فرعون مشتعل ہوگیا' اس نے حکم جاری کیا کہ ملک کے تمام شہروں سے ایک عظیم لشکر جمع کیا جائے اس نے اپنے اشتعال آمیز اور غضبناک احکامات کو جاری کرتے ہوئے کہا کہ موسیٰؑ نے اس کو بہت غصہ دلایا ہے' فرعون نے کہا:

﴿وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ﴾ (الشعراء:۵۵)

''اور انہوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے''

یعنی فرعون نے کہا کہ موسیٰؑ نے مجھے بہت زیادہ غصہ دلایا ہے لہٰذا ان کا اور ان کی قوم' بنی اسرائیل' کا کام تمام کردینا ضروری ہوگیا ہے' فرعون نے اس بات کا اعلان لوگوں کے سامنے واشگاف الفاظ میں کیا' بہت تھوڑے وقت میں فرعون نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کرلیا۔ موسیٰؑ کے تعاقب کے لئے اور ان کے قتل کے لئے ایک عظیم لشکر تیار ہوگیا' چنانچہ وہ لشکر تیزی کے ساتھ نکلا' چونکہ اس وقت وہ لشکر ایک بڑی تعداد میں تھا اور اس نے اپنے ساتھ کثیر مقدار میں اسلحہ و ہتھیار بھی اٹھا رکھے تھے اس لئے وہ موقع و منظر نہایت خوفناک اور ہیبت ناک تھا اور بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ انہوں نے اپنا تھوڑا بہت سامان

اپنے ساتھ اٹھا لیا تھا اور ڈرتے ڈرتے مصر سے نکلے تھے، بنی اسرائیل کا شدید تعاقب شروع ہو گیا، فرعون کا لشکر انتہائی سرعت کے ساتھ دوڑ رہا تھا جب کہ موسیٰؑ اور بنی اسرائیل اس تیز رفتاری سے نہیں چل رہے تھے، کیونکہ انہوں نے اپنی کمر اور کندھوں پر بہت سا سامان لدا ہوا تھا، اور وہ چاہتے تھے کہ ان کا یہ تھوڑا سا سامان محفوظ رہے، فرعون کا لشکر موسیٰؑ اور ان کی قوم کے قریب پہنچ گیا، بنی اسرائیل کی قوم جب بھی اپنے پیچھے کی جانب دیکھتی تو وہ عظیم لشکر ان کو خوف زدہ کر دیتا۔ کچھ ہی دیر کے بعد ایک بہت بڑا غبار اٹھا جس سے معلوم ہوا کہ فرعون کا لشکر اب قریب ہے، فرعونی لشکر کے جھنڈے نمودار ہوئے، قومِ موسیٰؑ مرعوب ہو گئی، صورتِ حال بڑی خطرناک ہو چکی تھی، ان کے آگے بحرِ قلزم ہے اور پیچھے ظالم دشمن ان کا کام تمام کرنے کے لئے بس آیا کھڑا ہے، اب بنی اسرائیل کے لئے کوئی موقع نہ رہا کہ وہ جانوں کا دفاع کر سکیں، کیوں کہ بیچارے بنی اسرائیل نہتّے تھے اور پھر ان میں زیادہ تر بچے اور عورتیں تھیں، اور وہ جانتے تھے کہ اگر فرعون نے ان کو پکڑ لیا تو وہ ضرور ان سب کو ذبح کر دے گا، کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا، لوگ خوف و دہشت کے مارے رونے لگے، آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں: اے موسیٰ ! فرعون قریب پہنچ گیا، فرعون قریب پہنچ گیا، وہ عنقریب ہمیں پکڑ لے گا، لیکن موسیٰؑ نے انتہائی اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنی قوم سے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ ضرور کوئی راہ دکھائے گا، موسیٰؑ نے اس وقت اپنے رب سے التجاء کی، کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی بھی پناہ گاہ نہیں، موسیٰؑ کو ایک صریح حکم کامل وحی کی صورت میں ملا کہ اپنا عصا اس دریا پر مارو، قرآنِ کریم میں بھی اس وحی کا ذکر آیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَأَتْبَعُوهُم مُّشْرِقِينَ (٦٠) فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ أَصْحٰبُ مُوسٰٓى إِنَّا لَمُدْرَكُونَ (٦١) قَالَ كَلَّا ۖ إِنَّ مَعِىَ رَبِّى سَيَهْدِينِ (٦٢) فَأَوْحَيْنَآ إِلٰى مُوسٰٓى أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ

الْعَظِيمِ (٦٣) ﴾ (الشعراء:٦٠-٦٣)

''غرض (ایک روز) سورج نکلنے کے وقت ان کو پیچھے سے جالیا' پھر دونوں جماعتیں آپس میں ایسی قریب ہوئیں کہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ہمراہی (گھبرا کر) کہنے لگے کہ (اے موسیٰ) ہم تو ہاتھ آ گئے۔ موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں کیونکہ میرے ہمراہ میرا پروردگار ہے وہ مجھ کو (دریا سے نکلنے کا) ابھی رستہ بتلا دے گا' پھر ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی عصا کو دریا پر مارو چنانچہ انہوں نے اس پر عصا مارا جس سے وہ (دریا) پھٹ گیا اور ہر حصہ اتنا (بڑا) تھا جیسا بڑا پہاڑ''۔

چنانچہ موسیٰ نے حکمِ ربی کی تعمیل کی' اس دریا پر عصا کو مارا جس سے وہ دریا دو حصے ہو گیا' یہ ان معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو عطا فرمائے' دریا کے وسط میں ایک سخت اور خشک راستہ کھل گیا اور دریا کے دونوں جانب مضبوط پہاڑ کی طرح موجیں کھڑی ہو گئیں' موسیٰ اور ان کی قوم اس حیران کن معجزہ کی جانب بڑھی جو دشمن کے لشکر کو عبرت کا نشان بنانے والا تھا' موسیٰ اپنی قوم کو لے کر دریا کے کنارہ پر پہنچے' دریا کا یہ معجزہ واقعی بڑا ہوش ربا اور حیران کن تھا کہ دریا کے دونوں جانب تو موجیں اٹھ رہی ہیں لیکن اس کے درمیان میں ایک خشک راستہ کھل گیا ہے جس کی وجہ سے غرق ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں' اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ فرعون کا لشکر بھی کچھ سوچے سمجھے بغیر ان کے تعاقب میں دوڑتا ہوا آ رہا ہے اور خاسر و نامراد ہوتا ہے' کفر اور سرکشی کی وجہ سے ان کی عقلوں پر پردے پڑ چکے ہیں' (بہرحال) دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا' مگر جب قومِ موسیٰ دریا کے اس وسط حصہ میں پہنچی جو ان کے لئے خشک ہو چکا تھا تو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ ظہور پذیر ہوئی کہ غرق ہونا تو درکنار ان کو دریا کا پانی چھوا تک نہیں۔

اسی دوران فرعون بھی اس دریا کے پاس پہنچ گیا' اس نے اس معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دریا دو حصے ہو گیا' اور اس کے اندر ایک خشک راستہ بن گیا ہے' پہلے تو

یہ دیکھ کر اسے خوف محسوس ہوا لیکن پھر اس کا عناد اور تکبّر بڑھ گیا' اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ اس عجیب راستہ پر چلے' چنانچہ اس کا لشکرِ جرّار تیز رفتاری سے راستہ کو طے کرتے ہوئے آگے بڑھا اور دریا کے اس خشک راستہ میں پہنچ گیا' ہر طرف سے تعاقب اور مقابلہ شدّت اختیار کر گیا' دونوں فریق آمنے سامنے آ گئے' مگر موسیٰؑ اور ان کی قوم فرعون کے لشکر سے پہلے ہی اس دریا کو عبور کر چکی تھی' جب بنی اسرائیل کا آخری آدمی دریا کے اس راستہ سے نکل کر دوسرے کنارہ پر پہنچ گیا تو موسیٰؑ نے چاہا کہ وہ دوبارہ اپنا عصا اس دریا پر ماریں تا کہ وہ اپنی پہلی والی حالت میں دوبارہ واپس لوٹ آئے' لیکن اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ وہ اس دریا کو اپنی موجودہ حالت میں رہنے دیں' موسیٰؑ چاہتے تھے کہ یہ دریا ہمارے اور فرعون کے درمیان فاصل بن جائے تا کہ ان کی قوم فرعون کے ظلم اور ہتھکنڈے سے بچ سکے' اگر وہ دریا کو اپنے حال پر چھوڑے رکھیں گے تو بہت ممکن ہے کہ حالات ہمارے خلاف ہو جائیں' مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا:

﴿وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُغْرَقُونَ﴾ (الدخان:۲۴)

''اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا' ان کا سارا لشکر ڈبو یا جائے گا''

چونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ میں یہ تھا کہ فرعون کو غرقاب کیا جائے اس لئے موسیٰؑ کو حکم دیا گیا کہ وہ اس دریا کو سکون کی حالت میں (یعنی خشک حالت میں) چھوڑے رکھیں۔

بہر حال فرعون اپنے لشکر کو لے کر دریا کے وسط میں پہنچا' اور قریب تھا کہ دریا کے دوسرے کنارے تک پہنچ جاتا اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کو حکم دیا' چنانچہ جبریلؑ نے دریا کی موجوں کو حرکت دی' تو ان موجوں نے فرعون اور اس کے لشکر کو اپنے گھیرے میں لے لیا' اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ غرق ہو گیا' فرعون اپنے کفر و عناد کے ساتھ غرق ہو گیا' کفر غرق ہوا اور ایمان کو نجات حاصل ہوئی' فرعون جس وقت غرق ہو رہا تھا اس نے جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھا' اور پھر اسے موسیٰؑ کے صادق و امین ہونے کا ادراک ہو گیا' اس وقت اسے

یقین ہوگیا کہ موسیٰؑ جادوگر یا جھوٹے نہیں ہیں' جیسا کہ اس نے اپنی کافر قوم کے مجمع کے سامنے اس بات کا دعویٰ کیا تھا' نیز وہ سمجھ گیا کہ وہ بے حیثیت شخص ہے' اور اس کا دعویٰ ربوبیت بھی غلط تھا' فرعون موت کی شدّت اور اس کی سختی میں مبتلا ہوگیا' نیز اسے اس بات کا اچھی طرح ادراک ہوگیا کہ اس نے موسیٰؑ سے عداوت و بغض اور عناد رکھ کر بہت بڑی غلطی کی تھی' اس لئے اب وہ ایمان لانے لگا' قرآنِ کریم میں اس کا ذکر اس طرح آیا ہے:

﴿حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَکَہُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ
اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (یونس:۹۰)

''یہانتک کہ جب ڈوبنے لگا (اور ملائکہ عذاب کے نظر آنے لگے) تو (سراسیمہ ہوکر) کہنے لگا میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں''

کیا فرعون کی توبہ قبول ہوئی؟ ہرگز نہیں! اس کی توبہ قبول نہ ہوئی' اس لئے کہ اس نے عذاب اور موت کو دیکھ لینے کے بعد کفر سے توبہ کی' جبریلؑ نے اس کو جواب میں کہا:

﴿آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ﴾ (۹۱)

''کیا اب ایمان لاتا ہے اور (معاینہ آخرت کے) پہلے سے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا (اب نجات چاہتا ہے)''

مطلب یہ ہے کہ

فرعون کے لئے توبہ کا متعین وقت ختم ہوچکا' اب موت اور غرق سے نجات حاصل ہونا ناممکن ہوگیا ہے' البتہ ہم صرف تیرے جسم کو بچائیں گے اور دریا کی موجیں تیری لاش کو کنارہ پر پھینک دیں گی' تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا نشان بنا رہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ﴾ (یونس:۹۲)

''سو (بجائے نجات مطلوبہ کے) آج ہم تیری لاش کو (پانی میں تہ نشین ہونے سے) نجات دینگے تا کہ تو ان کے لئے موجبِ عبرت ہو جو تیرے بعد (موجود) ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ (پھر بھی) بہت سے آدمی ہماری (ایسی ایسی) عبرتوں سے غافل ہیں''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو جو بہت سے معجزات عطا فرمائے یہ معجزۂ بحر بھی ان میں سے ایک ہے۔

(اہم مراجع)

۱۔ تفسیر ابن کثیر۔ ۲۔ تفسیر القرطبی
۳۔ تفسیر الطبری۔ ٤۔ البدایة والنهایة لابن کثیرؒ
٥۔ تاریخ الطبری۔ ٦۔ قصص الانبیاء للنجار
۷۔ قصص الانبیاء للثعلبی۔ ۸۔ المستفاد من قصص الانبیاء/
عبدالکریم زیدان۔ ۹۔ صحیح البخاری۔
۱۰۔ صحیح مسلم۔

﴿لاٹھی اور سانپ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى (١٧) قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَارِبُ أُخْرٰى (١٨) قَالَ أَلْقِهَا يٰمُوسٰى (١٩) فَأَلْقٰهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (٢٠) قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولٰى (٢١)﴾ (طہٰ:۱۷۔۲۱)

''اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰؑ' انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے میں کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں اور (کبھی) اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام (نکلتے) ہیں' ارشاد ہوا کہ اس کو (زمین پر) ڈال دو اے موسیٰؑ' سو انہوں نے اس کو ڈال دیا یکا یک وہ (خدا کی قدرت سے) ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا' ارشاد ہوا کہ اس کو پکڑلو اور ڈرو نہیں ہم ابھی اس کو اس کی پہلی حالت پر کر دینگے''

معجزات کی ابتداء:

موسیٰؑ کا واقعہ معجزات سے بھرا پڑا ہے' شاید اس کا سبب یہودیوں کا شدید عناد اور تکبّر ہے' موسیٰؑ کی زندگی میں معجزات کا آغاز اسی وقت سے ہوگیا تھا جب موسیٰؑ فرعون کے محل میں تھے اور اپنے بچپن کی زندگی گذار رہے تھے' اور فرعونِ لعین نے ہر اس بچہ کے قتل کا حکم صادر کر دیا تھا جو بنی اسرائیل میں پیدا ہو' لیکن اللہ تعالیٰ کو موسیٰؑ کی نجات منظور تھی' بلکہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ موسیٰؑ خود فرعون کے محل میں پرورش پائیں اور وہاں ان کی

نشو ونما ہوئی جب موسیٰؑ کی والدہ کو اپنے بیٹے کے بارے خطرہ لاحق ہوا کہ فرعونی اس کو ذبح کردیں گے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں الہام کیا کہ وہ ایک صندوق تیار کریں اور اس میں اپنے بچے کو رکھ کر دریا میں ڈال دیں' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا' بچہ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا' وہ صندوق پھر موسیٰؑ کو اٹھائے ہوئے اس کنارہ پر پہنچ گیا جہاں فرعون کا محل تھا' اس سے مقصد یہ تھا کہ فرعون کی بیوی اس کو دیکھ کر اپنے خاوند سے اس بات کا مطالبہ کرے کہ اس بچہ کو زندہ رہنے دیا جائے تا کہ جب یہ بڑا ہو تو اس کے سبب دنیوی فوائد حاصل ہوں' موسیٰؑ کی والدہ اپنے بیٹے کے متعلق پریشان اور فکرمند تھیں' اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو قلبی اطمینان دلایا جائے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے امِ موسیٰؑ کو الہام کیا کہ وہ صبر سے کام لیں' وہ ذات ایک دن ضرور ماں بیٹے کو آپس میں ملادے گی' موسیٰؑ کی بہن بھی چونکہ اپنے بھائی کے متعلق خائف تھیں اس لئے وہ ان کی دیکھ بھال کرتی رہیں اور کھوج میں لگی رہیں' اگر اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد نہ آتی تو وہ ضبطِ نفس سے کام نہ لے سکتیں۔ فرعون کی بیوی ''آسیہ'' کو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ یہ پیارا بچہ ان کے محل میں آپہنچا اور یہ کہ ان کے خاوند نے اس کو امان دینے پر رضامندی بھی ظاہر کردی اور اس کے ساتھ بنی اسرائیل کے بچوں جیسا سلوک کرنے سے اعراض کیا ہے' امّ موسیٰؑ کا حال یہ تھا کہ وہ انتہائی غمگین اور پریشان تھیں' جب وہ دریائے نیل میں موسیٰؑ کو ڈال رہی تھیں تو ان کے دل کی کیفیت یہ تھی کہ وہ موسیٰؑ کو نہیں بلکہ اپنے دل کے ٹکڑے کو دریا میں ڈال رہی تھیں' دریا میں صندوق ڈالنے کے بعد اس کے پیچھے پیچھے چلتی رہیں یہاں تک وہ صندوق نظروں سے اوجھل ہوگیا' امِ موسیٰؑ کا دل بے قرار ہوگیا' اگر اللہ نے ان کے دل کو مضبوط نہ کیا ہوتا اور انہیں صبر کی قوت نہ دی ہوتی تو وہ اپنے گم شدہ بچے کا حال سب پر ظاہر کردیتیں' اس لئے وہ مطمئن اور پرسکون ہوگئیں اور اپنے بیٹے کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا' اور اپنی بیٹی کو حکم دیا کہ وہ اطمینان کے ساتھ قصرِ فرعون کے قریب جا کر اپنے بھائی ''موسیٰؑ'' کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے' امِ موسیٰؑ نے اپنی بیٹی کو اس بات سے خبردار کیا کہ کسی کو یہ محسوس تک نہ ہو کہ تم ان کے حالات کی ٹوہ لگارہی ہو۔

(ادھر حال یہ تھا کہ) موسیٰؑ نے دودھ پلانے والی تمام عورتوں کا دودھ پینے سے انکار کردیا' اور ٹھان لی کہ وہ صرف اپنی ماں کا ہی دودھ پئیں گے' کیا موسیٰؑ کی زندگی کا یہ ایک عظیم معجزہ نہیں ہے؟ خود قرآنِ کریم موسیٰؑ کے بچپن کے متعلق بیان کرتا ہے' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی فٰرِغًا ؕ اِنۡ کَادَتۡ لَتُبۡدِیۡ بِہٖ لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰی قَلۡبِہَا لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (۱۰) وَقَالَتۡ لِاُخۡتِہٖ قُصِّیۡہِ ۫ فَبَصُرَتۡ بِہٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ (۱۱) وَحَرَّمۡنَا عَلَیۡہِ الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ فَقَالَتۡ ہَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰۤی اَہۡلِ بَیۡتٍ یَّکۡفُلُوۡنَہٗ لَکُمۡ وَہُمۡ لَہٗ نٰصِحُوۡنَ (۱۲)﴾ (القصص: ۱۰-۱۲)

''اور (ادھر یہ قصہ ہوا کہ) موسیٰؑ کی والدہ کا دل (خیالاتِ مختلفہ کے ہجوم سے) بے قرار ہوگیا' قریب تھا کہ وہ موسیٰؑ کا حال (سب پر) ظاہر کردیتیں اگر ہم ان کے دل کو اس غرض سے مضبوط نہ کئے رہیں کہ یہ (ہمارے وعدہ پر) یقین کیے (بیٹھی) رہیں' انہوں نے موسیٰؑ کی بہن (یعنی اپنی بیٹی) سے کہا کہ ذرا موسیٰؑ کا سراغ تو لگا' سو انہوں نے موسیٰؑ کو دور سے دیکھا اور ان لوگوں کو (یہ) خبر نہ تھی (کہ یہ ان کی بہن ہیں اور اس فکر میں آئی ہیں) اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰؑ پر دودھ پلائیوں کی بندش کر رکھی تھی سو وہ (اس موقع کو دیکھ کر) کہنے لگیں کیا میں تم لوگوں کو کسی ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں جو تمہارے لئے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ (دل سے) اس کی خیر خواہی کریں''

اللہ کا وعدہ سچا تھا' موسیٰؑ کی والدہ اپنے بیٹے کو دودھ پلانے لگی جبکہ فرعون کو اور اس کے محل کے کسی شخص کو حقیقتِ حال کی کوئی خبر نہیں' امِ موسیٰؑ ہر روز قصرِ فرعون میں دودھ

پلانے کے لئے آتیں، بچہ کو دیکھ کر اپنے دل کو تسکین اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرتیں اور بچہ اپنی ماں کا دودھ پیتا اور ماں کی مامتا سے لطف اندوز ہوتا۔

قرآنِ کریم نے اس معجزہ کا ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (القصص:۱۳)

''غرض ہم نے موسیٰؑ کو ان کی والدہ کے پاس (اپنے وعدہ کے موافق) واپس پہنچا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تا کہ (فراق کے) غم میں نہ رہیں اور تا کہ اس بات کو جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا (ہوتا) ہے لیکن (افسوس کی بات ہے کہ) اکثر لوگ (اس کا) یقین نہیں رکھتے''

موسیٰؑ کی محبت ہر ایک کے دل میں گھر کر گئی، جو بھی ان کو ایک مرتبہ دیکھ لیتا محبت کئے بغیر نہ رہ سکتا، اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی، اس لئے کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

﴿وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ﴾ (طٰہٰ:۳۹)

''اور میں نے تمہارے اوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا (تا کہ جو تم کو دیکھے پیار کرے) اور تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ''۔

موسیٰؑ بڑے ہوئے اور مضبوط جوان ہوئے اور بہت سے علوم حاصل کئے، موسیٰؑ جانتے تھے کہ وہ فرعون کے بیٹے نہیں ہیں، نیز موسیٰؑ، فرعون اور اس کے کارندوں کے ظلم وستم سے بھی واقف تھے جو وہ بنی اسرائیل کے ساتھ روا رکھے ہوئے تھے، ایک دن موسیٰؑ شہر میں گئے وہاں دیکھا کہ ایک فرعونی بنی اسرائیل کے ایک آدمی سے لڑ رہا ہے، بنی اسرائیل کے اس کمزور آدمی نے موسیٰؑ کو اپنی مدد کے لئے پکارا، موسیٰؑ نے مداخلت فرمائی اور اس ظالم

شخص کو مکّا مارا جس کے صدمہ سے وہ مارا گیا' موسیٰؑ اس قدر طاقتور تھے کہ جب وہ اپنے مدّ مقابل پر ایک ہی ضرب لگاتے تو اس کا کام ہی تمام ہو جایا کرتا تھا' بہر حال موسیٰؑ نے اس آدمی کو قصداً قتل نہیں کیا' موسیٰؑ نے کہا:

﴿هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ﴾

''یہ کوئی شیطانی حرکت ہوگئی بیشک شیطان (بھی آدمی کا) کھلا دشمن ہے غلطی میں ڈال دیتا ہے''۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی' عرض کیا:

﴿اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْلِىْ﴾

''اے میرے پروردگار مجھ سے قصور ہو گیا' آپ معاف کر دیجیے''

کچھ دنوں کے بعد بنی اسرائیل کا وہی شخص آیا جس کی خاطر موسیٰؑ نے فرعونی کو مار ڈالا تھا' اور ایک اور آدمی کے خلاف لڑائی میں موسیٰؑ سے مدد مانگنے لگا' موسیٰؑ سمجھ گئے کہ اسے لڑنے مرنے کا بڑا شوق ہے' ہر وقت لڑتا رہتا ہے' موسیٰؑ نے سختی کے ساتھ اس کو جواب دیا:

﴿اِنَّكَ لَغَوِىٌّ مُّبِيْنٌ﴾

''بیشک تو صریح بدراہ (آدمی) ہے''

موسیٰؑ نے یہ کہہ کر اس کو ایک طرف ہٹا دیا' وہ شخص (اسرائیلی) یہ سمجھا کہ جس طرح انہوں نے کل گزشتہ اس کے دشمن کو مارا تھا اسی طرح مجھے بھی مار دیں گے اس لئے وہ موسیٰؑ سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہنے لگا:

﴿يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًام بِالْاَمْسِ ق اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ﴾ (القصص:۱۹)

''اے موسیٰؑ کیا (آج) مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کل ایک آدمی

قتل کر چکے ہو' (معلوم ہوتا ہے کہ) بس تم دنیا میں اپنا زور بٹھلانا
چاہتے ہو اور صلح (اور ملاپ) کروانا نہیں چاہتے''

جب اسرائیلی نے یہ باتیں کہیں تو اس کے مخالف مصری کے لئے یہ راز کھل گیا کہ جس شخص کو فرعون کے لشکر ڈھونڈ رہے ہیں وہ یہی موسیٰ ہیں' اس سے پہلے کسی کو بھی قاتل کا علم نہیں تھا' موسیٰ خوف و وحشت میں مبتلا ہوئے' اللہ تعالیٰ نے ان کی خیر خواہی کے لئے ایک سمجھ دار شخص بھیج دیا' جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیتِ مبارکہ میں آتا ہے:

﴿فَلَمَّا اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا م بِالْاَمْسِ ق اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ﴾ (القصص:۱۹)

''سو جب موسیٰ نے اس پر ہاتھ بڑھایا جو دونوں کا مخالف تھا' وہ اسرائیلی کہنے لگا اے موسیٰ کیا (آج) مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کل ایک آدمی قتل کر چکے ہو (معلوم ہوتا ہے کہ) بس تم دنیا میں اپنا زور بٹھلانا چاہتے ہو اور صلح (اور ملاپ) کروانا نہیں چاہتے''

چنانچہ موسیٰ اپنے رب سے یہ دُعا کرتے ہوئے شہر سے کسی طرف کو نکل گئے:

﴿رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اے میرے پروردگار مجھ کو ان ظالم لوگوں سے بچا لیجئے''

موسیٰ مدین چلے گئے اور وہاں ایک بڑے کنوئیں کے پاس جا کر بیٹھ گئے' لوگ اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لئے اس کنوئیں پر آ رہے تھے' موسیٰ کی حالت یہ تھی کہ وہ سفر کی وجہ سے سخت تکان میں مبتلا تھے' ایک مدت سے کچھ نہ کھانے کی وجہ سے بھوکے بھی تھے اور ایک ساتھ ساتھ اپنے دل میں یہ احساس بھی لئے ہوئے تھے کہ میں غریب الوطن ہوں اور قتل کے سبب فرعون اور اس کی قوم کے ہاتھ سے بھاگا ہوا ہوں' ان حالات میں موسیٰ

نے اس کنوئیں کے پاس ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے اپنے رب سے دُعا کی' عرض کی:

﴿رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ﴾ (القصص:۲۴)

''اے میرے پروردگار (اس وقت) جو (نعمت) بھی آپ مجھ کو بھیج

دیں میں اس کا (سخت) حاجتمند ہوں''

موسیٰؑ نے اس جگہ چرواہوں کی ایک جماعت دیکھی جو اپنی بکریوں کو پانی پلا رہی تھی' نیز وہاں دوعورتوں کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی بکریاں اس ڈر سے روک رکھی ہیں کہ کہیں وہ دوسروں کی بکریوں کے ساتھ نہ مل جائیں' موسیٰؑ سمجھ گئے کہ یہ عورتیں تعاون کی محتاج ہیں' چنانچہ موسیٰؑ آگے بڑھے اور ان سے پوچھا کہ کیا میں تمہاری کچھ مدد کرسکتا ہوں؟ بڑی لڑکی نے کہا: ہم اصل میں انتظار میں ہیں کہ کب یہ چرواہے اپنی بکریوں کو پانی پلا کر فارغ ہوں تا کہ پھر ہم اپنی بکریوں کو پانی پلائیں' موسیٰؑ نے کہا: تم ان کے ساتھ مل کر اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلالیتیں؟ چھوٹی لڑکی نے جواب دیا: ہم لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے ایسا نہیں کرسکتے' آپ دیکھ ہی رہے ہیں!!۔

موسیٰؑ نے ان کی طرف بنظرِ حیرت دیکھا کہ یہ عورتیں بکریاں چراتی ہیں حالانکہ یہ کام مردوں کا ہے' اس لئے کہ یہ مشقت آمیز اور دقت آمیز کام ہے' موسیٰؑ نے ایک بار پھر ان سے پوچھا: آخر یہ بکریاں تم کیوں چراتے ہو؟ چھوٹی لڑکی نے جواب میں کہا: دراصل ہمارے والد بہت بوڑھے ہوچکے ہیں' ان کی صحت اجازت نہیں دیتی کہ وہ ہر روز ہمارے ساتھ گھر سے نکلیں۔

جب موسیٰؑ نے یہ سنا تو انتہائی شرافت کے ساتھ آگے بڑھے اور کہا: آپ کی بکریوں کو میں پانی پلائے دیتا ہوں' موسیٰؑ چلے' وہ لڑکیاں ان کے پیچھے تھیں اور بکریاں موسیٰؑ کے آگے آگے تھیں' حتی کہ مدین کے کنوئیں پر پہنچ گئے' وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ان چرواہوں نے کنوئیں کے منہ پر ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا ہے جسے دس آدمی ہی مل کر ہلا سکتے تھے' موسیٰؑ نے فوری طور پر وہ پتھر پکڑا اور اس کو کنوئیں کے منہ سے ہٹادیا' موسیٰؑ بڑے طاقتور تھے' ان عورتوں نے بھی پتھر اٹھاتے وقت ان کی قوت اور طاقت کا مشاہدہ کیا'

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو ایسی قوّت عطا فرمائی تھی جو اس دور کے اعتبار سے ایک معجزہ سے کم نہ تھی۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام نے بکریوں کو پانی پلایا اور پھر وہ پتھر اپنی جگہ پر رکھ دیا' اور ان لڑکیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا' پھر موسیٰؑ اسی درخت کی طرف واپس لوٹے جس کے نیچے پہلے بیٹھے تھے' اور ہاتھ اٹھائے اور ایک بار پھر وہ مشہور دُعا کی جس کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے:

﴿رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ﴾

''اے میرے پروردگار (اس وقت) جو نعمت آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا سخت حاجتمند ہوں''

وہ دونوں لڑکیاں گھر واپس پہنچیں اور اپنے والد شعیبؑ سے اس معزز نوجوان کا سارا قصہ بیان کیا جس نے ان کی بکریوں کے لئے کنوئیں سے پانی کھینچا اور پھر پلایا' جس کے سبب وہ لڑکیاں خلافِ معمول گھر جلد واپس لوٹ آئیں' بیٹیوں نے اپنے باپ کو ساری بات خوب وضاحت کے ساتھ بتائی کہ وہ نوجوان کسی دور دراز علاقہ سے سفر طے کر کے آئے ہیں اور بڑے تھکے ماندے اور بھوکے محسوس ہوتے ہیں' باپ نے اپنی کسی بیٹی کو ان کے پاس بلا بھیجا تا کہ انہیں اپنے کام (بکریوں کو پانی پلانے) کی اجرت دی جائے' چنانچہ وہ بیٹی شرماتے ہوئے موسیٰؑ کے پاس آئی اور اپنے باپ کا پیغام دیا' موسیٰؑ جانے کے لئے تیار ہوئے اور اس کو کہا کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلو اور راستہ دکھاؤ' جب گھر پہنچے تو شعیبؑ نے ان کا خوب اکرام کیا' خاطر تواضع بھی کی اور اپنی ایک بیٹی اس شرط پر نکاح کے لئے پیش کی کہ وہ ان کے پاس آٹھ سال تک بکریاں چرائیں گے' اگر وہ دس سال تک یہ خدمت انجام دیں تو ان کی مرضی ہے' موسیٰؑ نے اس عمدہ پیش کش کو قبول کیا اور اس امر پر شعیبؑ سے اتفاق کیا' یوں کئی سال گزر گئے' اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو اپنا پیغمبر اور بارِ امانت کا حامل بنانا تھا' متعین کردہ مدّت کا اختتام ہوا اور موسیٰؑ کی زندگی میں معجزہ کبریٰ کا ظہور اور آغاز ہوا' ہم ذیل کی سطروں میں کوہِ طور سے معجزہ کی ابتداء اور عصا اور سانپ کے درمیان تعلق کو ملاحظہ کریں گے۔

عصائے موسیٰ علیہ السلام:

موسیٰؑ کا عصا بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تصرّف کے تحت ان معجزات میں سے ایک تھا جو موسیٰؑ کو عطا کئے گئے تھے‘ مشیتِ خداوندی کے مطابق وہ عصا مختلف صورتیں اور حالتیں اختیار کر لیتا تھا‘ لیکن موسیٰؑ کی نظر میں اس کی اہمیت صرف دو چیزوں میں منحصر تھی جس کا ذکر قرآنِ کریم کی اس آیت میں آتا ہے:

﴿اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىْ﴾

''میں اس عصا (لاٹھی) پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ذریعے درخت کے پتے اپنی بکریوں کو کھلانے کے لئے جھاڑتا ہوں''

مگر چونکہ موسیٰؑ اللہ کے نبی تھے اور اللہ کے پیغمبر جامع کلام کیا کرتے ہیں اس لئے ان دو اہمیتوں کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وَلِىَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى﴾

''اس عصا سے اور بھی بہت سے مقاصد حاصل ہوتے ہیں''۔ علماء نے موسیٰؑ کے عصا کے متعدد نام ذکر کئے ہیں''بعض کہتے ہیں موسیٰؑ کے عصا کا نام ''ماسا'' تھا‘ بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام ''نفعۃ'' اور ''غیاث'' تھا‘ جب کہ بعض علماء اس کا نام ''علیق'' بتاتے ہیں‘ اس عصا کی لمبائی موسیٰؑ کی لمبائی سے دس ہاتھ (گز) تھی۔ (۱)

موسیٰؑ کے اس عصا کے متعلق بہت سی حکایتیں منقول ہیں‘ مؤرخین اور سیرت نگاروں نے ان کو ذکر کیا ہے‘ جیسے ایک حکایت یہ ذکر کی جاتی ہے کہ موسیٰؑ کے عصا کے دو حصے تھے جن کے نیچے خم دار ڈنڈا لگا ہوا تھا اور اس کے نیچے لوہے کے دو دانت تھے‘ موسیٰؑ جب کسی غار میں داخل ہوتے یا انتہائی تاریک رات میں سفر کرتے تو عصا کے وہ دونوں حصے شمع کی طرح روشن ہوجاتے اور حدِ نگاہ تک راستہ کو روشن کردیتے‘ اور جب موسیٰؑ کو پانی کی ضرورت پیش آتی تو اس عصا کو کنوئیں میں لٹکا دیتے تو وہ کنوئیں کے پانی کے برابر

(۱) العرائس للثعلبی۔ص:۱۵۶۔

دراز ہو جاتا اور اس عصا کا سرا ڈول کی طرح ہو جاتا پھر موسیٰ اس کے ذریعہ کنوئیں سے پانی کھینچتے(۱)۔ بہر حال اس عصا کی مختلف صفات بیان کی جاتی ہیں، ہم ان کی تحقیق اور اس میں غور و خوض نہیں کرنا چاہتے، کیونکہ ہمیں اس کی صحت کا علم نہیں ہے، اسی طرح اس عصا کے بارے میں ایک حکایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب یہ عصا زمین پر مارا جاتا تو زمین سے اس قدر طعام برآمد ہو جاتا جو موسیٰ کے ایک دن کے لئے کافی ہوتا، اور جب اس عصا کو کسی دشوار گزار سخت قسم کے پہاڑ پر یا پتھروں اور کانٹوں والے راستہ پر مارا جاتا تو وہ راستہ کشادہ ہو جاتا۔

بہرکیف! موسیٰ نے جب اس مدت کو پورا کر لیا جس کی تعیین شعیبؑ نے کی تھی، تو اس دوران موسیٰ کی شعیبؑ کی بیٹی ''صفورا'' سے شادی ہوئی، موسیٰ نے مدین سے نکلنے کا ارادہ کیا، پس آپ اپنی اہلیہ کے ہمراہ سرزمینِ مدین کو چھوڑتے ہوئے بلادِ شام کی جانب چل پڑے، سردیوں کا موسم تھا، سخت سردی اور تاریکی کا عالم تھا، آپ کے ساتھ آپ کی بیوی اور بھیڑ بکریاں تھیں جو شعیبؑ نے ان کو کام کی اجرت کے طور پر دی تھیں، موسیٰ شہر کی آبادی سے نکلتے ہوئے اور شام کے ملوک سے ڈرتے ہوئے شام کی سرزمین پر سفر طے کرنے لگے، آپ کا اس روز اہم مقصد اپنے بھائی ہارون کو مصر سے نکالنا تھا، موسیٰ راستوں سے واقف نہیں تھے، آپ چلتے چلتے کوہِ طور کی مغربی جانب جا پہنچے، سخت سردیوں کی رات ہے، رات کا شدید اندھیرا چھایا ہوا ہے اور آسمان گرج رہا ہے بجلی چمک رہی اور بارش برس رہی ہے، اور پھر آپ کی زوجہ بھی حاملہ ہیں، نویں مہینہ میں ہیں، وہ اچانک دردِ ولادت سے دوچار ہوئیں، حضرت موسیٰ اپنی زوجہ کی حالت، سخت سردی اور اندھیری رات کی وجہ سے بہت پریشان ہوئے، اسی اثناء میں حضرت موسیٰ نے کوہِ طور کی جانب ایک روشنی محسوس کی، آپ نے اسے آگ خیال کیا، اپنی بیوی سے کہنے لگے:

﴿امۡكُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡكُمۡ مِّنۡهَا بِقَبَسٍ اَوۡ اَجِدُ عَلَی النَّارِ هُدًی﴾ (طٰہٰ:۱۰)

(۱) ایضاً

''تم ٹھہرے رہو میں نے آگ دیکھی ہے شاید اس میں سے تمہارے پاس شعلہ لاؤں یا (وہاں) آگ کے پاس رستہ کا پتہ مجھ کومل جائے''

موسیٰؑ چاہتے تھے کہ انہیں کوئی راستہ بتانے والا مل جائے لیکن جب وہ اس آگ کے قریب پہنچے تو وہاں ایک عظیم نور (روشنی) دیکھا جو آسمان سے لے کر اس درخت تک پھیلا ہوا تھا جو اس جگہ موجود تھا' موسیٰؑ جب اس وادی میں داخل ہوئے جس کو طُویٰ کہا جاتا ہے تو آپ نے وہاں بہت سکون اور خاموشی کو محسوس کیا' موسیٰؑ اس آگ کے قریب ہی ہوئے تھے کہ آپ نے ایک غیبی آواز سنی موسیٰؑ کو (منجانب اللہ) آواز دی گئی:

﴿اَنْ ۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (النمل:۸)

''جو اس آگ کے اندر ہیں (فرشتے) ان پر بھی برکت ہو اور جو اس کے پاس ہیں (موسیٰؑ) اس پر بھی برکت ہو اور رب العالمین پاک ہیں''

موسیٰؑ اچانک رک گئے' آپ پر کپکپی طاری ہوگئی' موسیٰؑ سمجھے کہ یہ آواز کسی محدود جگہ سے نہیں بلکہ ہر طرف سے آرہی ہے' پھر موسیٰؑ کو اس مبارک میدان کی داہنی جانب سے ایک درخت میں سے آواز آئی اور زمین اللہ کی ہیبت وجلال سے ہل گئی' اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی:

﴿اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ﴾ (طٰہٰ:۱۲)

''میں ہی تمہارا پروردگار ہوں''

یہ سن کر موسیٰؑ کے خوف اور لرزنے میں مزید اضافہ ہوگیا' اس کے بعد موسیٰؑ نے یہ آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے:

﴿فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ (طٰہٰ:۱۲)

''پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو (کیونکہ) تم ایک پاک میدان یعنی طُویٰ میں ہو''۔

جب موسیٰؑ نے یہ آواز سنی تو انہیں یقین ہو گیا کہ وہ ان کے رب تعالیٰ ہیں' آپ کا دل دھڑ کنے لگا' زبان اڑنے لگی اور گھبراہٹ طاری ہوگئی' حالت یہ ہوگئی کہ روحِ حیات ہوتے ہوئے بھی ایسے ہوگئے جیسے جسم سے روح ہی خارج ہوگئی ہو' اس حکمِ خداوندی کا سبب یہ تھا کہ آپ کے قدم اس مبارک اور پاکیزہ مقام کو مس کریں تا کہ اس کی برکت انہیں حاصل ہو' کیونکہ وہ مقدس مقام تھا' بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کا سبب یہ تھا کہ کسی مقدس مقام پر ننگے پاؤں چلنا تواضع کی علامت کے علاوہ احترام اور تہذیبِ نفس شمار کیا جاتا ہے' بعد ازاں موسیٰؑ نے اس پیغامِ الٰہی کو قبول کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ پیغمبر ہیں' چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى (١٣) اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (١٤) اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى (١٥) فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَتَرْدٰى (١٦)﴾ (طٰہٰ:۱۳۔۱۶)

''اور میں نے تم کو (نبی بنانے کے لئے) منتخب فرمایا ہے سو (اس وقت) جو کچھ وحی کی جارہی ہے اس کو سن لو (وہ یہ ہے کہ) میں اللہ ہوں' میرے سوا کوئی معبود نہیں' تم میری ہی عبادت کرو' اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو' (دوسری بات یہ سنو) کہ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے' میں اس کو (تمام خلایق سے) پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے' سو تم کو قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا' اور اپنی (نفسانی)

خواہشوں پر چلتا ہے کہیں تم (اس بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ''۔

اس کے بعد اس عصا کا ذکر آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے موسیٰ کے من جملہ معجزات میں سے ایک معجزہ بنا' رحمٰن و رحیم نے اپنے بندے موسیٰ سے اس عصا کے بارے پوچھا!

﴿وَمَاتِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى﴾ (طٰہٰ:۱۷)

''اے موسیٰؑ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے''؟

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی علمی حدود کے مطابق جواب دیا:

﴿هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى﴾ (طٰہٰ:۱۸)

''یہ میری لاٹھی ہے' میں (کبھی) اس پر سہارا لگاتا ہوں اور (کبھی) اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام (نکلتے) ہیں''

موسیٰؑ اتنی بات کہہ کر خاموش ہو گئے' اس لئے کہ ایک بشر کی یہی حد ہے' موسیٰؑ بھی بشری حدود ہی رکھتے تھے' اور اس کے علاوہ وہ دوسرے کام جنہیں موسیٰؑ جانتے تھے وہ یہ ہیں کہ موسیٰؑ اس عصا کو زمین پر ڈالتے تو وہ ایک بہت بڑے اژدھے کی شکل اختیار کر لیتا تھا اور زمین پر رینگنے لگتا تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ انتہائی سیاہ اژدھا تھا' چار ٹانگوں پر چلتا تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ انتہائی سیاہ اژدھا تھا' چار ٹانگوں پر چلتا تھا' اس کے دو حصے ایک کھلے ہوئے منہ کی صورت اختیار کر لیتے تھے' اور اس کے منہ میں بارہ دانت تھے جس سے آگ کے شعلہ کی طرح آواز آتی۔ اور خم دار ڈانڈا اس کے لئے کلغی کے طور پر بن جاتا تھا جس سے آگ کی طرح شعلے نکلتے' اور اس کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی تھیں' اور اس کا وصف یہ تھا کہ وہ اژدھے کی طرح عظیم' سانپ کی طرح لطیف

اور نرم تھا' قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ایک مقام پر خود اسی طرح فرماتے ہیں:

﴿فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ﴾

''یعنی وہ عصا اچانک ایک بڑا اژدھا بن گیا''

ایک جگہ فرمایا:

﴿كَاَنَّهَا جَآنٌّ﴾

''یعنی گویا کہ وہ سانپ ہے''

اور ایک مقام پر فرمایا:

﴿فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی﴾

''یعنی وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا''

اب ہم دوبارہ موسیٰ علیہ السام اور رب العزت عزوجل کے مابین گفتگو کے سلسلہ کی طرف لوٹتے ہیں' جب موسیٰ نے رب العزت کو بتایا کہ میرے ہاتھ میں لاٹھی ہے تو پھر ایک اور حکمِ الٰہی آیا:

﴿اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی﴾ (طٰہٰ:۱۹)

''یعنی اس کو (زمین پر) ڈال دوائے موسیٰ''

موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل حکم کے لئے اپنی لاٹھی اپنی لاٹھی جب زمین پر ڈالی تو موسیٰ یہ منظر دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہ لاٹھی ایک بہت بڑے اژدھے کی شکل میں تبدیل ہوگئی پھر وہ اژدھا بڑی تیزی سے حرکت کرنے لگا' موسیٰ اس خوفناک صورتِ حال کا مقابلہ نہ کر سکے' ان کا جسم اور بدن تھرتھر کانپنے لگا' ان کے دل میں خوف وگھبراہٹ کا احساس پیدا ہوگیا' آپ گھبرا کر پیچھے کی جانب مڑے' ابھی چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ پروردگار نے انہیں آواز دی۔۔۔تاکہ ان کو قلبی اطمینان دلایا جائے اور ثابت قدم رکھا جائے' اللہ تعالیٰ نے آواز دی:

﴿یٰمُوْسٰی لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ (النمل:۱۰)

''اے موسیٰؑ ڈرو نہیں اور ہمارے حضور میں پیغمبر نہیں ڈرا کرتے''

نیز ارشاد ہوا:

﴿اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ قف اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ﴾ (القصص:۳۱)

''آ گے آؤ اور ڈرو مت' تم (ہر طرح) امن میں ہو''

یہ سن کر موسیٰؑ تھوڑی دیر کے لئے رکے اور واپس اسی جگہ سانپ سے ڈرتے ہوئے آ گئے جہاں وہ سانپ حرکت کر رہا تھا' موسیٰؑ اتنے بڑے اژدھے کے سامنے کیسے کھڑے ہو سکتے تھے جو اپنا سر اٹھائے ہوئے اور منہ کھولے ہوئے تھا؟ رب العزت نے دوبارہ موسیٰؑ کو آواز دی:

﴿خُذْهَا وَلَا تَخَفْ صلے﴾ (طٰہٰ:۲۱)

''اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں''

موسیٰؑ اس کو کیسے پکڑ لیتے وہ تو حرکت کر رہا ہے؟ موسیٰؑ کے لئے یہ امر مشکل تھا کہ وہ اتنے بڑے اژدھے کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتے' یہ تو موت کو گلے لگانے والی بات ہے' اس کی کون جرأت کر سکتا ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حکم کی تاکید اور اطمینان اور نہ ڈرنے کا وعدہ آیا: ارشاد ہوا!

﴿خُذْهَا وَلَا تَخَفْ صلے سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى﴾

''اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں ہم ابھی اس کو اس کی پہلی حالت پر کر دینگے''

موسیٰؑ کو تھوڑی دیر کے لئے تردد ہوا پھر ڈرتے ہوئے اس کے قریب ہونے لگے' موسیٰؑ نے اپنا ہاتھ اس سانپ کی طرف بڑھایا جو حرکت کر رہا تھا' موسیٰؑ کے جسم پر اون کا ایک جبّہ تھا' آپ نے اس اژدھے سے ڈرتے ہوئے آستین کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ دیا' حکم ہوا کہ آستین سے اپنا ہاتھ باہر نکالیں' آپ نے آستین سے ہاتھ باہر نکالا اور اس کے سر کے نیچے رکھ دیا' جب موسیٰؑ نے اس اژدھا کو چھوا تو دیکھا کہ وہ تو ان کا وہی عصا بن گیا

ہے جو ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا' اور ان کا ہاتھ اس کے انہیں دو حصوں کے درمیان ہے جہاں وہ اس کو رکھتے تھے' اس کے بعد موسیٰؑ کے لئے ایک اور حکم خداوندی آیا' ارشاد ہوا:

﴿اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْءٍ ۡ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ﴾ (القصص:۳۲)

''تم اپنا ہاتھ گریبان کے اندر ڈالو (اور پھر نکالو) وہ بلا کسی مرض کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا اور خوف (رفع کرنے) کے واسطے اپنا (وہ) ہاتھ (پھر) اپنے سے بدستور (سابق) ملا لینا''۔

چنانچہ موسیٰؑ نے جب اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ چاند کی طرح چمکنے لگا' اس کی خوبصورت چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ موسیٰؑ اس معجزہ سے اور زیادہ متأثر ہوئے' پھر آپ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی خاطر اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھا (تاکہ اس کا خوف رفع ہو جائے)۔ اس سے سارا خوف دور ہو گیا اور آپ نے اطمینان اور سکون محسوس کیا' اور ساری بے چینی اور اضطراب ختم ہو گیا' ان دو معجزوں کو دکھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا' حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو نرم انداز میں دعوت الی اللہ دو' موسیٰؑ نے اپنے رب سے فرعون کے خوف کا اظہار کیا کہ انہیں اس بات کا خوف ہے کہ کہیں وہ لوگ اس کو قتل نہ کر ڈالیں کیونکہ ان کا ایک آدمی ان کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تھا' موسیٰؑ یہ بات نہیں جانتے تھے کہ ان کا یہ عصا جس سے معجزات کا ظہور ہوا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت سے فرعون کے ایوانوں کو اور اس کی ساری مملکت کو ہلا کر رکھ سکتا ہے' اس لئے موسیٰؑ نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میرے ساتھ میرے بھائی ھارونؑ کو بھی بھیجا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰؑ کو اطمینان دلایا کہ میں ہر وقت تم دونوں کے ساتھ ہوں اور تمام احوال دیکھ رہا ہوں اور تمام اقوال سن رہا ہوں' (تم بالکل فکر نہ کرو) اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے فرمایا کہ فرعون اپنی تمام تر سلطنت اور جبر و غلبہ کے باوجود تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔ مذکورہ تمام باتوں کو مندرجہ ذیل آیاتِ کریمہ میں

بیان کیا گیا ہے:

﴿وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى (٩) اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى (١٠) فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى (١١) اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (١٢) وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى (١٣) اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (١٤) اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى (١٥) فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى (١٦) وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (١٧) قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى (١٨) قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى (١٩) فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (٢٠) قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۫ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى (٢١) وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى﴾ (طٰہٰ:۹۔۲۲)

''اور کیا آپ کو موسیٰؑ کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ انہوں نے (مدین سے آتے ہوئے رات کو) ایک آگ دیکھی سو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے آگ دیکھی ہے شاید اس میں سے تمہارے پاس کوئی شعلہ لاؤں یا (وہاں) آگ کے پاس رستہ کا پتہ مجھ کو مل جائے' سو وہ جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو (ان کو منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ اے موسیٰؑ میں تمہارا رب ہوں پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو (کیونکہ) تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں

ہو اور میں نے تم کو (نبی بنانے کے لئے) منتخب فرمایا ہے سو (اس وقت) جو کچھ وحی کی جارہی ہے اس کو سن لو (وہ یہ ہے کہ) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو (دوسری بات یہ سنو) کہ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو (تمام خلائق سے) پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے سو تم کو قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی (نفسانی) خواہشوں پر چلتا ہے' کہیں تم (اس بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ' اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے میں (کبھی) اس پر سہارا لگاتا ہوں اور (کبھی) اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام (نکلتے) ہیں ارشاد ہوا کہ اس کو (زمین پر) ڈال دو اے موسیٰ سو انہوں نے اس کو ڈال دیا یکایک وہ (خدا کی قدرت سے) ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ارشاد ہوا کہ اس کو پکڑلو اور ڈرو نہیں ہم ابھی اس کو اس کی پہلی حالت پر کردینگے' اور تم اپنا (داہنا) ہاتھ اپنی (بائیں) بغل میں دے لو (پھر نکالو) وہ بلا کسی عیب (یعنی بلا کسی مرض برص وغیرہ) نہایت روشن ہوکر نکلے گا کہ یہ دوسری نشانی ہوگی''۔

فرعون کے محل میں:

موسیٰ مصر کی جانب چل دیئے' پھر وہاں عظیم سرکش فرعون کے پاس پہنچے' موسیٰ نے اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی رحمت وعظمت اور رزق کا ذکر کیا' اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسی کی بندگی کے لازم ہونے کو بیان کیا' موسیٰ نے کوشش کی کہ اس کو نرم انداز میں توحید کی

دعوت دیں، لیکن فرعون نے غرور اور تکبّر کا اظہار کیا، اس نے موسیٰؑ کو یہ بات یاد دلائی کہ اس نے اس کی پرورش کی تھی اور اسے دریا سے کیسے نکالا تھا، نیز فرعون نے موسیٰؑ کو قبطی کے قتل کا واقعہ بھی یاد دلایا، پھر موسیٰؑ سے رب العالمین کے بارے میں پوچھنے لگا، اس پر موسیٰؑ نے فرمایا: وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، فرعون اس بات پر بہت سیخ پا ہوا اور خوب کٹ حجتی کی، اس دوران وہ عصا موسیٰؑ کے ہاتھ میں تھا، موسیٰؑ جب اپنی بات پوری کر چکے اور فرعون کے سوالوں کا جواب دے چکے تو فرعون نے موسیٰؑ کی طرف دیکھا اور دھمکی آمیز انداز میں کہا:

﴿لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ﴾ (الشعراء:۲۹)

''اگر تم میرے سوا کوئی اور معبود تجویز کرو گے تو تم کو جیل خانہ بھیجدوں گا''

موسیٰؑ سمجھ گئے کہ یہ حجتیں اور عقلی دلیلیں اس مغرور ومتکبر اور بے حس فرعون کو متأثر نہیں کر سکتیں، موسیٰؑ کو احساس ہوا کہ ان کے ہاتھ میں جو عصا ہے اب اس کے ذریعہ معجزہ کے اظہار کا وقت آ گیا ہے، چنانچہ موسیٰؑ نے فرعون سے کہا:

﴿اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَىْءٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الشعرا:۳۰)

''اگر میں کوئی صریح دلیل پیش کر دوں تب بھی (نہ مانے گا)''

یعنی موسیٰؑ نے فرعون کو چیلنج کیا تو فرعون نے ان کا چیلنج فوراً قبول کر لیا، اور کہنے لگا:

﴿فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (الشعرا:۳۱)

''اچھا تو وہ دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو''

چنانچہ موسیٰؑ نے اپنا عصا پکڑا اور اسے قصرِ فرعون کے ایک بڑے ہال میں ڈال دیا، فرعون اور اس کے حاشیہ نشین اوسان کھوئے بیٹھے تھے، انہوں نے سمجھا کہ موسیٰؑ کے ہاتھ سے ان کا عصا فرعون کے مطالبۂ دلیل پر خوف کے سبب زمین پر گر گیا ہے، وہ عصا

اچانک ایک اژدھا کی صورت اختیار کرگیا' ایک خوفناک سانپ جو بہت تیزی کے ساتھ حرکت کرنے لگا' اس اژدھا نے فوراً فرعون کا رُخ کیا' فرعون کے چہرہ کا رنگ خوف کی وجہ سے اڑ گیا' لوگ خوفزدہ ہوکر اپنی جگہوں کو چھوڑ کر بھاگنے لگے' فرعون پہلے تو اپنی جگہ پر قائم رہا لیکن پھر وہ بھی گھبرایا اور اپنی جگہ سے کود پڑا اور چیخنے لگا کہ اے موسیٰؑ میری مدد کرو۔ سب لوگ اس محل کے دروازوں کے پاس فرعون کے خوف وگھبراہٹ کا اور موسیٰؑ کے معجزہ کا مشاہدہ اور نظارہ کررہے تھے' پھر موسیٰؑ نے اس بڑے سانپ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو وہ ان کے ہاتھ میں پہلے کی طرح عصا بن گیا' موسیٰؑ نے وہاں کھڑے لوگوں کے سامنے اپنے دوسرے معجزہ کا بھی اس طرح اظہار کیا کہ آپ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر اس کو نکالا تو وہ چاند کی طرح روشن ہوگیا' جسے دیکھ کر فرعون' اس کے وزیروں اور اردگرد کھڑے لوگوں کے ہوش اڑ گئے' بہرحال موسیٰؑ کے دیگر معجزات کی طرح عصا کا معجزہ ابھی جاری وساری ہے' اس معجزہ کے متعلق واقعات بہت زیادہ ہیں جو ابھی ختم نہیں ہوئے۔

جادوگروں کا دن:

فرعون نے تمام حالات کا بذاتِ خود مشاہدہ کرلینے کے بعد یہ خیال کیا کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ نے جو کرشمہ دکھایا وہ اصل میں سحر وجادو کی کوئی قسم تھی' اس لئے فرعون اپنے حاشیہ برداروں سے کہنے لگا: اصل میں یہ موسیٰؑ تم کو تمہاری سرزمین سے نکالنا چاہتا ہے' تم ہی بتاؤ کیا کرنا چاہئے؟ علماء کہتے ہیں: (۱) فرعون نے جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ موسیٰؑ کے ہاتھ میں اور ان کے عصا میں دیکھا تو کہنے لگا: میرا خیال ہے کہ ہم لوگ موسیٰؑ پر اسی صورت میں غالب آسکتے ہیں جب ان کی طرح کا کوئی شخص لائیں' چنانچہ اس نے بنی اسرائیل کے چند لڑکے پکڑے' جن کو ''غرقا'' کہا جاتا تھا اور ان کو اسی طرح سحر وجادو کی تعلیم دلانے لگا جیسے چھوٹے بچوں کو مکتب میں باقاعدہ تعلیم کے لئے بھیجا جاتا ہے' چنانچہ ان کو خوب جادو کا فن سکھایا' پھر فرعون نے موسیٰؑ سے ایک دن کا وعدہ کرلیا' اور کہا:

(۱) یہ تفسیر ابن عباس میں ابن عباسؓ کا قول ہے' دیکھئے' العرائس للثعلبی ص: ۱٦۳)

اے موسیٰؑ! تم جادوگر ہو' میں نے بھی تہیا کیا ہے کہ سب لوگوں کے سامنے تمہاری حقیقت کا انکشاف کروں۔ کچھ ہی دنوں کے بعد ہمارے جادوگر آجائیں گے' موسیٰؑ نے جواب دیا' تمہارے ان جادوگروں سے کب ملاقات ہوگی؟ فرعون نے کہا: عید کے دن کا وعدہ رہا' کیونکہ وہ بہار کا دن ہوگا' اس دن سب لوگ جمع ہوں گے' لوگ اس دن کے چاشت کے وقت ضرور پہنچ جائیں گے۔ اے موسیٰ! یہ ہے وعدہ کا وقت۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں مقررہ دن کو صبح سویرے اپنے گھر سے نکل آؤں گا۔

یہ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل سے باہر تشریف لے گئے' ادھر فرعون کے کارندے اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر مصر کے گردونواح میں تیزی سے پھیل گئے' اور دوسرے دن تمام مصر میں اعلان کرنے لگے: مصر کے تمام ماہر جادوگروں کو چاہئے کہ وہ ایک عظیم کام سرانجام دینے کے لئے فرعون کے محل پہنچ جائیں' موسیٰ علیہ السلام اپنی دعوت پر برقرار رہے۔ آخر کار یوم الزینہ (میلے کا دن) آ ہی گیا' اور جادوگر فرعون کے پاس جمع ہونے لگے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ پانے کی شرط پر بڑے بڑے انعامات سے نوازنے کا وعدہ بھی کیا۔

چنانچہ بچے بوڑھے' جوان' مرد' عورتیں' غرض تمام لوگ چھوٹی بڑی جماعتوں کی شکل میں میلے کے مقام کی طرف نکل پڑے۔ تاکہ اپنی نوعیت کا ایک انوکھا مقابلہ دیکھ سکیں۔ یعنی جادوگروں کا مسحور کن مقابلہ' کیونکہ وہ اپنی دانست میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی جادوگر گردانتے تھے۔ چنانچہ لوگ صبح سویرے مقابلے کے میدان میں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھنے لگے۔ جادوگروں کے اس عظیم مقابلے سے مصر کا ہر فرد باخبر تھا' مگر موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے سے سبھی بے خبر تھے جو عنقریب ان سب کی زبانوں پر مہر سکوت ثبت کرنے والا تھا اور فرعون اور اس کے ساحروں کے دعوؤں کو لوگوں کے سامنے واشگاف کرنے والا تھا۔

چنانچہ مقابلے کا میدان گرم ہوا' پانچ پانچ' دس دس' پندرہ پندرہ افراد پر مشتمل جادوگر میدان میں مقابلے کی غرض سے رونما ہونے لگے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام

اپنے عصا کو ہاتھ میں لئے حق و باطل کے اس فیصلہ کن معرکے میں تنِ تنہا کھڑے ہیں۔فرعون جواہر سے مرصع لباس میں ملبوس ہوکرایک سائبان نما چبوترے میں بیٹھ گیا۔ اور اس کے حاشیہ نشین، وزراء اور اراکینِ حکومت اس کے اردگرد جمع ہو گئے، موسی علیہ السلام دل ہی دل میں اللہ کو یاد کرتے ہوئے خاموشی کے ساتھ کھڑے تھے اورانہوں نے اپنے آس پاس کی چیزوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

اتنے میں جادوگر مجمع کی طرف بڑھے،اور حضرت موسی علیہ السلام کوخطاب کر کے کہنے لگے:

﴿اِمَّا اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّا اَنْ نَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی﴾

''آپ پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں''

حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا:نہیں تم پہلے زور آزمائی کرلو،جادوگروں نے کہا: فرعون کی عزت کی قسم! ہم ہی جیت جائیں گے۔

موسی علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:تمہارا ناس ہو،اللہ تعالیٰ پر افتراء مت باندھو،ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔اسی اثناء میں حضرت موسی علیہ السلام نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو جبرئیل امین علیہ السلام ان کے دائیں جانب تشریف فرماہیں،اور فرمارہے ہیں:اے موسی! اللہ کے دوستوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو،حضرت موسی علیہ السلام دل ہی دل میں خیال کرنے لگے،یہ اللہ کے دوست کیسے ہوسکتے ہیں؟ یہ تو جادوگر ہیں،دشمنِ فرعون کی مدد کیلئے آئے ہیں۔یہ خیال کرہی رہے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے دوبارہ فرمایا: موسی! اولیاء اللہ کے ساتھ نرمی برتو،یہ لوگ اس وقت سے عصر کی نماز تک تمہارے پاس ہیں۔عصر کی نماز کے بعد سیدھے جنت میں جائیں گے۔

جادوگروں کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال:

ساحروں کی تعداد کے متعلق مختلف آراء ہیں۔کعب کہتے ہیں: وہ بارہ ہزار تھے۔ ایک اور عالم کی رائے کے مطابق تیس اور چالیس کے درمیان تھے (۱)۔عکرمہ کے بقول ان

(۱) اس سے مراد امام سدی ہیں: دیکھئے: العرائس للثعلبی ص ١٦٤

کی تعداد ستر (۷۰) ہزار تھی۔ ان سب اقوال کو جمع بھی کیا جا سکتا ہے، وہ اس طرح کہ ابتداء جن ساحروں کو فرعون نے جمع کیا تھا ان کی تعداد ستر ہزار تھی، ان میں سے سات ہزار ماہر جادوگروں کو منتخب کیا، پھر ان سات ہزار ماہرین میں سے سات سو کو چنا گیا پھر سات سو میں سے صرف ان ستر کا انتخاب کیا جو ان تمام کے بڑے اور استاذ الکل تھے، ان کے سربراہ کا نام بقول بعض ''شمعون'' اور بعض کے نزدیک ''یوحنا'' تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان ستر میں سے بھی سب سے زیادہ کامل دو بھائی تھے جو مقام ''صعید'' کے باشندے تھے۔

بہر حال جب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

﴿وَيۡلَكُمۡ لَا تَفۡتَرُوۡا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسۡحِتَكُمۡ بِعَذَابٍ وَقَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰى﴾ (الشعراء:۳۰)

''اے کمبختی کے مارو اللہ پر جھوٹ افترا مت کرو کبھی خدا تعالیٰ تم کو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود ہی کر دیں اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام رہتا ہے''۔

تو ساحرین آپس میں خفیہ گفت و شنید کرنے لگے، اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ کسی ساحر کا کلام تو نہیں لگ رہا ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿فَتَنَازَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ وَاَسَرُّوا النَّجۡوٰى﴾

''پس جادوگر باہم اپنی رائے میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ گفتگو کرنے لگے''

جادوگروں نے کہا:

﴿فَلَنَاۡتِيَنَّكَ بِسِحۡرٍ مِّثۡلِهٖ﴾

''سو اب ہم تمہارے مقابلے میں ایسے ہی جادو لاتے ہیں''

یہ کہہ کر ساحروں نے اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کو پھینک دیا تو پورا میدان چھوٹے بڑے سانپوں اور اژدھوں سے کھچا کھچ بھر گیا، جو ادھر اُدھر انتہائی تیزی سے بھاگ رہے تھے

کیوں کہ جادوگروں نے نظر بندی کرر کھی تھی' اور ماہرانہ انداز سے جادو کر کے لوگوں کو حیرت زدہ کرنے کی از حد کوشش کی گئی تھی' اس عجیب اور مسحور کن منظر کو دیکھتے ہی تمام لوگ اپنی کامیابی پر خوش ہونے لگے اور بغلیں بجانے لگے' اور فرعون بھی خوشی سے ہنس پڑا' اور اسے موسیٰ علیہ اسلام پر غالب آنے کا یقین آ گیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ عجیب منظر دیکھا' تو ان کے دل میں خوف سا پیدا ہوا' اور حضرت ہارون علیہ السلام بھی ان کے پاس کھڑے تھے' اور ان کی بھی یہی کیفیت تھی' مگر اسی وقت یہ آواز آئی:

﴿لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ○ وَاَلْقِ مَا فِىْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَاصَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى﴾ (طٰہٰ:۶۸'۶۹)

''تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے اور یہ تمہارے داھنے ہاتھ میں جو ہے اس کو ڈال دو اور انہوں نے جو کچھ بنایا ہے یہ سب کو نگل جائیگا یہ جو کچھ بنایا ہے جادوگروں کا سانگ ہے' اور جادگر کہیں جاوے کامیاب نہیں ہوتا''۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس اطمینان دلانے پر موسیٰ علیہ السلام مطمئن ہو گئے اور ان کا خوف دور ہو گیا' انتہائی اطمینان کے ساتھ ہاتھ اٹھایا اور عصا کو اچانک ان کی طرف پھینک دیا۔ عصا کا زمین پر پڑنا تھا کہ ایک عظیم معجزہ کا ظہور ہوا' وہ انتہائی سریع الحرکت اژدھے کی صورت اختیار کر گیا' اور اچانک سانپ نما رسیوں اور لاٹھیوں پر حملہ آور ہوا' اور ان سب کو ایک ایک کر کے نگلنے لگا' اور اس نے انتہائی خوفناک انداز میں تمام سانپوں کو ختم کر ڈالا' چند سیکنڈ میں میدان لاٹھیوں اور رسیوں سے خالی ہوا' پھر وہ اژدھا انتہائی ادب کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا' موسیٰ علیہ السلام نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ دوبارہ اپنی اصلی صورت میں آ گیا۔

اس عظیم منظر کو دیکھ کر ساحروں نے یقین کرلیا کہ یہ سحر و جادو کا اثر نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے کوئی اور بڑی طاقت کارفرما ہے، کیونکہ سحر کے تمام نشیب وفراز سے وہ واقف تھے چنانچہ تمام جادوگر سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے:

﴿ءَ امَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ رَبِّ مُوسٰى وَهَارُوْنَ﴾

''ہم ایمان لے آئے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے''

یہی وہ معجزۂ نبوی ہے جو ایمان باللہ کا ذریعہ بنا، عصا کا یہ معجزہ یہاں ختم نہیں ہوا بلکہ اس سے اور بھی بہت سارے معجزے رونما ہوئے۔

دریا میں ظہورِ معجزہ:

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان حق و باطل کا معرکہ مسلسل چلتا رہا، فرعون اور اس کے پیروکار موسیٰ علیہ السلام اور ان کے متبعین کو مارڈالنے کے درپے ہوگئے، موسیٰ علیہ السلام کو جب اس کا علم ہوا تو وہ اپنے پیروکاروں کو لیکر ملکِ شام جانے کے لئے بحر احمر کی طرف چل پڑے، ادھر فرعون کو موسیٰ علیہ السلام کے نکل جانے کا علم ہوا، ان کو پکڑنے کے لئے ایک بڑی فوج تشکیل دی جو تمام اسلحہ سے لیس تھی، اور اس کو موسیٰؑ کے پیچھے چلنے کا حکم دیا، اور وہ چل پڑے۔

چنانچہ فرعونی لشکر انتہائی سرعت کے ساتھ غبار اڑاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے چل نکلا، موسیٰ علیہ السلام نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو غبار اڑھتا ہوا نظر آیا، جس کی وجہ سے ان کی قوم پر سخت خوف طاری ہوا، واقعۃً انتہائی خوف کا مقام تھا، سامنے دریا، پیچھے طاقت ور فوج، بھاگنے کی کوئی صورت نہیں، لڑنے کی طاقت یکسر مفقود، اس خوفناک منظر کو دیکھ کر بعض عورتیں اور کچھ مرد کہنے لگے: اب ہم فرعونیوں کے ہتھے چڑھ گئے، اور ہماری ہلاکت یقینی ہوگئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، ہمارے ساتھ ہمارا رب ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے انتہائی اطمینان کے ساتھ لاٹھی کو حرکت دی، ہوا میں لہراتے ہوئے دریا پر دے مارا، تو دریا دو حصوں میں بٹ گیا، اور دو حصے دو اونچے پہاڑ کی طرح ہو گئے، موسیٰ علیہ السلام اس نئے دریائی راستے کے درمیان چل پڑے، فرعون بھی ان کے پیچھے اس راستے پر چلنے لگا، موسیٰ علیہ السلام نے دریا کو عبور کیا اور پیچھے مڑ کر دیکھا اور لاٹھی سے دریا پر ضرب لگانے کا ارادہ کیا، مگر اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ دریا کو اپنے حال پر چھوڑ دو، تا کہ جنودِ کفر مکمل طور پر دریا کے وسط میں داخل ہو، ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُغْرَقُوْنَ ﴾ (الدخان:۲۴)

''اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا ان کا سارا لشکر ڈبویا جائیگا''۔

چنانچہ جب سارے فرعونی دریا میں گھس گئے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اب لاٹھی دریا پر مارو، موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو دریا پر مارا تو دریا اپنی سابقہ حالت میں آ گیا، دریا کی موجیں فرعونیوں کو غرق کرنے لگیں تو فرعون نے کہا:

﴿ءَامَنْتُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ ءَامَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (یونس:۹۰)

''میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں''

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول نہیں فرمائی، اس لئے کہ فرعون نے توبہ کرنے میں تاخیر کی اور زمین میں فساد برپا کیا، جس کی پاداش میں غرقاب ہوا۔

(اہم مراجع)

١ـ العرائس للثعلبى ـ ٢ـ البدايه والنهايه لابن كثير ـ

٣ـ قصص الانبياء لعبدالوهاب النجار ـ ٤ـ انبياء الله لاحمد بهجت ـ

٥ـ تفسير القرطبى ـ ٦ـ تفسير ابن كثير ـ



حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام

آگ نبی کو نہیں جلاتی:

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۶۸-۷۰)

''وہ لوگ کہنے لگے ان کو آگ میں جلا دو اور اپنے معبودوں کا بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے ہم نے حکم دیا اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابرہیم کے حق میں اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنی چاہی تھی سو ہم نے ان لوگوں کو ناکام کر دیا''۔

حضرت ابرہیمؑ اللہ کے خلیل اور نبی ہیں۔ وہ ابو الانبیاء ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے علاقے اور الکلدنیین میں پیدا ہوئے، ان کے والد کا نام ''آزر'' ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے، جس قوم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے وہ ستارہ پرست اور بت پرست تھی، آثارِ قدیمہ کے ماہرین کے قول سے بھی اس تاریخی واقعہ کی تائید ہوتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا علیٰحدہ مخصوص بت تھا، کیا امیر، کیا فقیر، اس معاملے میں سبھی برابر تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو شرک اور بت پرستی سے منع کیا، اس سلسلے میں اپنے والد اور قوم سے بحث و مباحثہ کیا، عقلی اور نقلی دلائل سے ان کی غلطیوں کی نشاندھی کی، اور ان کی توجہ دینِ حق کی طرف مبذول کرانے کی ہر ممکن کوشش کی، ان کے بتوں کی بے بسی کو عملی طور پر ان پر واضح کیا، مگر وہ اپنے غلط نظریات سے نہ صرف یہ کہ باز نہیں آئے بلکہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلا کر قتل کر ڈالنے کا مصمم

ارادہ کیا۔ آئندہ سطور میں حق و باطل کے مقابلے اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے اور آگ سے نجات پانے کا تفصیلی تذکرہ ہوگا۔

ابراہیم علیہ السلام کا والد کے ساتھ مذاکرہ:

ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے والد سے مذاکرات کی ابتداء کی۔ بت پرستی سے ان کو منع کیا، صرف ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی، اس کا تذکرہ قرآنِ کریم میں اس طرح آیا ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الانعام:۷۴)

''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے، بیشک میں تجھ کو اور تیری (ساری) قوم کو صریح غلطی میں دیکھتا ہوں''

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کی بت پرستی کو سخت ناپسند کیا اور اسے انتہائی ناگواری سے دیکھا اور فرمایا: میں تمہیں اور تمہاری قوم کو سخت گمراہی میں پاتا ہوں، تم صحیح راہ پر نہیں چل رہے ہو، تمہیں یہ نہیں معلوم کہ تم کس سمت جا رہے ہوں؟ تمہاری بے راہ روی انتہائی بے غبار اور واضح ہے، جس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے، اس لئے کہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو اور جن کو تم نے معبود بنا رکھا ہے ان میں سرے سے معبود بننے کی اہلیت ہی نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ پر ایمان انتہائی مضبوط اور قوی تھا، انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے، اس کا کوئی سہیم و شریک نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، کل جہاں ان کی تخلیق اور مملوک ہے، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و یکتائیت پر دلائل دیتے رہے ان کی قوم چونکہ کوکب پرست تھی، ستاروں، شمس و قمر کے معبود ہونے کی قائل تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں اور شمس و قمر کی معبودیت کے بطلان کو ان کے سامنے عملی

طور پر واضح کیا۔

چنانچہ جب ستارہ طلوع ہوا' تو فرمایا: تمہارے بقول یہ میرا رب ہے' اسی طرح چاند طلوع ہوا' فرمایا یہ میرا رب ہے' اور جب آسمان کے افق پر سورج نمودار ہوا تو فرمایا یہ میرا رب ہے بلکہ یہ ان تمام میں سب سے بڑا ہے' جب دیکھا کہ یہ سب غروب ہو گئے' اور سورج بھی غائب ہو گیا' تو کفر و شرک سے اپنی براءت کا کھلم کھلا اظہار کیا' اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہارے اس شرک سے میں مکمل طور پر بیزاری کا اعلان کرتا ہوں' اور تمہاری ان بتوں' ستاروں اور شمس کی پوجا سے براءت کا اظہار کرتا ہوں جن کو تم لوگوں نے اپنا معبود بنا رکھا ہے آپ نے اپنے اس اعلانِ براءت کو ان الفاظ سے بیان کیا:

﴿یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ (الانعام:۷۹)

''میری قوم بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں''

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دین کو اپنی قوم تک پہنچانے اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو جس پر وہ ایمان لائے اس طرح بیان کیا:

﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ (الانعام:۸۰)

''میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''

یہیں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی عبادت کا علی الاعلان ارادہ کیا' اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''حنیف'' (حق کی طرف مائل) کا لقب ملا' اور آپ نے ''وما انا من المشرکین'' کا واضح اعلان کیا' یعنی میں اپنے اس رب کے برابر کسی کو ہرگز نہیں ٹھہرا سکتا جو مجھے عدم سے وجود میں لایا اور جس نے رزق سے نوازا' اور اپنی ان گنت نعمتوں سے مجھے مالا مال کیا' مگر اس واضح اور قوی دلائل کے باوجود قوم ماننے کے لئے تیار نہیں ہوئی تو قوم کے ساتھ مزید

گفت وشنید فرمائی۔

قوم کے ساتھ مذاکرہ:

بتوں کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جوامرِ حق بیان کیا تھا قوم نے اس کو ماننے سے انکار کیا' بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بحث ومباحثے اور جدل و قتال پر اتر آئے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے میری قوم! کیا تم اس اللہ کے بارے میں مجھ سے جدال ومباحثہ کرر ہے ہوجسکا کوئی شریک نہیں' کچھ بھلا بتاؤ تو سہی پھر میں تمہاری باطل باتوں کی طرف کیسے التفات کرسکتا ہوں؟

سن لو! میں تمہارے معبودانِ باطلہ سے بالکل نہیں ڈرتا ہوں' نہ ہی ان کی کچھ پرواہ کرتا ہوں' اور نہ ہی ان کو کبھی وقعت دوں گا' اگر تمہارے یہ معبود برحق ہیں اور ان میں نفع ونقصان پہنچانے کی قدرت ہے تو ان کو میرے خلاف استعمال کرو'اور ہرگز مجھے مہلت نہ دو' لیکن حقیقت یہ ہے کہ نفع ونقصان کا مالک صرف اورصرف ایک ہی اللہ وحدہ لاشریک ہے' تم اس بات پرغور کیوں نہیں کرتے ہو؟ عقل سے کیوں کام نہیں لیتے ہو؟ میں نے جو دلائل تمہارے سامنے بیان کیئے ان میں فکروتدبر کرکے بت پرستی سے کیوں بازنہیں آتے ہو؟ لہٰذا تم مجھ سے کیوں توقع کرتے ہو کہ میں تمہارے ان معبودوں سے ڈرجاؤں گا؟ جب کہ تم اس وحدہ لاشریک ذات سے نہیں ڈرتے ہو جوتمام نفع ونقصان کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے۔

ذراغور کرو! کل قیامت کے دن ہم دوفریقوں میں سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے والا کون ہوگا؟ کون اطمینان کی زندگی گذارے گا؟ کیا وہ فریق نجات پائے گا' جو گونگے' بہرے' بے کس اور بے بس اور بے عقل بتوں کی پرستش کرتا ہے یا وہ فریق کامیاب ہوگا جواس ذات کی پرستش کرتا ہے جونفع ونقصان کا مالک ہے' اورتمام نعمتوں کا خالق ہے؟ اوراس ساری کائنات کا مالک وخالق ہے جس میں زمین آسمان' چاند' ستارے بحرو بر شامل ہیں یہ پتھر اورکواکب جن کی تم پوجا کرتے ہو سبھی شامل ہیں' کیا تمہارے اندر

عقل ہے؟ اگر ہے تو اس ذات پر ایمان لاؤ، جس کا کوئی شریک نہیں، وہ وحدہ لاشریک ہے، اور بت پرستی چھوڑ دو۔

یقیناً اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھنے والے لوگ ہی اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کر سکتے ہیں، یہی لوگ دنیا و آخرت میں راہِ راست پر چلنے والے ہیں۔

والد کو توحید کی دعوت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کو دینِ حق کی طرف لانے اور شرک باللہ کو ترک کر کے توحید پر کاربند ہونے کی بہت زیادہ متمنی تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام انتہائی واضح الفاظ میں کفر کی برائی اور اس کی ہلاکت خیزی والد صاحب کے دلنشین کرتے، اور فرماتے: انسان کفر کو اگر اپنے دل و دماغ سے اکھاڑ پھینک نہ دے اور کفر پر کاربند رہے تو سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوگا۔

کفر کی برائی کو ان کے دل سے نکالنے کے لئے انتہائی نرمی سے گفتگو فرماتے اور اپنی دعوت کو انتہائی نرم گوئی سے اپنے والد کے سامنے بار بار دھراتے، اور پیارے ابا جان کہہ کر ان کو مخاطب کرتے: اور انہیں یہ باور کرانے کی کوشش فرماتے کہ وہ ان کا فرمان بردار اور تابعدار فرزند ہے، اور ہر آن اپنے والد کو نفع پہنچانے کا حریص ہے، اپنے والد کے ساتھ ان کی نرم گفتاری کا تذکرہ اس طرح آیا ہے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيمَ ج اِنَّهُ كَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا (٤١) اِذْقَالَ لِاَبِيْهِ يٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْئًا (٤٢)﴾ (مریم: ۴۱-۴۲)

''اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے وہ بڑے راستی والے اور پیغمبر تھے جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنتی ہے اور نہ کچھ دیکھتی ہے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو دین کی طرف راغب کرنے کے لئے انتہائی عظیم اور بہترین اسلوب اختیار فرمایا: نت نئے دلائل سے سمجھانے کی بھرپور کوشش کی، اور ہر مرتبہ ان کے ساتھ حسنِ ادب اور بہترین اخلاق سے پیش آئے، تاکہ وہ اس کو اپنی انا کا مسئلہ بنا کر شرک وکفر پر مصر نہ رہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے اس بت پرستی کی وجہ طلب کی جو سرے سے نفع ونقصان کے مالک ہیں نہ عبادت کے مستحق۔ اور فرمایا: کہ اس اللہ کی عبادت و بندگی کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے جو ہر چیز کا خالق و مالک ہے، وہی رزق دینے والا اور نفع ونقصان کا مالک، زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے؟ ایسا کرنا کسی عقلمند کو زیب دیتا ہے؟ اور اپنے والد کو صفت جہل کے ساتھ متصف کرنے کے بجائے یوں اندازِ بیان اختیار کیا:

﴿يَٰأَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ﴾ (مریم:۴۳)

''اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا''

حضرت ابرہیم علیہ السلام نے اپنی گفتار میں انتہائی اعتدال سے کام لیا، نہ اپنے والد کو مطلق جہل سے متصف کیا، نہ ہی خود کو علمِ فائق سے موصوف کیا، بلکہ فرمایا: میرے پاس علم کا کچھ حصہ ہے، جو آپ کے پاس نہیں ہے اور وہ صحیح اور درست راستے اور حق کی طرف رہنمائی کا علم ہے، وہ انتہائی واضح اور بے غبار ہے۔ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، لہذا اس سلسلے میں آپ مجھے نصیحت نہ کیجئے، بلکہ میرے قول کو مانیئے۔ اور یوں سمجھئے: میں آپ کے ساتھ ایک راستے میں سفر کر رہا ہوں اور مجھے اس راستے کے خم و پیچ اور نشیب وفراز کا پتہ ہے، مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ راہ چلتے ہوئے میرے پیچھے چلیئے، تاکہ آپ راہ بھٹکنے سے بچ جائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے والد کو شیطان کی پیروی کرنے سے بھی ڈرایا اور ان سے فرمایا:

﴿یٰاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا﴾ (مریم:۴۴)

''اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش مت کرو بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمانی کرنے والا ہے''

یعنی یہ بت پرستی اصل میں شیطان پرستی ہے'اس لئے کہ شیطان ہی بت پرستی پر لگا دیتا ہے' اور اس کا مؤاخذہ شیطان سے بھی ہوگا'لہذا اپنے مالک حقیقی اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر اس کے دشمن کی عبادت کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انتہائی لطیف انداز میں اپنے والد سے مخاطب ہو کر فرمایا: ابا جان! اگر آپ نے اللہ کی نافرمانی اور اس کے دشمن کے ساتھ دوستی کو نہ چھوڑا تو اندیشہ ہے کہ شیطان کی طرح آپ بھی راندہ درگاہ اور مبتلاء عذاب نہ ہو جائیں۔ یہ ڈرانا یقیناً واضح تھا مگر ادب کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿اَخَافُ اَنْ یَمَسَّكَ عَذَابٌ﴾ (مریم:۴۵)

''اے میرے باپ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے''

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے ساتھ گفتگو میں نرمی' حسن خلق اور ادب سے کام لیتے' اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بلاتے اور ہر مرتبہ ''ابا جان'' کہکر مخاطب ہوتے' ان کی مہربانی اور رضامندی کے خواہش مند ہوتے' اور آپ علیہ السلام نے والد کے ادب میں ایک عظیم نمونہ چھوڑا' مگر افسوس! ان تمام باتوں کے باوجود ان کے والد نے مثبت جواب نہ دیا' بلکہ اپنے کفر و عناد پر مسلسل مصر رہے' اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے کہنے لگے' ابراہیم (علیہ السلام)! کیا تو میری معبودوں سے اعراض کرتا ہے اور منہ موڑتا ہے؟ تو سن لو: اگر تم میرے معبودوں کی برائی کرنے' ان پر طعن و تشنیع کرنے

اور مجھ کو بت پرستی چھوڑنے کی نصیحت کرنے سے باز نہ آئے تو میں تمہیں ضرور سنگسار کردوں گا' لہذا تو یہاں سے نکل جا! مجھ سے دور چلا جا' اور پلٹ کر واپس ہرگز نہ آنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کا جواب سنکر بے ادبی سے جواب نہیں دیا' اور نہ ہی مزید بحث ومباحثے سے کام لیا' بلکہ ان سے فرمایا؛

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِيًّا﴾ (مریم:۴۷)

''میرا سلام لو اب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کرونگا بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے''

میرے ابا جان! میں ہرگز تمہیں تکلیف نہیں پہنچاؤں گا' البتہ میں اپنے رب سے آپ کی مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا' اس لئے کہ میرا رب مجھ پر بڑا مہربان ہے' حضرت ابرہیم علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا: تم جن معبودانِ باطلہ کی پرستش کرتے ہو ان سے میں دوری اختیار کرتا ہوں اور صرف اپنے ایک معبود کی عبادت کروں گا جس کا کوئی سہیم وشریک نہیں' مجھے امید ہے کہ وہ میری دعاء میں مجھے ناکام نہیں فرمائیں گے۔

بت شکنی سے پہلے قوم کو ایک مرتبہ پھر دعوتِ توحید:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے ساتھ دوبارہ دعوتی اور تبلیغی مذاکرات اس امید سے شروع کئے کہ شاید یہ اپنی ہٹ دھرمی اور کفر وعناد سے باز آجائیں' چنانچہ قوم سے فرمایا:

﴿مَاهٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِیْ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾ (الانبیاء:۵۲)

''یہ کیا صورتیں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو''

قوم نے فوراً جواب دیا:

﴿قَالُوْا وَجَدْنَآ ءَابَآءَ نَا لَهَا عٰبِدِيْنَ﴾ (الانبیاء:۵۳)

''وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے

دیکھا ہے''

یعنی وہ ان بتوں کی عبادت اپنے بڑوں اور اسلاف کی تقلید میں کرتے ہیں' اور ان کے دلائل کی حقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے تھی یعنی اپنے گمراہ آباء و اجداد کی اندھی تقلید۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوراً فرمایا:

﴿لَقَدْ كُنتُمْ اَنتُمْ وَ ءَابَآؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (الانبیاء:۵۴)

''بے شک تم اور تمہارے باپ دادے صریح غلطی میں ہیں''

اس جواب پر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتوں کو مزاح پر محمول کر کے کہنے لگے:

﴿قَالُوٓا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنتَ مِنَ اللّٰعِبِينَ﴾ (الانبیاء:۵۵)

''وہ لوگ کہنے لگے کیا تم سچی بات ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا دل لگی کر رہے ہو''

یعنی اے ابراہیم! (علیہ السلام) کیا واقعتہً آپ اپنی دعوت میں سچے ہو اور تمہارا ہم کو کفر و گمراہی کی طرف منسوب کرنا سنجیدگی سے ہے یا ہمارے ساتھ مزاح و مسخرہ کر رہے ہو؟ تم جو باتیں کر رہے ہو ان کو ہم نے اس سے قبل کبھی بھی کسی سے نہیں سنا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: نہیں! میں تمہارے ساتھ مزاح نہیں کر رہا' بلکہ میں تم کو اس اللہ کی طرف بلا رہا ہوں جو تمہارا رب ہے' زمین و آسمان کا خالق ہے' جو عدم سے وجود میں لایا' لہذا وہی ذات لائق عبادت ہے نہ کہ یہ بے دست و پا بت۔ میں اس معاملے میں گواہ ہوں اور میرے پاس انتہائی مضبوط وقوی دلائل ہیں' میری کسی ایک دلیل کا بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور تمہاری یہ دلیل کہ: ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے' انتہائی کمزور اور لچر ہے' اور نا قابلِ التفات ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا:

قوم کے ساتھ اس بحث و مباحثے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی توجہ کو بتوں کی بے بسی کی طرف مبذول کرانے کے لئے بتوں کو توڑ ڈالنے کا مصمم

ارادہ فرمایا: اور قسم کھا کر فرمایا:

﴿وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ (الانبیاء:۵۷)

''خدا کی قسم میں تمہارے ان بتوں کی گت بناؤں گا جب تم چلے جاؤ گے''

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے عید (میلہ) سے لوٹنے کا انتظار کیا' اور ایک کلہاڑا اٹھا کر اس جگہ کی طرف چل پڑے جہاں بت رکھے تھے' وہاں جا کر سب بتوں کو پاش پاش کیا مگر بڑے بت کو اپنی حالت میں رہنے دیا اور کلہاڑے کو اس بڑے بت کی گردن پر لٹکا دیا' تا کہ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے دین کی طرف رجوع کریں۔

بڑے معجزے کا ظہور:

چنانچہ قوم نے واپس آ کر جب اپنے بتوں کی حالت دیکھی تو خوف زدہ اور دہشت زدہ ہوگئی' انہوں نے دیکھا کہ ان کے سارے معبود توڑے گئے ہیں اور ان کے ٹکڑے زمین پر جا بجا بکھرے پڑے ہیں' اور کلہاڑا بڑے بت کی گردن پر لٹکا ہوا ہے' انتہائی افسوس کے ساتھ کہنے لگے: کس ظالم نے ہمارے معبودوں کا یہ حشر کیا ہے؟ جس نے بھی کیا ہے بڑا ظلم کیا ہے۔ کافروں میں سے کچھ لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''لَاَكِيْدَنَّ اَصْنٰمَكُمْ ''''میں تمہاری بتوں کی گت بناؤں گا'' کہتے ہوئے سنا تھا چنانچہ انہوں نے کہا' ہم نے ایک جوان کو ان بتوں کے متعلق برے الفاظ کہتے ہوئے سنا ہے' جس کا نام ''ابراہیم ہے''۔

اس پر قوم نے فیصلہ کیا' کہ اس کو بادشاہ کے سامنے عدالت میں پیش کیا جائے' تمام لوگ موجود ہوں' حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی یہی چاہتے تھے' کہ تمام لوگ جمع ہوں اور ان کے سامنے ان کی جہالت' غباوت اور بے وقوفی آشکارا ہو' کہ وہ بے دست و پا بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان' ان کو کیا نفع ونقصان

پہچاتے وہ تو خود کو نقصان سے بچانے پر بھی قادر نہیں ہیں' اسی واضح بات کی طرف ان کے ذہنوں کو متوجہ کرنا چاہتے تھے۔

چنانچہ وقتِ مقررہ پر لوگ جمع ہو گئے' اور لوگوں کے زبردست مجمع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیش کیا گیا' اوران سے پوچھا گیا:

﴿قَالُوا ءَ اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰاِبْرَاهِيْمُ﴾ (الانبیا:۶۲)

''ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہمارے بتوں کے ساتھ یہ حرکت تم نے کی ہے اے ابراہیم''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا جواب دیا جس سے ان کی حجت کا بطلان ہو اوران کی فکری غباوت بھی آشکارا ہو' چنانچہ فرمایا:

﴿بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾

''بلکہ ان کے اس بڑے نے کی سو ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں''۔

یہ جواب اس لئے دیا تا کہ انہیں معلوم ہو کہ یہ بت بول سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں' بلکہ یہ جمادِ محض ہیں' اس جواب کے ذریعے ان کی بت پرستی کی غلطی کو ان پر واضح فرمانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ سوچنے لگے' اور عقلوں سے کام لینے لگے' اور ایک دوسرے سے ہم کلام ہوئے اور اپنی دلیل کی کمزوری کی طرف نظر کرنے لگے' اور بعض نے تو یہاں تک کہا کہ: تم ہی لوگ ظالم ہو کہ تم ایسے معبودوں کی عبادت کرتے ہو جو ایک لفظ بھی نہیں بول سکتے ہیں' اور نہ ہی خود کو ذرا برابر فائدہ پہنچانے پر قادر ہیں' وہ اپنی عبادت کرنے والوں کو نفع ونقصان کیا پہنچا سکیں گے؟ خود کلہاڑے کے وار سے ڈھیر ہو گئے' اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے۔

مگر عقل کے اس فیصلے پر عمل کرنے کے بجائے اپنی پرانی جہالت اور عناد کی طرف عود کر گئے' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے: تجھے بخوبی علم ہے کہ یہ بت بول نہیں سکتے' آخر آپ ہم کو کیوں کر ایسا کہہ رہے ہیں؟ اگر یہ بول سکتے ہیں تو ان سے

پوچھو؟ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرمایا: اگر تمہارے بت نہ بول سکتے ہیں اور نہ ہی نفع ونقصان کے مالک ہیں تو پھر کیوں ان کی پوجا کرتے ہو؟ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی توبیخ اور ان کی عقل پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (الانبیاء:٦٧)

"تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو کیا تم نہیں سمجھتے"۔

مگر وہ جواب دینے سے قاصر ہوئے اور اپنے مدعا کو دلیل سے ثابت نہ کر سکے' مجبور ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم صادر کیا' وہ بھی انتہائی قبیح طریقے سے' یعنی آگ جلا کر قتل کرنا' چنانچہ کہنے لگے:

﴿حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ﴾ (الانبیاء:٦٨)

"ان کو آگ میں جلا دو اور اپنے معبودوں کا بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے"

کفار کا یہ قول قرآنِ کریم میں ایک دوسری جگہ اس طرح آیا ہے:

﴿قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ ○ فَاَرَادُوْا بِهٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِیْنَ﴾ (الصفات:٩٧-٩٨)

"کہنے لگے کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے ایک آتش خانہ تعمیر کرو اور ان کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو' غرض ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ لڑائی کرنی چاہی تھی سو ہم نے انہیں نیچا دکھایا"

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ان پر غالب آ گئے اور ان کی حجت قطع ہو گئی تو ان کے پاس اپنی غباوت و بے وقوفی کو چھپانے کے لئے طاقت کے استعمال کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہا' بحث ومباحثے سے اعراض کرتے ہوئے قوت استعمال کرنے پر اتر آئے۔

ظہورِ معجزہ:

چنانچہ کفار ایک کردی شخص کے پاس گئے جس کا نام ''ھیزن'' تھا۔ اس سے ایک منجنیق بنانے کا مطالبہ کیا کہ ''ابراہیمؑ'' کو اس میں ڈال کر آگ میں پھینکیں گے، لوگوں نے ہر طرف سے لکڑیاں جمع کرنا شروع کر دیں اور جمع کرتے رہے یہاں تک کہ ایک طویل عرصہ گذر گیا، حتیٰ الوسع ایندھن جمع کرنے لگے، حتیٰ کہ ان کی کوئی عورت اگر بیمار ہوتی تو نذر مانتی، کہ اگر وہ اس مرض سے صحت یاب ہوئی تو ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے لکڑیاں اٹھا کر لائے گی۔

چنانچہ ایک بہت بڑا گڑھا کھودا گیا، تمام جمع شدہ لکڑیاں اس گڑھے میں ڈال دیں، اور آگ بھڑکائی گئی، چنانچہ آگ بھڑک اٹھی، شعلے بلند ہوئے، اور اتنے بلند ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی اتنی بلند آگ نہیں دیکھی گئی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑا، اور ان کو رسیوں سے باندھنے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿لاالہ الا انت سبحانك رب العالمین لك الحمد و
لك الملك، لاشریك لك (۱)﴾

جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رسیوں سے باندھ لیا اور انہیں اٹھا کر منجنیق میں رکھ لیا اور پھر منجنیق کے ذریعے آگ کی طرف پھینک دیا تو آگ تک پہنچنے سے قبل ہی حضرت جبریل تشریف لائے اور فرمایا: ''یاابراھیم الك حاجة ؟'' ابراہیم! کسی چیز کی ضرورت ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ''امـا الیك فلا (۲)'' مگر آپ سے نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً آگ کو حکم ہوا:

﴿ینَارُ کُونِی بَرْدًا وَسَلٰمًا علی ابراھیم﴾

''اے آگ ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈے ہو جا اور سلامتی والی ہو جا''

---

(۱) تاریخ ابن عساکر ج۲ ص۱۴۷ (۲) قصص الانبیاء لابن کثیر

بعض حضرات نے یہاں تک کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ''سـلامًـا'' نہ فرماتے تو آگ کی ٹھنڈک زیادہ ہوتی جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف ہوتی، اور بعض کہتے ہیں کہ آگ کی صرف اتنی گرمی محسوس ہوئی کہ آپ کی پیشانی پر ہلکا سا پسینہ آیا جس کو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے صاف کیا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈال دیا گیا تو فرمانے لگے:

﴿اللّٰھم انك فی السماء واحد' وانا فی الارض واحد اعبدك﴾

''اے اللہ! آپ آسمان میں ایک ہیں' اور میں زمین پر آپ کی عبادت کرنے والا صرف ایک ہوں''

آگ میں آپ کے ساتھ سایوں پر مامور فرشتہ بھی تھے' حضرت ابراہیم علیہ السلام گڑھے کے بیچوں بیچ سرسبز باغ میں ہیں اور ان کے آس پاس آگ ہے' لوگ ان کی طرف دیکھ تو رہے ہیں مگر ان تک پہنچ نہیں پا رہے ہیں' اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف نکل کر جا سکتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آگ میں مختلف روایات کے مطابق چالیس یا پچاس یوم رہے' جہاں آپ نے انتہائی پاکیزہ اور پرکیف زندگی گذاری۔ آگ نے بندھی ہوئی رسیوں کے سوا کسی چیز کو نہیں جلایا' بلکہ وہ آگ ان پر ٹھنڈی ہوگئی' چنانچہ آپ کا اس آگ سے اس طرح نجات پانا انتہائی عظیم معجزہ ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے' آگ تو کافروں کو جلائے گی' اللہ کے حکم سے انبیاء کرام کو نہیں جلا سکتی' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزوں میں سے ایک معجزہ یہ آگ بھی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان پر احسانِ عظیم فرمایا۔

(اہم مراجع)

۱۔ قصص الانبیاء لابن کثیر۔ ۲۔ قصص الانبیاء للنجار۔
۳۔ المستفاد من قصص الانبیاء عبدالکریم زیدان۔
٤۔ تفسیر المنار لرشید رضا۔ ٥۔ تفسیر ابن کثیر۔
٦۔ صحیح البخاری۔ ۷۔ تاریخ ابن عساکر۔
۸۔ تفسیر القرطبی۔

عظیم مینڈھے کا معجزہ:

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ (۱۰۳) وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرَاهِیْمُ (۱۰۴) قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (۱۰۵) اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ (۱۰۶) وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ (۱۰۷)﴾ (الصافات:۱۰۳-۱۰۷)

''غرض دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کرلیا اور باپ نے بیٹے (ذبح کرنے کے لئے) کروٹ پر لٹایا اور ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیمؑ (شاباش) تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دیدیا''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام عمر رسیدہ ہوگئے، شیخوخت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ مگر نرینہ اولاد نہ تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمیشہ بیٹے کی دعا اللہ سے کرتے رہے، حضرت سارہ علیہا السلام نے آپ کی اس خواہش کو محسوس کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمانے لگیں: ابراہیم! میں بانجھ ہوگئی ہوں مگر میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بیٹا عطا کرے، اس چاہت کو پورا کرنے کے لئے میں ہاجرہ آپ کو ہبہ کرتی ہوں، تاکہ آپ ان سے نکاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹا عطا فرمادے، بلکہ ہم سب کو عطا فرمادے، جس سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام تھوڑی دیر خاموش رہے، اور حضرت سارہ کی غیرت کا بھی احساس ہوا، اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت سارہ علیہا السلام انتہائی اطمینان اور اعتماد کے ساتھ فرمانے لگیں: روئے زمین پر وہ واحد عورت ہے جو حضرت حواء علیہا السلام کی سی شان رکھتی ہے، معاملات کو سلجھانے کا بڑا تجربہ رکھتی ہے، کہنے لگی: ابراہیم! ڈریئے مت۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے ساتھ نکاح کرلیا' ایام بہت بابرکت گذرتے گئے' ہاجرہ حاملہ ہوئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ایک حسین جمیل بچہ جنا' اس کا نام اسماعیل رکھا گیا۔ حضرت اسماعیل کی پیدائش سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑی خوشی ہوئی' اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ بہت زیادہ محبت کرنے لگے' اس عظیم نبوی خاندان میں اس مبارک نومولود کے ساتھ احوال بہت بابرکت و باسعادت گذرتے رہے۔ ابوالانبیاء انتہائی سعادتمندی کے ساتھ دن رات اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور اس کی حمد وثنا بیان کرتے کہ اس عظیم ذات نے انہیں بڑھاپے میں اولاد کی دولت سے نوازا۔

پھر عظیم بیتِ نبوی میں اچانک کچھ تبدیلی آئی' یعنی حضرت سارہ علیہا السلام میں عورت کی وہ طبعی وفطری غیرت ظاہر ہونے لگی' یعنی اپنے شوہر کے ساتھ اپنے علاوہ کسی دوسری عورت کو برداشت نہ کرنا' جو ہر عورت کی فطرت وطبیعت ہے' حضرت سارہ اس کو چھپانے اور اس غصے کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کرتی' تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف نہ ہو' مگر کامیاب نہ ہوتی' آخر کار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے اسکا اظہار کرہی دیا' چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب آئیں اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور انتہائی دھیمی آواز میں کہنے لگی' ابراہیم! آج کے بعد میں ہاجرہ اور اس کی بیٹے کے ساتھ نہیں رہ سکتی' لہذا آپ اپنے اور اس کے بارے میں غور کیجئے' حضرت سارہ علیہا السلام خاموش ہوئیں اور ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے غمگین بھی ہوئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی خاموش رہے' اور یہ سوچنے لگے کہ واقعۃً سارہ ہاجرہ کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور انہوں نے حضرت ہاجرہ سے شادی سے قبل بھی یہ خدشہ ظاہر کیا تھا۔

بہرحال! حضرت ابراہیم علیہ السلام شروع میں یہ خیال کرتے رہے کہ ہاجرہ اور ان کے بیٹے کے لئے علیحدہ مکان بنانے سے معاملہ ٹھیک ہوجائیگا' لیکن حضرت سارہؓ اس پر بھی راضی نہیں تھی' اور کہنے لگی' جس شہر میں ہاجرہ رہے گی میں اس شہر میں نہیں رہ سکتی' اسی طرح ان کی موجودگی بھی برداشت کرنے پر تیار نہیں تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہؓ کو حضرت ہاجرہؓ سے راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے' لیکن وہ مسلسل انکار کرتی رہیں اور حضرت ہاجرہؓ کو اپنے سے دور رکھنے پر اصرار کرتی رہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لیکر کسی مقام پر ٹھہرانے کے ارادے سے فلسطین سے نکلے' اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق جنوب کیطرف صحراءِ حجاز میں چلتے رہے' اور چلنے کا یہ حکم وحی خفی کے ذریعے آپ کو مل گیا تھا' سارا دن مسلسل چلتے اور کسی مقام پر نہ ٹھہرتے' مگر وہاں ٹھہرتے جہاں تھکاوٹ محسوس کرتے یا بھوک محسوس کرتے یا پانی پینے کی ضرورت ہوتی' پھر اپنی بیوی اور بچے کو لیکر سفر جاری رکھتے' یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک وادیِ مکہ کے ایک مقام جہاں شام اور یمن کا راستہ مل جاتا تھا ٹھہر گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی وادی میں اپنے مختصر خاندان کو ایک خیمے کے اندر ٹھہرانے کا ارادہ کیا' تا کہ اس میں اپنے سامان اور کھانے کی اشیاء رکھیں گے' اور رات کو اس خیمے میں سو سکیں گے' حضرت ہاجرہؓ نے اس مقام میں آس پاس کا نظارہ کیا' تو ان کو ایک بے آب و گیاہ میدان نظر آیا' نہ کہیں سبزی نظر آئی نہ پانی کا نام ونشان اور نہ کوئی بشر۔ جب حضرت ہاجرہؓ تھوڑی دیر کے لئے سوچوں کی دنیا میں گم ہوگئیں اور ماحول کا جائزہ لینے لگیں تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اور سوچنے لگیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ کو اپنے خاندان کے رہنے کے لئے کیسے منتخب کیا' جس میں انسانی زندگی کا کوئی سامان نہیں ہے؟ مگر ساتھ ہی خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ وحی الٰہی اور حکمِ خداوندی ہو' چنانچہ اپنی تسلی کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا' ابراہیم! اس مقام میں ہمیں چھوڑنا حکم خداوندی ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں حکم الٰہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھرپور توکل کرنے والی مومنہ ہاجرہ نے فوراً کہا: اگر ایسا ہے تو ہمیں اللہ تعالیٰ پر توکل ہے' آپ نے اپنے خاندان کو اس ذات کے حوالہ کیا جس پر بھروسہ کرنے والا کبھی ضائع نہیں ہوا کرتا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی واپس روانگی کا منظر عجیب تھا۔ ان کو اس بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑے جا رہے ہیں یہ توکل علی اللہ کا

اعلیٰ مقام اور عظیم اور مضبوط ایمان کے کرشمہ کا ظہور تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور ان کے چھوٹے بچے اسماعیل کو چھوڑ کر جانے لگے، چلتے رہے یہاں تک کہ نظروں سے اوجھل ہونے کا وقت قریب آیا، تو سر اوپر کو اٹھایا اور خشوع کے ساتھ ذاتِ خداوندی کی طرف متوجہ ہو کر یہ دعا کی:

﴿رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ﴾ (ابراہیم: ۳۷)

''اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں اے ہمارے رب تا کہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے اور ان کو پھل کھانے کو دیجئے تا کہ یہ لوگ شکر کریں''

اس عظیم دُعا کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک نظر بیوی بچوں پر ڈالی اور بلادِ شام کی جانب روانہ ہو گئے، ایام گذرتے گئے، ایک مرتبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس کی شدت کی وجہ سے رونے لگے، ان کی والدہ پانی کے تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان بار بار دوڑنے لگیں، ادھر اسماعیل علیہ السلام کے پاس زمزم کا چشمہ پھوٹ پڑا، جو نہایت شیریں تھا، جو مہمانانِ رحمٰن کے پینے کے لئے خاص کر دیا گیا، اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت ہاجرہؓ کو یقین ہو گیا کہ اب بچہ ہرگز ضائع نہ ہوگا۔

جب دیکھا کہ زمزم کے پانی میں خیر ہی خیر ہے تو یہاں سے ہر گذرنے والا اس کی طرف راغب ہونے لگا، اور اس کے پاس پڑاؤ ڈالنے گا، اور لوگ اس کے پاس استراحت کے لئے اور پانی کے حصول کے لئے ٹھہرنے لگے، چنانچہ قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ بنی جرہم کو یہ پانی بہت پسند آیا، اور اس نے یہاں اس پانی کے پاس وادیِ مکہ میں

ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا' اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے وہاں ٹھہرنے کی اجازت طلب کی' انہوں نے اقامت کی اجازت دے دی' تو وہاں ٹھہرنے لگے' یوں ان کو پڑوسی مل گئے' اور اُنسیت کا سامان پیدا ہوا' چنانچہ اس قبیلے سے مکہ کی آبادی شروع ہوئی' وادیِ مکہ انسانوں' مال مویشیوں اور پرندوں سے آباد ہوئی۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا جو حضرت اسماعیل و ہاجرہ علیہما السلام کو وہاں چھوڑ کر فلسطین جاتے ہوئے مانگی گئی تھی قبول ہوئی' یعنی:

﴿فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرٰتِ﴾

''آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کردیجئے اور ان کو پھل کھانے کو دیجیے''۔

شام میں ایک مدت تک رہنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے اسماعیل اور بیوی ہاجرہؓ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا' تاکہ اللہ کے پاس رکھی گئیں امانتوں کا نظارہ کریں اور معلوم کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا' چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ پہنچے تو منظر ہی کچھ اور تھا' اب یہ وادی لوگوں' جانوروں اور دیگر اشیاء سے آباد ہے' دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ کہیں راستہ بھول کر کسی اور جگہ تو نہیں آ گئے ہیں' اس لئے کہ وہ جس وادی میں اسماعیل و ہاجرہ کو چھوڑ کر گئے تھے وہ تو بے آب و گیاہ میدان تھا' وہاں سبزہ کا تصور' نہ آبادی کے آثار تھے حتی کہ پوچھنے کی ضرورت پڑی کہ کیا یہ وادی مکہ ہے؟ کیا ہاجرہ اور اسماعیل اس وادی میں رہتے ہیں؟ پھر پہچان گئے کہ یہی وادی مکہ ہے' چنانچہ ان بہت سارے خیموں کے درمیان میں حضرت ہاجرہ و اسماعیل علیہما السلام کے خیمے کو انتہائی اشتیاق کے ساتھ تلاش کرنے لگے' اسماعیل علیہ السلام و ہاجرہ کا خیمہ چونکہ لوگوں میں معروف و مشہور تھا' ہر ایک نے اس کی طرف رہنمائی کی' ابراہیم علیہ السلام خیمے میں پہنچے اور فرزندِ ارجمند کے چمکتے چہرے کی طرف دیکھا تو انتہائی مسرور

ہوئے' اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام بھی اپنے شوہر کی زیارت سے انتہائی خوش ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں کا شکر ادا کیا۔

چنانچہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ معمول بن گیا کہ کبھی کبھار اپنے بیوی بچوں سے ملنے کے لئے تشریف لاتے اور چلے جاتے' یہ سلسلہ چلتا رہا' حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بھی تشریف لاتے بچے کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے' اور اس انعام الٰہی کا شکر بجا لاتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بڑھاپے کی عمر میں اولاد سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صرف یہی ایک انعام نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار انعامات سے نوازا تھا' اور نعمتوں میں سے عظیم ترین نعمت' نعمت ایمان ہے جو کامل و مکمل طور پر انہیں حاصل تھی۔

ایک اور بڑے معجزے کا ظہور:

یہ معجزہ ایک عظیم امتحان تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے دوست' اس کے نبی کا امتحان تھا' آگے ہم پڑھیں گے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس عظیم آزمائش سے کس طرح کامیابی سے نکلتے ہیں۔ کامیاب کیوں نہ ہوں' وہ تو ابوالانبیاء ہیں' اللہ کے خلیل' جس کی صفت خود ان کے رب نے حلیم سے بیان کی ہے جو روئے زمین میں سب سے زیادہ محبت کرنے والا دل رکھتے ہیں' ایک عظیم صفات کے مالک کا امتحان ہو رہا ہے' بلکہ ان کے دل کی ہر ہر دھڑکن کا امتحان ہے' اسماعیل علیہ السلام ان کے دل کی دھڑکن ہیں' دنیا میں ان کا محبوب ترین ہیں' بڑھاپے کی عمر میں اسے نصیب ہوا ہے' جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور بڑھاپے کا سہارا' اس کے متعلق سخت امتحان میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اس کی ابتداء خواب کے ذریعے ہوتی ہے جو وحی کی عام صورتوں میں سے نہیں ہے' چنانچہ آپ نے دیکھا: کہ وہ خواب میں اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں' اور ایک ہاتف کو یہ آواز دیتے ہوئے سن رہے ہیں:

﴿یا ابراھیم! اذبح ابنك فی سبیل اللّٰہ﴾

''اے ابراہیم! اپنے بیٹے کو راہِ خدا میں قربان کر دیجئے''

اس آواز کو سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام انتہائی خوفزدہ اور حیرت زدہ ہوکر بیدار ہوئے' اور اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھکر سو گئے' پھر دوبارہ خواب دیکھا کہ ایک آواز دینے والا ان سے کہہ رہا ہے: ''اے ابراہیم! اپنے بیٹے کو اللہ کے لئے ذبح کیجئے'' اس آواز کو سنکر حضرت ابراہیم علیہ السلام یک دم کھڑے ہو گئے۔

آپ سمجھ گئے یہ ہاتف' ہاتفِ خداوندی ہے اور اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرنے کا من جانب اللہ حکم ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب حق اور وحی ہوتے ہیں' چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب کے ذریعے حکم ہوا کہ اپنے رب کے حکم کو نافذ کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فکر مند ہوئے کس طرح اسماعیل کو بتائیں جب اس کو ذبح کرنے کے لئے لٹا دیں گے' چنانچہ اس نتیجے پر پہنچے کہ زبردستی لیٹا کر ذبح کرنے کی بجائے اصل حقیقت سے اس کو آگاہ کر دینا بہتر اور ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کے پاس آکر کہنے لگے: پیارے بیٹے! چھری اور رسی لیجئے' میرے ساتھ پہاڑ تک چلیئے تاکہ وہاں جاکر ہم لکڑیاں جمع کریں' چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد محترم کے حکم کی تعمیل کی' اور جس پہاڑی پر جانے کا حکم دیا' وہاں جانے کے لئے ساتھ ہو لئے' حضرت اسماعیل علیہ السلام انتہائی فرمان بردار تھے' کبھی بھی آپ نے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی' ابراہیم علیہ السلام اس مقام تک پہنچ گئے جہاں پہنچنے کا حکم تھا' چنانچہ باپ بیٹے ایسے مقام پر پہنچے' جہاں سوائے اللہ تعالیٰ کے ان کو دیکھنے والا اور کوئی نہیں تھا' اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

﴿يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى ج قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾ (الصافات:۱۰۲)

''بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں' اب تو

دیکھ لے تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے اس کو کر گزریئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے“

ذرا غور کیجئے! انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صورتِ حال سے آگاہ کرنے کے لئے کیا لطیف انداز اپنایا؟ اور معاملہ کو بیٹے پر ڈال دیا اور اس کی اطاعت کا امتحان لیا' حالانکہ ان کو ذبح کرنا یقینی تھا کیوں کہ وحی الٰہی کے مطابق اس کا حکم تھا' مگر مطیع فرمانبردار بیٹے کی فرمانبرداری واطاعت شعاری کو دیکھنا تھا' نیز دیکھئے! بیٹا باپ کی توقعات سے بڑھ کر تعمیلِ حکم کے لئے تیار ہوا کہنے لگا: ابا جان! یہ اللہ کا حکم ہے' اس کو پورا کرنے میں تاخیر نہ کیجئے' جلدی کیجئے۔ اس جواب کو قرآنِ کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿يَـٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِىٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّـٰبِرِينَ﴾ (الصافات:۱۰۲)

”ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے اس کو کر گزریئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے“۔

بیٹے کی طرف سے کیسا عظیم الشان جواب ملا' وہ ذبح کیا جائیگا' حکم الٰہی کو بجالانے کے لئے بے تاب ہے اور والد کو اطمینان دلاتا ہے' انشاء اللہ وہ اسے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اسماعیل سے رسی لی اور چھری ہاتھ میں لیکر اس کو باندھنے لگے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: ابا جان! جب مجھے ذبح کرنے لگو تو رسی سے مضبوط باندھ لینا' کہیں میرے خون کے چھینٹے آپ کے کپڑوں پر پڑنے کی وجہ سے میرے اجر و ثواب میں کمی نہ آجائے' اس لئے کہ موت کا معاملہ بہت سخت ہے ہوسکتا ہے موت کے وقت میں مضطرب ہو کر حرکت کروں' اور چھری کو بھی ذرا گردن پر

رکھنے سے قبل خوب تیز کر لینا تاکہ جلدی ذبح کرسکو ذبح کرنے کے لئے جب مجھے لٹاؤ تو منہ کے بل لٹا دینا' پہلو کے بل مت لٹا دینا' مجھے اندیشہ ہے کہ اس وقت جب آپ میرے چہرے کی طرف دیکھیں گے تو آپ پر رقت طاری ہو اور حکمِ الٰہی کی تکمیل میں تاخیر ہو' بعد میں اگر میری قمیص میری والدہ کو واپس کر دیں تو بہتر ہے تاکہ یہ ان کے پاس میری یادگار رہے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا' ٹھیک ہے ایسا ہی کروں گا۔ پیارے لختِ جگر! تم حکمِ الٰہی کی تکمیل میں میرے معاون ثابت ہوئے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم نے چھری کو تیز کیا' اور بیٹے کو رسی سے خوب مضبوط باندھا' اور چہرے کے بل زمین پر لٹا دیا تاکہ ذبح کے وقت چہرے کی طرف نظر نہ پڑے' بسم اللہ پڑھی اور ''اشهد ان لا الـه الّا اللّٰه '' پڑھ کر ذبح کرنے لگے ہی تھے اور ابھی چھری ان کی گردن پر رکھی تھی کہ آواز آئی اور عظیم معجزے کی خوشخبری آ گئی۔

اے ابراہیمؑ! آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا' اپنے بیٹے کے بدلے اس عظیم مینڈھے کو ذبح کر دیجیے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آواز دینے والے کی طرف مڑ کے دیکھا تو ان کے پاس سفید رنگ کا ایک خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں اور سینگوں والا مینڈھا کھڑا ہے' تو پہچان گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کے بدلے قربانی کے لئے اس کو بھیج دیا ہے۔

اس مینڈھے کے بارے کہا گیا ہے کہ چالیس سال جنت میں چرتا رہا' اور جنت میں جہاں چاہتا جا سکتا تھا' اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ وہ مینڈھا ہے جس کی آدم کے بیٹے ہابیل نے قربانی کی تھی اور بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی تھی۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم نے رسیوں کو کھولا' اور فرطِ محبت اور انتہائی خوشی سے بیٹے کو چومتے رہے' اور فرماتے رہے' کہ بیٹے! آج تو دوبارہ مجھے عطا ہوا' اس کے بعد مینڈھے کو رسیوں سے باندھ لیا' اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے اس کو ذبح کیا' یہ آزمائش جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو مبتلا فرمایا تھا بہت بڑی آزمائش اور عظیم امتحان تھا' نیز تمام معجزات میں سب سے بڑا معجزہ تھا'

حضرت ابرہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام نے رضا وتسلیم، طاعت و امتثالِ امر کے میدان میں عظیم الشان مثال قائم کی، اور اللہ تعالیٰ نے مینڈھے کی صورت میں عظیم معجزہ ان کے ہاتھوں ظاہر فرمادیا، اسی عظیم معجزے کا تذکرہ قرآنِ کریم نے یوں کیا ہے۔

﴿فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّه، لِلْجَبِیْنِ ○ وَنَادَیْنَاهُ اَنْ یَّآاِبْرَاهِیْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَالْبَلٰٓؤُ الْمُبِیْنُ ○ وَفَدَیْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ○ وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ﴾ (الصافات:۱۰۳-۱۰۸)

''غرض دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کیا اور باپ نے بیٹے کو کروٹ پر لٹایا، ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیمؑ (شاباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا، ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں، حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دیدیا، اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لئے رہنے دی''

یہ ہے وہ حقیقی رضا وتسلیم جس کی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عظیم مثال پیش کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں عظیم جزا سے نوازا، اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کیا، اور اطاعت وفرمانبرداری کے آخری درجے کو پہنچے، اور ایسے عظیم اور مشکل ترین آزمائش کے میدان کو سر کرلیا جہاں بڑے مضبوط قُویٰ والے لوگ بھی جواب دے بیٹھتے ہیں، اور اس کے سامنے سرنگوں ہوجاتے ہیں۔

خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوتِ ایمانی ایک معجزہ ہے، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اطاعت میں معجزہ ثابت ہوئے۔ یہ سارے مواقف معجزے ہی معجزے ہیں، صرف مینڈھا ہی معجزہ نہیں ہے بلکہ باپ، بیٹا، ان کی قوت ایمانی، حق اطاعت کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کی ان کے ساتھ الطاف ومہربانیاں سبھی معجزے ہیں، تاریخ بشریت اس کو کبھی بھی نہیں بھلاسکتی۔

(اہم مراجع)

۱۔ قصص القرآن: جاد المولی۔ ۲۔ قصص الانبیاء: للنجار۔

۳۔ تفسیر القرطبی۔ ٤۔ تفسیر ابن کثیر۔

۵۔ تاریخ الطبری۔ ٦۔ المستفاد من قصص القرآن: ڈاکٹر عبدالکریم زیدان۔



حضرت عُزیر علیہ السلام

﴿حضرت عزیر علیہ السلام کا مرنے کے بعد زندہ ہونا﴾

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَکْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (البقرہ:۲۵۹)

"یا مانند اس شخص کے کہ گزرا اوپر ایک گاؤں کے اور وہ گرا ہوا تھا اوپر چھتوں اپنی کے' کہا کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ پیچھے موت اس کی کے پس مار ڈالا اس کو اللہ نے سو برس پھر جلایا اسکو' کہا کتنی دیر رہا تو' کہا رہا میں ایک دن یا تھوڑا دن سے' کہا بلکہ رہا تو سو برس پس دیکھ طرف کھانے اپنے اور پینے اپنے کے' کہ نہیں سڑا' اور دیکھ طرف گدھے اپنے کے' اور تا کہ کریں ہم تجھ کو نشانی واسطے لوگوں کے اور دیکھ طرف ہڈیوں کے کہ کیونکر چڑھاتے ہیں ہم ان کو پھر پہناتے ہیں ان کو گوشت' پس جب ظاہر ہوا واسطے اس کے کہا جانتا ہوں میں تحقیق اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے"

حضرت عزیر علیہ السلام کے معجزے کو بیان کرنے سے قبل ان کے حالات زندگی کا مختصر خاکہ پیش کرنا ضروری ہے' تا کہ ان کے قصے اور معجزے کا مکمل ادراک ہو سکے' حضرت عزیر علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔ اس وقت ان کے

خاندان اور دوسرے بنی اسرائیل کا قیام بابل میں محصوریت کے حالت میں تھا' کیوں کہ بادشاہ بخت نصر نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کو قیدی بنالیا تھا اور بڑے بڑے قیدیوں کو بابل میں لے گیا تھا۔ جہاں ان کی نسلیں بڑھیں اور آباد ہوئیں مگر محصوریت کی حالت میں بخت نصر نے جہاں دوسری اقوام پر غارت گری کی وہاں اس نے بنی اسرائیل کو بھی نہیں بخشا۔ فرمانِ الٰہی ان پر صادق آتا ہے:

﴿وَقَضَيْنَا اِلٰى بَنِى اِسْرَائِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ اُوْلٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا اُولِىْ بَأْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ج وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا﴾ (الاسراء:۴'۵)

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات بتلا دی تھی کہ تم سرزمین میں دوبارہ خرابی کرو گے اور بڑا زور چلانے لگو گے پھر جب ان دوبار میں سے پہلی بار کی میعاد آئے گی ہم تم پر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کرینگے جو بڑے جنگجو ہونگے پھر وہ گھروں میں گھس پڑینگے اور یہ ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا''

حضرت عزیرؑ انتہائی زیرک' عقلمند اور ہوشیار تھے' بابل میں ذلت کی زندگی کو ناپسند کرتے تھے' قوم کی ذلت ومحصوریت اور غلامی ان کو سخت غمگین اور پریشان کرتی تھی' حضرت عزیر علیہ السلام انتہائی عابد و صالح تھے اور توراۃ کی تلاوت کیا کرتے تھے' بلکہ تورات کے حافظ بھی تھے۔ بنی اسرائیل میں اس وقت ان کے سوا کوئی حافظِ توراۃ نہیں تھا۔ ان سے پہلے ان کے والد اور دادا توراۃ کے حافظ تھے۔ عزیرؑ توراۃ پڑھتے۔ اس کے احکامات پر عمل کرتے' اور دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتے' ان کے مواعظ' نصائح اور بہترین اخلاق سے پیش آنے اور استقامت کی وجہ سے اسرائیلی اور بابلی سبھی ان سے یکساں محبت کرتے تھے' اور حضرت عزیر علیہ السلام مستجاب الدعوات بھی تھے' جس کے

لئے بھی خیر کی دعا کرتے وہ ضرور قبول ہوتی۔

بڑے ہو کر شادی کر لی اور دو بیٹے عطا ہوئے، جب عمر چالیس سال کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی، ایک دن تم بابل کی محصوریت سے نکل جاؤ گے، اور بنی اسرائیل کو بھی اس سے نجات ملے گی، اور اس سے نکل کر اپنے اصل وطن ''ارض مقدسہ'' کی تعمیرِ نو کرو گے۔

حضرت عزیرؑ نے اس وحی کے متعلق کسی کو بھی نہیں بتایا، کہ کہیں اس کی وجہ سے بنی اسرائیل مشکلات میں مبتلا نہ ہو جائیں، زمانہ گذرتا گیا مگر حضرت عزیرؑ کے دل میں بابل کی غلامی والی زندگی سے نکلنے اور وحی الٰہی کے مطابق ارضِ مقدسہ کو آباد کرنے کے محرکات بڑھتے رہے، اور ان محرکات میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا، اور ایک دن آپ کے اشتیاق میں شدت آ گئی، حتی کہ بابل کو چھوڑنے کا فیصلہ ہی کر لیا، مگر اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی راہ میں حائل مشکلات کا جائزہ لیتے رہے، کہ بیوی کا کیا بنے گا، بیٹے کہاں جائیں گے؟ اس خادمہ کا کیا ہوگا جو ساری زندگی ان کی خدمت کرتی رہی، اور امانت و اطاعت میں ہمیشہ ان کی پیروی کرتی رہی ہے۔ اور دل ہی دل میں سوچنے لگے، کہ ان ساروں کو ساتھ لے جانے کی کیا صورت ہوگی؟ جب کہ بابل کے آس پاس سخت پہرہ ہے۔ یہ بادشاہ کے پہرے دار کس وقت غافل ہوں گے؟ یہ مشکلات اس راہ میں حائل تھیں، حتی کہ ان کو احساس ہوا کہ ان مشکلات کے ہوتے ہوئے ارادے کی تکمیل تعطل کا شکار ہوگی، مگر اس معاملے میں غور کرتے رہے، آخر کار رات کا کافی حصہ گذرنے کے بعد جب تمام لوگ سو گئے، تو ایک محفوظ مکان میں اپنے بیوی بچوں اور خادمہ کو جمع کیا اور ان کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور فرمایا: میں نے بابل سے نکل جانے کا فیصلہ کر لیا ہے، بیوی کہنے لگی: آپ نے کہاں جانے کا ارادہ کیا ہے؟ حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا: ارض مقدسہ کی طرف۔ بیوی کہنے لگی: یہ بہت مشکل کام ہے، اس لئے کہ ہم بخت نصر کی فوجوں کی لپیٹ میں ہیں، مگر حضرت عزیرؑ ہر قیمت پر بابل کو چھوڑنے پر مصر تھے، اس لئے کہ وہ بابل چھوڑنے کو حکمِ الٰہی سمجھتے تھے، جب عزیر علیہ السلام نے اس راز کو اپنے گھر والوں کے

سامنے ظاہر کر دیا کہ بابل سے نکلنا وحی الٰہی کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بذریعہ وحی یہ بشارت دی ہے کہ بنی اسرائیل دوبارہ ارضِ مقدسہ کو آباد کریں گے اور بخت نصر کے ظلم اور غلامی کی یہ کالی راتیں چھٹ جائیں گی تو ان کی بیوی بچے اور خادمہ بہت خوش ہوئے اور سمجھ گئے کہ عزیرؑ کو نبوت عطا کی گئی ہے۔ عزیر نے فرمایا: یہ وحی الٰہی تین مہینے قبل آئی تھی، اور یہ بھی سنو کہ میں توراۃ کا حافظ بھی ہوں، یہ کلام خداوندی ہے، ان شاء اللہ ہر جگہ میری رہنمائی کرتا رہیگا، یہ ساری گفتگو سن کر بیوی کہنے لگی: کہ تو پھر بنی اسرائیل کو اس سے مطلع نہ کر دیا جائے، تاکہ وہ خوش ہو جائیں اور ان کے عزائم بلند ہوں اور ذلت واہانت کی زندگی سے نجات پانے کا داعیہ پیدا ہو؟۔

بیوی اور بچوں نے یہ بھی کہا: آپ اکیلے جا کر ارضِ مقدسہ کو آباد نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہاں آپ کو کوئی معین و مددگار ملیگا، حتی کہ وہاں ایک فرد بھی آپ کو نہیں ملیگا جسے آپ توراۃ کی تعلیم دے سکیں، یہاں ہمارے پاس رہیں گے تو ہمیں فائدہ ہوگا، ہم آپ سے تورات کے احکامات کی تعلیم حاصل کرلیں گے، حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا: یہ اللہ کا حکم ہے جو ہوکر رہیگا، میں ہرگز اللہ کے امر کی نافرمانی نہیں کر سکتا بس اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ یہ ہوگا، مگر میں نہیں جانتا کہ کیسے ہوگا، مگر ہوگا ضرور، کچھ عرصہ کے بعد بنی اسرائیل بھی مجھے ملیں گے، اور تم لوگ بھی ضرور مجھ سے ملو گے، صبر سے کام لو، بے صبری مت دکھاؤ، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، کوئی بھی اللہ کے فیصلے کو نہیں روک سکتا، مستقبل قریب میں ہم ارضِ مقدسہ میں جمع ہو جائینگے۔ بابل سے نکلنے کی رات حضرت عزیرؑ نے گھر والوں کو تاکید کی کہ میرے معاملے کو مخفی رکھا جائے، کوئی میرے بارے پوچھے تو اس سے کہا جائے کہ گھر سے نکلا ہے، نہیں معلوم کب واپس آئیگا۔

ان کے جانے سے بیوی بچے غمگین ہونے لگے تو حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا: صبر کرو، ہم ضرور ملاقات کریں گے، اللہ تعالیٰ نے یہی وحی فرمائی ہے، غمگین مت ہو جاؤ، رونا دھونا بند کرو، اور اپنی آوازوں کو پست کرو، تاکہ کسی کو خبر نہ ہو، اب میں آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے جا رہا ہوں۔ جانے لگے تو بیوی نے پوچھا: سواری کے لئے

کیا انتظام کیا ہے؟ فرمایا: چند دن قبل اس غرض کے لئے ایک مضبوط دراز گوش خرید کرر کھی ہے بیوی کہنے لگی: وہ کہاں ہے؟ فرمایا: میرے دوست کے پاس ہے اوران سے وعدہ لیا ہے کہ روانگی کے وقت شہر پناہ سے باہر لاکر میرے حوالہ کریگا' کہنے لگی: بابل کو چھوڑنے کے متعلق آپ کے دوست باخبر ہیں؟ عزیر علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! اسے علم ہے اور مجھ پر سب سے پہلے ایمان لانے والا بھی وہی ہے' انشاء اللہ وہ میرے تمام معاملے کو راز میں رکھے گا۔

آپ کا وہاں سے جانا بیوی بچوں کے لئے بہت مشکل اور دشوار گزار امر تھا' انہوں نے انتہائی غم وحزن کے ساتھ ان کو رخصت کیا' اوزعزیز علیہ السلام بابل سے نکلنے کے لئے چل پڑے۔

ظہورِ معجزہ:

حضرت عزیر علیہ السلام نے انتہائی دشوارترین اورطویل ترین سفر کے لئے کمرِ ہمت باندھ لی اورخوف وانتظار کی حالت میں بابل سے نکلنے میں کامیاب ہوئے' اس لئے کے بخت نصر کی فوج ہر طرف بابل کو گھیرے ہوئے تھی' آپ کو طویل سفر بڑی مشقت کے ساتھ طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ میں ارضِ مقدسہ میں داخل ہوگیا ہوں جس کی زیارت کے لئے مدتوں سے مشتاق تھے' جب اس میں داخل ہوئے تو عجیب منظر دیکھا کہ وہاں کہیں بھی آبادی کے کوئی آثار نہیں ہیں بلکہ تمام چیزیں الٹی پڑی ہیں' تیس سال سے برباد ہوا پڑا ہے' اور بخت نصر کی فوجوں نے اس کو تہہ وبالا کر کے رکھ دیا ہے' یہاں سے بیت المقدس کی طرف چل پڑے' اور بیت المقدس کے متعلق بہت سے واقعات یاد آئے اور یکے بعد دیگرے ان واقعات کو سوچتے رہے' مثلاً بنی اسرائیل کے بادشاہ نے بخت نصر کے سامنے حاضری دی اور صلح کی درخواست کی اور صلح کے بدلے بہت سے قیمتی جواہرات اس کی خواہش کے مطابق اس کو دیئے' بخت نصر نے اس پر بس نہیں کیا' بلکہ بنی اسرائیل کے بعض سرداروں کو اپنی تحویل میں لینے کا مطالبہ کیا' تاکہ صلح کو برقرار رکھنے کے طور پر وہ

گروی بن جائیں اور سرکشی نہ کرنے کی ضمانت ہو اور وہ واقعہ بھی انہیں یاد آیا کہ جب بخت نصر نے اپنی فوجوں کو لیکر ان پر چڑھائی کی تو بنی اسرائیل کے لوگ خوف زدہ ہوکر لڑنے کے بجائے اپنے اپنے گھروں میں چھپ گئے' اور بادشاہ نے مجبور ہوکر بخت نصر سے صلح کی اور اس صلح کے بدلے اس کو بہت سارے اموال دیئے' اور جب وہ مال لیکر چلے گئے تو یہ لوگ گھروں سے باہر نکلے' اور بادشاہ پر صلح کرنے کی وجہ سے غضبناک ہوئے اور کہنے لگے' کہ صلح کرنے کی کیا ضرورت تھی' ہم بخت نصر کے ساتھ قتال کرنے کی طاقت رکھتے ہیں یہ کہہ کر بادشاہ پر حملہ آور ہوکر اس کو قتل کرڈالا اور صلح کو توڑ دیا۔

بخت نصر کو جب واقعہ کا علم ہوا' تو دوبارہ بیت المقدس پر چڑھ دوڑا' اور بیت المقدس کو سخت محاصرے میں لے لیا' اور شہر پناہ کو توڑنے لگا' حتی کہ شہر پناہ مکمل منہدم ہوگیا' تو اس کی فوجیں شہر میں داخل ہوگئیں' اور پورے شہر کو تہہ و بالا کردیا عورتوں' بچوں تک کو قتل کرڈالا' ان کے گھروں اور فصلوں کو برباد کرکے چھوڑا' لوگوں کو قتل کردیا اور قیدی بنالیا' اور غارت گری کی انتہاء کردی' تمام شہر برباد ہوگئے' خون کی ندیاں بہہ گئیں' کچھ مصر کی طرف اور کچھ مکہ وحجاز کی طرف بھاگنے میں کامیاب بھی ہوئے' جو بچے ان کو بخت نصر نے قید کرلیا' مگر ان میں سے جوانوں کو قتل کرڈالا اور عورتوں اور بچوں کو زندہ چھوڑ کر غلام بنالیا۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے جب بیت المقدس کو ہر طرف سے برباد حالت میں دیکھا تو یہ سب واقعات ان کے ذہن میں یکے بعد دیگرے گھومتے رہے' درختوں کو دیکھا کہ ان میں لگے پھل سالہا سال سے نہ چننے کی وجہ سے وہ نئے پرانے پھلوں سے بھرے ہیں۔ غرض ہر طرف بربادی ہی بربادی تھی' اسی اثناء میں حضرت عزیر علیہ السلام کو دور سے بھیڑیوں اور درندوں کی آوازیں سنائی دیں' تو ادھر اُدھر دیکھنے لگے کہ کہیں کوئی بشر نظر آئے مگر کسی آدمی کے وجود کا کوئی تصور ہی نہیں' بہر حال! چلتے چلتے القدس پہنچ گئے' وہاں بخت نصر کی قتل گاہ کو دیکھا' ہر طرف مقتولین کی پرانی ہڈیاں بکھری پڑی ہیں' اور دیواروں پر سیاہ وخشک خون لگا ہوا دیکھا' اور ہزاروں انسانی کھوپڑیاں بخت نصر کی درندگی

پر دلالت کر رہی تھیں۔

عزیر علیہ السلام نے دیکھا کہ نہ گھروں کا وجود ہے نہ عبادت خانے باقی ہیں' سب کے سب مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہیں' اس دہشت ناک مناظر کو دیکھ کر حضرت عزیر علیہ السلام دہشت زدہ ہو گئے' بخت نصر کے اس غارت گری کے زمانے میں حضرت عزیر علیہ السلام کی عمر قریباً دس سال کی تھی' لیکن اپنے آباء واجداد سے اس کی ہولناکیوں کے واقعات کو سنتے رہتے تھے' مگر ان کو اندازہ نہیں تھا کہ تباہی و بربادی اس حد تک ہوگی جو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ بہر حال! حضرت عزیر علیہ السلام نے اس برباد شہر کے آس پاس چکر لگایا' اس کے ماضی و حال کو سوچنے لگے اور اس کے مستقبل کے بارے متفکر ہوئے' اور دل میں چند سوالات ابھرے' مثلاً یہ کہ کیا یہ برباد اور بے آب و گیاہ شہر دوبارہ آباد ہوگا؟' کیا اس کے بازار' مجالس دوبارہ بارونق ہوں گی؟ یہاں مردوں' عورتوں اور بچوں کی ریل پیل ہوگی؟

چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی یہ آئی تھی' کہ یہاں دوبارہ زندگی کے آثار نمایاں ہوں گے لوگوں کے چہل پہل ہوگی' اس کے کھیت اور فصلیں پھر سے لہلہانے لگیں گی تمام رونقیں واپس لوٹ آئیں گی' ان سب کو سوچ کر تھوڑی دیر تامل کے بعد گویا ہوئے:

﴿أَنّٰى يُحْيِي هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ (البقرۃ:۲۵۹)

''اللہ تعالیٰ اس کو اس کے مرنے کے بعد کیوں کر زندہ کرے گا''

اس دوران گرد و پیش کو دیکھ کر سخت تنہائی محسوس کی' کہ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہے' ہر چیز خاموش ہے حتی کہ درختوں میں حرکت نہیں ہے' اور ہر طرف بربادی ہی بربادی کا سماں ہے' سڑکیں انسانی کھوپڑیوں سے بھری پڑی ہیں اور ہڈیاں بکھری ہوئی ہیں حتی کہ سوائے دہشت زدہ کرنے والی تند و تیز ہواؤں کی آواز کے ہر طرف خاموشی ہے۔

چنانچہ القدس کے پہاڑوں میں کسی غار کو قیام کے لئے منتخب کرنے کا خیال پیدا ہوا' اپنے گدھے کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا' خود ایک باغ میں جا کر اپنے لئے ایک ٹوکری بنائی' اس کو انگوروں اور انجیروں سے بھر دیا' اور کچھ انگوروں کا رس نکال کر اسے اپنے

چمڑے کے ایک برتن میں ڈال دیا' تا کہ بوقت ضرورت نوش کریں' چاشت کے وقت ایک کشادہ غار میں گھس گئے' اور اپنا گدھا پاس باندھ لیا ٹوکری اور انگوروں کے اس برتن کو اپنے پہلو میں رکھ کر ستانے کے لئے لیٹ گئے' اور دل و دماغ پر یہ چھایا ہوا ہے کہ یہ علاقہ کس طرح آباد ہوگا' اس کی آبادی کی کیا صورت ہوگی؟ کیونکہ آپ کو اس کے آباد ہونے کے متعلق وحی الہٰی کے ذریعے خبر دی گئی تھی' بہرحال وہ انسان تھے' اس کی آبادی کی کوئی ظاہری صورت سامنے نہیں تھی' مسلسل یہ الفاظ ''اَنّٰی یُحی هَذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا'' دھراتے رہے' اسی سوال اور تعجب کی کیفیت میں تھے کہ نیند کا غلبہ ہوا اور نیند کے آغوش میں چلے گئے' اور اتنی گہری نیند سو گئے کہ سالہا سال گذر گئے مگر انہیں اس کا احساس نہ ہوا' چھوٹی نیند کرتے کرتے بڑی نیند میں چلے گئے' اپنے آس پاس کی تمام چیزوں سے بے خبر رہے' عنایت الہٰی اور ربانی لطف و کرم ان کی حفاظت کرتی رہی' اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی مشیت کو کوئی بھی نہیں ٹال سکتا' نہ زمین میں نہ آسمان میں' وہ ہر چیز پر قادر ہے' اسی کیفیت میں سالہا سال گذر گئے حتی کہ بابل سے نکلے ہوئے دس سال کا عرصہ گذر گیا' ادھر بابل میں ان کی بیوی اور بچے انتظار میں تھے کہ بابل سے نکلنے کا زمانہ کب آئیگا' اور یہ بچہ جس کے بارے میں عزیر علیہ السلام نے انہیں بتایا تھا' ان کا طویل انتظار ہوا' بابل سے نکلنے کے کوئی آثار نظر نہ آئے' سال گذرتے گئے یہاں تک کہ چالیس سال بیت گئے' بنی اسرائیل بابل سے نکلے' نہ عزیر علیہ السلام کی طرف سے کوئی خبر آئی' لوگ عزیر کو بھول گئے' اور بابل سے نجات پا کر ارضِ مقدسہ لوٹ جانے سے ناامید ہو گئے۔

تغیرات کے لئے چالیس سال کا عرصہ کافی ہوتا ہے' زمانہ بدل گیا' لوگوں میں تبدیلیاں آگئیں' اسی اثناء میں بنی اسرائیل میں ایک انتہائی خوبصورت لڑکی پیدا ہوئی جو ذکاوت' ہوشیاری' سیرت وصورت میں خاندان کی تمام لڑکیوں پر فائق تھی۔ ایک دن بابل کے بادشاہ کی اس پر نظر پڑی اور وہ اس پر فریفتہ ہو گیا' اس کو نکاح کا پیغام دیا' اس کے ساتھ اس کا نکاح ہو گیا' اس کے ساتھ بہت محبت کرنے لگا' چنانچہ اس لڑکی نے شوہر کے

سامنے اپنا نام پیدا کیا' اور شوہر کی نظروں میں معزز ہونے لگی' شوہر نے اسے بڑا درجہ دیا' اسی دوران اللہ نے ایک خوبصورت بیٹا بھی انہیں عطا کیا' اس سے شوہر کے دل میں اس کے لئے مزید جگہ پیدا ہوگئی' اور پورے محل میں عزت کی نگاہ سے دیکھی جانے لگی۔ اس کی وجہ سے بنی اسرائیل کے معاملات آسان اور حالات سازگار ہونے لگے' معاملہ یہاں تک پہنچا کہ علماء بنی اسرائیل قصرِ شاہی میں داخل ہوگئے' اور اس کے بچے کو توراۃ کی تعلیم دینے لگے' اپنے ننھیال کے لوگوں سے محبت کرنے لگا' ان علماء کی قصر شاہی میں بڑی آؤ بھگت ہونے لگی' لوگ بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ پیش آنے لگے' اس طرح قصر شاہی میں ان کی باتیں مانی جانے لگیں' حتی کہ وہ علماء بادشاہ کے وزراء اور بلند منصب پر فائز لوگوں کے ہم رتبہ ہوگئے' اور بادشاہ کے مشوروں میں شامل ہونے لگے۔

وقت گزرتا گیا' اور بنی اسرائیل کے لئے آسانیاں اور بہتریاں پیدا ہونے لگیں' یہاں تک کہ بادشاہِ بابل کا انتقال ہوا' اور اس کا وہ بیٹا اس کا جانشین ہوا' جس کی تربیت علماء بنی اسرائیل کے ہاتھوں ہوئی تھی' جو اپنے ننھیال کے لوگوں کے ساتھ انتہائی محبت کرتا تھا اور جس نے ان کے علماء سے توراۃ بھی حفظ کی تھی اور ان کے علوم سے بہرور ہوا تھا' ایک دن اسکی والدہ نے ایک مجلس میں اس سے کہا' بنی اسرائیل کی زمین بے آباد پڑی ہے ان کو آباد کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بنی اسرائیل کے لوگ وہاں جائیں اور اس کو آباد کریں' کھیتوں کی رونق کو دوبارہ بحال کریں' بیٹا ماں کی بات مان گیا' اور بابل کے تمام شہروں میں اعلان کرادیا کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی بھی اپنے وطن جانا چاہے آسانی سے جاسکتا ہے اس کو کوئی نہیں روکے گا' یہ اعلان عزیر علیہ السلام کے بابل سے نکلنے کے ستر سال بعد ہوا تھا' اس اعلان کو سنکر بنی اسرائیل بابل کو چھوڑ کر اپنے اصلی وطن کی طرف ہجرت کرنے لگے' لیکن وہاں پہنچ کر شہر کی حالت دیکھ کر دہشت زدہ ہوگئے' تاہم انہوں نے اس کو آباد کرنے کے لئے کمر ہمت باندھ لی' خوب محنت کی' درخت لگائے' فصلوں سے کھیتوں کو خوب آباد کیا' مکانات کو اچھے طریقے سے ازسرنو بنوایا' اس طرح شہر کی رونقیں پہلے سے بھی بہتر طور پر واپس لوٹ آئیں' اور ہر طرف نئی زندگی پورے عزم کے ساتھ

لوٹ آئی، اس کے آس پاس کے دیہات بھی خوب آباد ہوئے، تجارت کو فروغ ملا، اہل صنعت اپنی مصنوعات کو خوب سے خوب تر بنانے میں دن رات مشغول ہو گئے، جگہ جگہ لوہے کے مکانات بننے لگے، عمارت بنانے کے لئے بہتر سے بہتر میٹریل دستیاب ہونے لگا، لوگوں کی زندگی بہترین سے بہترین گذرنے لگی، لوگ آزاد فضاء میں سانس لینے لگے۔ اور آزادی کی لذت کو محسوس کرنے لگے، انہیں بابل کی غلامانہ زندگی سے نجات ملی، اس طرح تیس سال کا عرصہ گذر گیا، تمام شہر آباد ہو گئے، ان کے کھیت لہلہانے لگے، اور ان کی بستیاں آباد ہوئیں۔

ظہورِ معجزہ:

حضرت عزیر علیہ السلام کی اہلیہ بوڑھی ہوگئیں، ان کی عمر کا کافی حصہ گذر گیا، اسی طرح ان کی نوعمر خادمہ بھی بڑھاپے میں داخل ہوگئیں، ارض مقدسہ آنے کے بعد عزیر علیہ السلام کے بارے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر کہیں سے بھی ان کا کوئی نام ونشان نہ ملا، تمام شہروں اور دیہاتوں میں تلاشِ بسیار کے باوجود کچھ حاصل نہ ہوا، تلاش کے دوران اس غار سے اللہ تعالیٰ نے ان کو غافل کر دیا تھا جہاں عزیر علیہ السلام سو رہے تھے، اس کی طرف جانے کا خیال بھی ان کے دلوں میں نہیں آیا۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت اس بات کی مقتضی ہوئی کہ اس غار کے پاس کوئی بندہ بشر نہ جائے، اس طرح حضرت عزیر علیہ السلام کی وفات کو پورے سو سال گذر گئے، ان کے جسم میں حرکت پیدا ہونے لگی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا، ان کی روح لوٹ آئی، دل حرکت کرنے لگا، اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے آس پاس کے ماحول کا طائرانہ جائزہ لیا، اپنے انگور کے شیرے کو موجود پایا، اور کھانے کے سامان کو صحیح وسالم اپنے پاس پایا، اسی اثناء میں ایک منادی کی آواز سنی، جو یہ آواز لگا رہا تھا:

﴿کَمْ لَبِثْتَ﴾

"یعنی تو کتنے دن سویا رہا"؟۔

یہ آواز سن کر عزیر علیہ السلام نے اپنے ماحول کی طرف نظر کی اور سورج کو دیکھا مشرق کی طرف سے بلند ہو رہا ہے تو جواب میں فرمایا:

﴿لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾

''ایک دن یا اس سے بھی کچھ کم سویا ہوں''

مگر فوراً اسی آواز دینے والے کی آواز کو سنا:

﴿بَلْ لَبِثْتَ مِأَةَ عَامٍ﴾

''پورا ایک سو سال سویا ہے''

یہ آواز سن کر حضرت عزیر علیہ السلام خوف زدہ سے ہو گئے' اور سو سال سونے کے متعلق سوچتے رہے' اور کہنے لگے: سو سال؟ پھر اپنی ٹوکری کی طرف دیکھا اس کو بالکل تازہ پایا جیسا کہ ابھی رکھی گئی ہو' یہی حالت انجیر کی تھی' اور انگور کا شیرہ چمڑے کے برتن میں بالکل تازہ ہے' اس میں بدبو پیدا ہوئی ہے نہ گاڑھا ہوا ہے' نہ ہی ذائقہ بدلا ہے' یعنی رنگ و بو دونوں اپنی اصلی حالت میں ہیں۔

حضرت عزیر علیہ السلام مزید سوچتے رہے' آس پاس دیکھتے رہے' اتنے میں ان کو اپنا گدھا یاد آیا' اور کہنے لگے میرا گدھا کہاں چلا گیا؟ یقیناً بھاگ گیا ہوگا' اتنے میں ان کی نظر ایک جگہ پرانی ہڈیوں پر پڑی جہاں گدھے کو باندھا تھا' دل میں سوچنے لگے کہ گدھے کو کیا ہوا کہ اس کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں جیسے کہ سالہا سال گذر گئے ہوں؟

حضرت عزیر علیہ السلام ادھر کھانے پینے کی اشیاء کو دیکھتے تو بالکل ترو تازہ ہیں' ذرا برابر تغیر پیدا نہیں ہوا' مگر گدھے کی طرف دیکھتے ہیں تو اس کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئی ہیں' جو مدت مدیدہ گذرنے کی دلیل ہے' پھر بار بار کہنے لگے: یقیناً سو سال گذر گئے یقیناً سو سال گذر گئے ہیں' گدھے کی کیفیت اس پر دلالت کر رہی اس لئے کہ اس کی جلد' اس کا گوشت اس کی ہڈیاں سب کچھ گل گئیں ہیں' اور اس کی آنکھوں کی جگہوں میں سوراخ ہوگیا ہے۔

عزیر علیہ السلام نے مناظر قدرت کا نظارہ کیا کہ کھانے پینے کی اشیاء تر و تازہ مگر گدھا بالکل فنا' سبحان اللہ! یقیناً یہ قدرت کی ایک نشانی ہے اور عظیم نعمت الٰہی ہے' اور حضرت عزیر علیہ السلام بار بار یہ فرماتے رہے:

﴿هذه آية من آيات الله۔ هذه آية من آيات الله﴾

''یہ اللہ کی ایک نشانی ہے' یہ اللہ کی ایک نشانی ہے''۔

اور بار بار اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید بیان کرتے رہے' اسی دوران یہ فرمانِ الٰہی کان میں سنائی دیا:

﴿وَلِنَجْعَلَكَ ايَةً لِلنَّاسِ﴾ (البقرۃ:۲۵۹)

''تاکہ ہم تم کو ایک نظیر لوگوں کے لئے بنادیں''

صرف کھانے پینے کے اشیاء کا برقرار رہنا ہی معجزہ نہیں ہے بلکہ حضرت عزیر علیہ السلام کی ذات سراپا معجزہ بن گئی بلکہ اس سے بڑھکر ایک اور عظیم معجزے کا ظہور ہونے لگا' چنانچہ عزیر علیہ السلام نے اچانک ایک ہلکی سی آواز سنی کہ ان کو حکم دیا جارہا ہے:

﴿وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ﴾ (بقرۃ:۲۵۹)

''ہڈیوں کی طرف دیکھو''

چنانچہ عزیر علیہ السلام نے گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھا' پھر غیبی آواز آئی:

﴿كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا﴾

''کیسے چڑھاتے ہیں ہم ان کو پھر پہناتے ہیں ان کو گوشت''

حضرت عزیر علیہ السلام ہڈیوں کی طرف دیکھتے رہے' حتی کہ دیکھا کہ ہڈیاں حرکت کرنے لگیں' اور ہر ہر ہڈی اپنی اپنی جگہ ملنے لگی' اور دوبارہ گدھے کی شکل بن گئی' پھر قدرت الٰہی سے اس میں گوشت پیدا ہونے لگا' ہوتے ہوتے وہ پہلے کی طرح مکمل صورت میں آگیا۔

اس منظرِ عجیب کو دیکھ کر حضرت عزیر علیہ السلام دہشت زدہ سے ہو گئے' مگر فوراً

خود کو سنبھال لیا' گدھے کو مکمل اپنی اصلی حالت میں تبدیل ہوتا ہوا دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرتِ کاملہ پر مکمل یقین آ گیا' اور مکمل اطمینان نصیب ہوا' انتہائی خشوع کے ساتھ یوں گویا ہوئے:

﴿اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ﴾

''اور میں یقین رکھتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں''

موت سے پہلے القدس کے شہر کو ویران و برباد دیکھ کر تعجب کے ساتھ کہا تھا' ان شہروں کی رونقیں کیسے بحال ہوں گی؟ مگر آج اپنے تصور و گمان سے کئی گنا بڑھ کر کمالِ قدرت الٰہی کا نظارہ کیا' حضرت عزیرؑ غار سے باہر آئے' شہر کے راستوں میں دیکھا کہ لوگوں کی چہل پہل ہے' لوگ آتے جاتے ہیں' آپس میں بات چیت کر رہے ہیں' خوش و خرم ہیں اور شہر کو دیکھا کہ آباد ہوا ہے' آفتاب غروب ہوتے ہی ہر طرف گھروں سے روشنی آنے لگی۔ اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت عزیر علیہ السلام بہت مسرور ہوئے' اور نعمت الٰہی کا شکر ادا کیا' اور یقین پختہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے' اس کے بعد شہر کے حالات معلوم کرنے کے لئے شہر کی طرف چل پڑے کہ سو سال کے بعد اس میں کیا کیا تغیرات آئے ہیں' اور لوگوں کا کیا حال ہے وہ خوش ہیں؟ یا اب بھی ان پر غم کے آثار ہیں' میرے خاندان کا کیا حال ہو گا؟ ان میں کچھ لوگ زندہ بھی ہیں یا سب مر چکے ہیں؟

چنانچہ سینکڑوں سوالات دل میں لئے شہر کے اندر داخل ہوئے' شہر میں داخل ہوتے ہی جدید عمارتیں دیکھیں جو انتہائی خوب صورت ڈیزائن میں بنی ہوئی تھیں' خوب صورت سڑکیں دیکھیں' پہلے اس کا تصور بھی نہیں تھا' ان عمارتوں' شاہراہوں کو ہر طرف سے دیکھتے رہے اور غور کرتے رہے' اور اپنے اس قدیم مکان کو تلاش کرنے لگے جو تقریباً ایک سو بیس سال قبل چھوڑا تھا چنانچہ راہ چلتے کسی شخص سے اپنے مکان کے بارے پوچھنے کا ارادہ کیا' اور اس سے پوچھا' کہ عزیر علیہ السلام کا گھر کہاں ہے'' اس شخص نے کہا' ہم عزیر کا گھر نہیں جانتے' البتہ عزیر کے بچوں کے مکانات یہاں موجود ہیں' یہ سامنے مکان ہے'

چنانچہ عزیر علیہ السلام ان مکانات کی طرف چلتے رہے' یہاں تک کہ عزیر کے بچوں کے مکانات تک پہنچ گئے' اوران میں سے ایک مکان کے دروازے پر آہستہ سے دستک دی' اندر سے آواز آئی' کون ہے؟ دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے؟ دروازے پر کون ہے؟ فوراً جواب دیا' میں عزیر ہوں۔اندر سے آواز آئی کیا مذاق کرر ہے ہو؟ کون عزیر؟

عزیر علیہ السلام نے فرمایا: بیٹے دروازہ کھولو' تجھے پتہ چل جاۓ گا میں عزیر ہوں میں نہ مذاق کرر ہا ہوں نہ جھوٹ بولتا ہوں' دروازہ کھولا گیا' اوراس کی طرف دہشت اور پریشانی کے ساتھ دیکھنے لگے' اور کہنے لگے: عزیر کو گم ہوئے سو سال کا طویل عرصہ گذر چکا ہے' جس وقت وہ غائب ہوئے تھے اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی' میرے والد یہی فرماتے ہیں' اگر بالفرض وہ زندہ بھی ہیں تو ان کی عمر اس وقت ایک سو چالیس ہوگی' حالانکہ آپ ان کے پوتوں سے بھی چھوٹے لگ رہے ہیں' ہم آپ کو عزیز کیسے مان سکتے ہیں؟ عزیز اوراس کے پوتے کے درمیان یہ مکالمہ لوگوں نے سنا اوران کے پاس جمع ہو گئے' اور سوالات کی بوچھاڑ کردی' اور عزیر علیہ السلام انتہائی اطمینان اور وثوق کے ساتھ ان کے سوالات کا جواب دیتے رہے' اور فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پورے ایک سو سال موت طاری کردی اور سو سال کے بعد زندہ ہوکر دیکھا کہ میرے کھانے پینے کی چیزیں اپنی اصلی حالت میں ہیں' خراب ہوئی ہیں نہ بو پیدا ہوئی ہے۔اور میرا گدھا ختم ہوگیا' پھر دیکھا کہ اس کی ہڈیاں حرکت کرتی ہوئی اپنی اپنی جگہوں میں آکر جڑنے لگیں' اللہ تعالیٰ نے ان پر گوشت چڑھادیا' پھر مکمل ہوکر آواز دینے لگا' اور بڑے زوردار آواز میں بولنے لگا' یہ سب کچھ مکمل ایک سو سال گذرنے کے بعد ہوا' جب کہ میں اس طویل عرصے کو ایک دن یا اس سے بھی کم سمجھ رہا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ ایک دن سو سال کی مدت ہے' یوں اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت ظاہر ہوئی کیا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر نہیں؟۔

اسی اثناء میں ایک انتہائی بوڑھی عورت جو بمشکل دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ سکتی تھی' ظاہر ہوئی اور آواز دینے لگی: اسے گھر کے اندر لے آؤ' عزیر کے اندر کچھ علامتیں تھیں' اگر یہ شخص واقعی عزیر ہے تو میں ان علامات کے ذریعے پہچان لوں گی' چنانچہ عزیر

اندر تشریف لے گئے، تو دیکھا ایک نابینا بوڑھی عورت بیٹھی ہے، زمانہ نے اس کو ہلاکت کے دھانے تک پہنچا دیا ہے، وہ کہنے لگی: کیا تم خود کو عزیرؑ کہتے ہو؟ عزیر علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! میں عزیر ہوں۔

بڑھیا کہنے لگی: عزیرؑ کی ایک خادمہ تھی عزیر کے جانے کے وقت اس کی عمر بیس سال تھی، کیا تم اس کو جانتے ہو؟

عزیرؑ نے فرمایا: جی ہاں! جانتا ہوں اس کا نام اشتر تھا(۱)۔ میرے جانے کے وقت اس کی عمر بیس سال تھی، اس وقت اگر وہ زندہ ہے تو اس کی عمر ایک سو بیس سال ہوگی۔ بڑھیا نے کہا: کیا تم جانتے ہو میں ہی ''اشتر'' عزیر کی خادمہ ہوں، اور حضرت عزیر علیہ السلام میں ایک علامت تھی یعنی وہ مستجاب الدعوات تھے، ان کی ہر دعاء قبول ہوتی تھی، اگر تم واقعی عزیر علیہ السلام ہی ہو، تو میری لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، کہ میری بصارت لوٹ آئے، اور میں بینا ہو جاؤں، اور چلنے سے قاصر ہوں، دعا کیجئے! میری ٹانگیں صحیح اور تندرست ہو جائیں۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی اور اپنا دست مبارک ان کی آنکھوں پر پھیر دیا، تو بڑھیا اپنے پیروں پر کھڑی ہوگئی، اور پہلے سے بہتر طریقہ سے دیکھنے لگی، اور عزیر کے چہرے کی طرف غور سے دیکھتی رہی، اور کہنے لگی، میں گواہی دیتی ہوں، تم واقعۃً عزیر ہی ہو، اس وقت میں خود کو اس حالت کی طرح دیکھتی ہوں سو سال قبل جس وقت تم ہم کو چھوڑ کر گئے تھے۔ ایک اور بوڑھی آئی جس کی عمر ایک سو چالیس کو پہنچی ہوئی تھی، عزیر! میں کون ہوں، کیا تم مجھے جانتے ہو؟ عزیر نے کہا، تم میری بیوی ہو، میں تم کو ہرگز نہیں بھول سکتا، بابل سے نکلتے وقت حضرت عزیر نے اپنی بیوی کو یادگار کے طور پر ایک انگوٹھی دی تھی۔ اور بیوی نے بھی انہیں ایک انگوٹھی دی تھی تو ان کی بیوی نے کہا: تمہیں یاد ہے کہ تمہارے کوچ کرنے کی رات میں ہم نے کن چیزوں کا تبادلہ کیا تھا؟۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! یاد ہے، ہم نے انگوٹھیوں کا تبادلہ کیا

(۱) قصص الانبیاء لابن کثیر ص ٤٦٣ تاریخ الطبری ج۳۔

تھا۔ میں نے اپنی انگوٹھی تمہیں دی تھی اور تجھ سے کہا تھا اس کو دیکھ کر میں یاد آؤں گا' یہ لو وہی انگوٹھی ہے جو آپ نے دی تھی' یہ کہہ کر اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار کر بیوی کو دی' ان کی بیوی بہت خوش ہوئی' اور کہنے لگی ایک زمانہ دراز تک یہ انگوٹھی تیری یاد دلاتی رہی۔

اس عجیب وغریب واقعہ کو سن کر لوگ جمع ہو گئے حتی کہ عزیر کا گھر لوگوں کیلئے تنگ ہو گیا' لوگ ان کے سامنے کھڑے ہو کر اس عجیب صورتِ حال کو دیکھتے رہے' اور یہ عظیم معجزہ ان لوگوں کو ایک خواب محسوس ہو رہا تھا' لوگ ان کی جس بات کی تکذیب کرتے تو وہ اس کو ثابت کرنے کے لئے ایک مضبوط دلیل پیش کرتے' اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی یہ تھی کہ عزیر لوگوں کے لئے کمالِ قدرت الٰہی کی ایک عظیم نشانی ثابت ہو' اور اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی تھا:

﴿وَلِنَجۡعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ﴾

''تا کہ ہم تم کو ایک نظیر لوگوں کے لئے بنا دیں''

اسی اثناء میں ان کی بوڑھی خادمہ جس کی آنکھیں اور ٹانگیں پہلے جواب دے چکی تھیں اور اب عزیر علیہ السلام کی دعا سے ان کی طاقت بحال ہو گئی تھی' آنکھوں کی بصارت' ٹانگوں کی قوت بھرپور کام کرنے لگی وہ اچانک اٹھی اور قریب کے ایک مکان میں گئی جہاں زعماء بنی اسرائیل کی مجلس تھی' اور حضرت عزیر علیہ السلام کی آمد کی خبر دی۔ اس مجلس میں ایک انتہائی عمر رسیدہ شخص بیٹھا ہوا تھا' وہ تھا حضرت عزیر علیہ السلام کا بیٹا جو عمر کے آخری حد کو پہنچ چکا تھا' یعنی ایک سو اٹھارہ سال کو پہنچ چکا تھا اور صدرِ مجلس کے طور پر بیٹھا تھا' وہ خادمہ چیختی ہوئی ان کے پاس پہنچی اور کہنے لگی: لو عزیر آ گئے ہیں' عزیر آ گئے ہیں' یہ آواز سن کر عزیر کے بیٹے نے سر کو اوپر اٹھایا' اور اپنی کمزور اور نحیف نظروں سے اس عورت کی طرف دیکھ کر کہنے لگا' یہ لڑکی کون ہے؟۔

خادمہ نے کہا: میں تمہارے باپ عزیر کی خادمہ تو ہوں ''الشتر'' میرا نام ہے' تمہارے والد محترم حضرت عزیر تشریف لا چکے ہیں اور میرے لئے اللہ تعالیٰ سے شفاء کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء کو قبول کیا' اور میری بصارت وقوت لوٹ آئی' جیسے وہ

سوسال پہلے مستجاب الدعوات تھے اب بھی وہ مستجاب الدعوات ہیں، تجھے پتہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دینے کے سوسال بعد دوبارہ زندہ کیا اور نئی زندگی عطاء کی۔

اس خبر سے ساری مجلس پر سکتہ طاری ہوگیا اور وہ چند لمحات کے لئے ورطۂ حیرت میں پڑ گئے، اور اس واقعہ کی تصدیق کرنے سے انکار کرنے لگے مگر عزیر کی خادمہ ان کے سامنے اس کے صحیح ہونے کی زندہ مثال تھی، اور سارا واقعہ ان کے سامنے بیان کر چکی تھی، اور انہیں بھی معلوم تھا کہ عزیر مستجاب الدعوات تھے، اور اپنے آباء واجداد سے سنتے چلے آرہے تھے، حقیقت بھی انہیں معلوم تھی، کہ ایک سوسال قبل عزیر نکلے تھے، اور ''اشتر'' انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی دعوت دے رہی تھی۔

چنانچہ یہ انتہائی عجیب واقعہ تھا۔ ہر ایک عزیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا مشتاق تھا، تمام لوگ ان کو دیکھنے اور واقعہ کی صحیح صورتِ حال جاننے کے لئے دارِ عزیر کی طرف چل پڑے، سب سے آگے عزیر کے بیٹے تھے جو بڑھاپے کی بنا پر لاٹھی کے سہارے چل رہے ہیں، اور ضعف کی وجہ سے تیز چلنے سے قاصر تھے ایک سو بیس سال کی عمر کو پہنچ چکے ہیں، ان کی خادمہ کہہ رہی ہے کہ کتنا عجیب معاملہ ہے کہ یہ بڑھاپے کی وجہ سے چل نہیں سکتا مگر ان کا والد چالیس سال کا جوان ہے۔ چنانچہ ابن عزیر نے مکان کے قریب پہنچ کر آنکھوں کو خوب صاف کیا اور گھر کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ چالیس سال کا ایک خوب صورت قوی البدن جوان بیٹھا ہے جس کے چہرے پر ایمان وتقویٰ کا نور خوب نمایاں ہے، ان کو سلام کیا اور ان کے چہرے کو غور سے دیکھتے رہے، انتہائی ادب کے ساتھ عزیر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے، اور کہنے لگے: میرے والد محترم حضرت عزیر کی ایک خاص علامت ہے، حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیا؟

بوڑھے بیٹے نے کہا: ان کے شانے میں ہلال کی طرح کالے رنگ کی ایک علامت تھی۔ یہ کہہ کر عمر رسیدہ صاحبزادہ خاموش ہوگیا، اور مکان میں موجود تمام لوگوں پر خاموشی طاری ہوگئی، اور ہر ایک حضرت عزیر علیہ السلام کو پہچاننے کے لئے غور طلب نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا، گمان کررہے تھے کہ شاید یہ واقعہ جھوٹا ہے، جوان باپ

جوانوں کی صف میں ہے جبکہ بیٹا بڑھاپے کی انتہاء کو پہنچ چکا ہے، حتی کہ اپنی ٹانگوں پر صحیح طرح کھڑا بھی نہیں ہوسکتا، حضرت عزیر علیہ السلام نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کرنے کے بعد اپنے بازو کو حرکت دی اور اپنا شانہ مبارک کھولا، بیٹے نے شانے میں چاند کی طرح کالے رنگ کا نشان کو دیکھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا، خوشی سے کھل اٹھا اور والد کی دست بوسی کی، مرحبا کہا، اور کہنے لگا: یقیناً یہ میرے والد محترم ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں یہ میرے والد ہی ہیں، اس بات پر بنی اسرائیل کے تمام لوگوں نے بھی نعرہ بلند کیا اور حضرت عزیر علیہ السلام کو اپنے اندر پاکر انتہائی مسرور ہوئے۔

لیکن اسی دوران ایک عالم نے اس واقعے کو یقینی طور پر ثابت کرنے کے لئے حضرت عزیر علیہ السلام سے ایک سوال کیا، اور کہا: ہم بنی اسرائیل کے لئے بھی عزیر کی ایک علامت تھی جو اس علامت کے علاوہ ہے جس کے ذریعے آپ کے بیٹے نے آپ کو پہچانا، اور گواہی دی، وہ علامت یہ ہے کہ ہم پورے بنی اسرائیل میں توراۃ کا کوئی حافظ نہیں تھا سوائے حضرت عزیر کے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے انتہائی اطمینان اور خود اعتمادی کے ساتھ فرمایا، میں حافظِ توراۃ ہوں، مکمل توراۃ مجھے یاد ہے، اتنے میں مجلس سے بعض شیوخ بنی اسرائیل اٹھے اور توراۃ کا ایک نہایت قدیم نسخہ اٹھا کر لائے، جو ان میں سے کسی نے بخت نصر کے جلانے کے خوف سے چھپا کر رکھا تھا، کیوں کہ بخت نصر توراۃ کے نسخوں کو جلاتا تھا، بہرحال کہنے لگے، آپ توراۃ پڑھتے جایئے اور ہم اس کو توراۃ کے اس نسخے کے ساتھ ملاتے جائیں گے۔

چنانچہ عزیر علیہ السلام درمیان میں بیٹھ گئے اور اپنی یاد سے توراۃ کی تلاوت شروع کردی، اور وہ لوگ اپنے پاس موجود اس نسخے سے ملاتے رہے، وہ پڑھتے رہے، یہ لوگ نسخے کے ساتھ ملاتے رہے، اور سمجھتے رہے، یہاں تک کہ پوری توراۃ ان کو سنادی مگر ایک حرف کی بھی غلطی نہیں آئی اور نہ ہی کسی آیت کو مکرر پڑھا، تو اس مجمع میں موجود تمام لوگوں نے گواہی دی یہ عزیر ہی ہیں (علیہ السلام) اور بہت خوشی کا اظہار کیا، کسی نے مجلس پر طائرانہ نظر دوڑائی تو قدرت الٰہی کا عجیب کمال سامنے آیا، کہ حضرت عزیر علیہ السلام اس

مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں اسی مجلس میں ان کے بیٹے' پوتے بیٹھے ہیں جو بڑھاپے کی انتہاء کو پہنچ چکے ہیں' ان کے بال اور داڑھیاں سفید ہوگئی ہیں' عمر کی زیادتی نے ان کی کمروں کو جھکا دیا ہے' جب کہ ان کے والد عزیر چالیس سال کے جوان ہیں' بال بالکل سیاہ ہیں بدن کی قوت مضبوط ہے' قد سیدھا اور درست ہے یہ اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کی ایک عظیم نشانی نہیں تو اور کیا ہے؟۔

بلکہ خود حضرت عزیر' ان کے متعلق لوگوں کا اشتباہ' یہ سب کچھ قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِنَجۡعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾

''اور تا کہ ہم آپ کو لوگوں کے لئے ایک نظیر بنادیں''

حقیقت یہ ہے کہ چالیس سال کی عمر میں موت کے آغوش میں جا کر دوبارہ زندہ ہونا ایک عظیم معجزہ ہے' ان کے گدھے کی ریزہ ریزہ ہڈیوں کا حرکت کرنا' پھر یک جا ہوکر ان پر گوشت چڑھنا' ہر ایک مستقل معجزہ ہے' اور کھانے پینے کی چیزوں کا خراب نہ ہونا اور بالکل تر و تازہ برقرار رہنا سبھی معجزے ہیں' قرآن کریم نے حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعے کو بیان فرمایا' تا کہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں اور بعث بعد الموت کے منکر جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے' اور یہ بھی جان لیں کہ اللہ مُردوں کو موت کے بعد دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے' وہی ذات کھانے پینے کی چیزوں کی خالق ہے اور وہی ان کو مدتوں صحیح سالم برقرار بھی رکھ سکتا ہے جس میں کوئی بدبو پیدا ہو نہ خرابی ہو' وہی ذات عزیر علیہ السلام کے گدھے کی ہڈیوں کو سو سال کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے' اور اس کی صورت کو عزیر علیہ السلام کے سامنے بنایا تا کہ اللہ کی قدرت کو دیکھ کر عین الیقین کا درجہ حاصل ہو' اور اس بات کا کامل یقین ہو کہ ساری کائنات اللہ کی مخلوق ہے' اور تمام تصرفات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں' وہی ذات پاک ہے' اس کا کوئی مثل نہیں ہے' ایک ہے' یکتا ہے' بے نیاز ہے' حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعے کو ہم قرآن میں یوں پڑھتے ہیں:

﴿اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیِ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ ط وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ج فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (البقرۃ:۲۵۹)

''یا مانند اس شخص کے کہ گزرا اوپر ایک گاؤں کے اور وہ گرا ہوا تھا اوپر چھتوں اپنی کے کہا کیوں کر زندہ کرے گا اس کو اللہ پیچھے موت اس کی کے' پس مار ڈالا اس کو اللہ نے سو برس' پھر جلایا اس کو' کہا کتنی دیر رہا تو! کہا رہا میں ایک دن یا تھوڑا دن سے' کہا بلکہ رہا تو سو برس' پس دیکھ طرف کھانے اپنے' اور پینے اپنے کے کہ نہیں سڑا اور دیکھ طرف گدھے اپنے کے اور تاکہ کریں ہم تجھ کو نشانی واسطے لوگوں کے اور دیکھ طرف ہڈیوں کے کیونکہ چڑھاتے ہیں ہم ان کو پھر پہناتے ہیں ان کو گوشت پس جب ظاہر ہوا واسطے اس کے کہا جانتا ہوں میں تحقیق اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے''



حضرت سلیمان علیہ السلام

﴿حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات﴾

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ (سبا:۱۲)

''اور واسطے سلیمان علیہ السلام کے مسخر کیا ہوا کو کہ صبح کی سیر اس کی ایک مہینے کی راہ اور شام کی سیر اس کی ایک مہینے کی راہ' اور بہایا ہم نے واسطے اس کے ایک چشمہ گلے ہوئے تانبے کا اور جنوں میں سے ایک لوگ تھے کہ خدمت کرتے تھے آگے اس کے ساتھ حکم رب اس کے اور جو کوئی کجی کرے ان میں سے حکم ہمارے سے چکھائیں گے ہم اس کو عذاب دوزخ سے''۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے معمول کے مطابق ایک دن بیت المقدس کے اندر تشریف لے گئے' باہر سخت تندو تیز ہوا چل رہی تھی' جس کی وجہ سے اندر مسجد کے محراب میں ہی رہے' اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے یہاں تک کہ رات کا نصف حصہ گذر گیا' جب مسجد سے باہر جانے کا خیال آیا اور باہر جانے لگے تو اللہ تعالیٰ کے عظیم نور کی تجلی ظاہر ہوئی' اور محسوس کیا گویا ان کی روح ان نورانی کرنوں کے درمیان سرگرداں ہے اور زبان چلنے لگی اور حرکت کرنے لگی اور بے ساختہ بول پڑی:

﴿وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِنْ بَعْدِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (ص:۳۵)

''اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو' بے شک آپ دینے والے ہیں''۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے محسوس کیا گویا یہ خواب کا واقعہ ہے صبح تک وہیں رہے، صبح اپنے محل کی طرف چلے اور تختِ شاہی پر بیٹھ گئے، اور بیت المقدس کے محراب میں رونما ہونے والے واقعے پر غور و فکر کرنے لگے، اور خاص کر اس دعا پر غور کیا جو اس وقت کی تھی، اسی دوران ایک غیبی آواز آئی ''تمہاری دعا قبول ہوگئی''، اور اللہ تعالیٰ نے ملک کی تمام چیزیں تمہارے تابع کر دیں جو اس سے پہلے کسی کے لئے بھی مسخر نہیں ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہواؤں کو مسخر کیا تھا جو ان کے حکم پر چلتی تھیں اور بارش برساتی تھیں، کشتیوں کو چلاتی تھیں، اسی طرح جنات و شیاطین کو ان کے لئے مسخر فرمایا تھا، ان کے حکم سے بڑے بڑے عظیم الشان مکانات بناتے اور زمین میں محنت کر کے اس کو کاشت کے قابل بناتے اور زمین کو سیراب کرنے کے لئے کنوئیں کھود دیتے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے پرندوں اور حیوانات کو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کا تابع بنایا تھا، گویا کہ یہ سب مخلص رعایا میں سے تھے، خود حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے شکر گذار اور اللہ کی تحمید بیان کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے تھے، اور اللہ تعالیٰ سے یہ فرمایا تھا: کہ اے میرے رب! آپ نے جو انعامات مجھے اور میرے والد کو عطا فرمائے ہیں ان کے شکرانے میں، میں اپنی جان کو آپ کی اطاعت اور آپ کے راستے میں جہاد کے لئے وقف کرتا ہوں، الٰہی! صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، میں اس فقر کے خلاف جہاد کروں گا جس نے آپ کے خاص اور مخلص بندوں کو تنگ کر رکھا ہے، اور اس ظلم کے خلاف بھی جہاد کا علم بلند کرنے کا اعلان کرتا ہوں جس نے تیرے بندوں کو فتنوں میں ڈال رکھا ہے، یا اللہ! جب تک میری جان میں جان ہے آپ کے راستے سے ہٹے ہوئے مشرکین کے خلاف جہاد کو جاری رکھوں گا، ان دعاؤں کو فرشتے بھی سن رہے تھے، تمام فرشتوں نے ان دعاؤں پر آمین کہی، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے رب ذوالجلال کے حضور جبینِ نیاز کو خم کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بھرپور کوشش رہی کہ اس عظیم الشان وسیع و عریض ملک کے نظم و نسق کو سنبھالنے کے سلسلے میں شیطان ان کو کہیں فتنے میں نہ ڈال دے،

جس کو اللہ تعالیٰ نے عظیم خارق عادت قوت عطا فرمائی تھی جو ان سے پہلے لوگوں کو ملی، نہ بعد والوں کو۔

چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان تمام انعامات الٰہی کو اصلاح و تعمیر کے لئے وقف کر دیا۔ ہواؤں کو کشتیوں کو چلانے کے لئے مقرر کیا' چنانچہ بڑی بڑی کشتیوں کے ذریعے دور دراز علاقوں سے سامانِ تجارت لانے اور لے جانے کا کام لیا' اور شیاطین الجن کو بے آباد صحراؤں میں کنواں کھودنے اور زمینوں کو آباد کرنے اور پہاڑوں سے بڑے بڑے پتھر اٹھالانے' شہر اور بستیاں آباد کرنے میں لگا دیا' چنانچہ بڑے بڑے میدانوں میں بڑے بڑے پتھر تراش کر برتن نما بنا کر رکھوا دیئے۔ بادل آتے بارشیں ہوتیں اور پتھر سے بنے ہوئے ان وسیع عریض برتنوں میں پانی بھر جاتا اور میدانوں کی سیرابی کا کام لیا جاتا' جس سے سارے صحراء اور میدان سرسبز و شاداب ہونے لگے۔

جب شہر آباد ہو گئے تو لوگ وہاں آ کر بسنے لگے اور مزید ان کو خوبصورت بنانے میں وقت صرف کئے جس سے ان نو آباد شہروں کا حسن دوبالا ہونے لگا' زمینیں سرسبز و شاداب ہو گئیں' خیر عام ہو گئی اور لوگ آرام و سکون سے رب ذوالجلال کی عبادت میں مشغول ہو گئے' اور شہروں کی آبادی اور صحراؤں کی فصلیں بڑھ گئیں' تو بنی اسرائیل خوشحالی کی زندگی گذارنے لگے جو اس سے پہلے کبھی ایسی پر عیش زندگی ان کو میسر نہیں ہوئی تھی۔

اور خود حضرت سلیمان علیہ السلام کا محل بھی خوبصورتی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا' بلکہ مضبوطی کے لحاظ سے اِس زمانے کے مضبوط محلات سے بھی کئی گنا بڑھ کر تھا' سنگ مرمر کے پتھر استعمال کئے گئے تھے' اس کی دیواریں اور چھتیں خالص سونے کے پانی سے رنگی ہوئیں تھیں اور اس محل کے قریب فوجیوں کے کیمپ اور اسپ بانوں کی رہائش گاہیں تھیں۔ اور محل کے نیچے زیر زمین خزانے تھے' بڑی بڑی سیڑھیوں کے ذریعے لوگ نیچے اترتے اور اس کے آخر میں ایک بہت بڑا دروازہ تھا' اور ان دروازوں پر بڑے بڑے مضبوط عفریت پہرہ دے رہے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پر انعام کردہ معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے

کہ بڑے شیاطین ان کے حکم سے ہر روز پہاڑوں پر چلے جاتے' پہاڑوں کو کھود کھود کر ان میں مدفون سونے' چاندی اور دوسرے قیمتی چیزوں کے خزانوں کو دریافت کرتے' اور کچھ شیاطین سمندروں میں غوطہ لگا کر قیمتی موتیوں اور دوسرے قیمتی اشیاء نکال لاتے' یہ شیاطین ان قیمتی اشیاء کو جمع کر کے خزانوں میں رکھ کر دروازے بند کر دیتے' اور محل سے ان خزانوں تک خفیہ راستے بناتے اور آخری سرے میں انتہائی طاقتور عفریت پہرا دینے کے لئے کھڑا ہوتا' اور پلک جھپکنے کی مقدار بھی ان سے غافل نہ ہوتا' یہ دفینوں کی برآمدگی روز کا معمول بن گئی اسی زمین کے تمام خزانے نفیس معدنیات اور قیمتی ترین جواہرات اعلیٰ ترین قسم کے پتھروں سے بھر گئے جس تک انسان کی پہنچ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' سرکش شیاطین اگر ان کی نافرمانی کرتے تو حضرت سلیمان علیہ السلام ان کا تعاقب کر کے سزا دیتے اور شیشے کی بوتل میں بند کر دیتے' جس میں ساری زندگی بند رہتا اور اس سے نکل کر بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوتی' اسی طرح کے ایک شیطان کو بیڑیوں میں جکڑ کر ان کی خدمت میں پیش کیا گیا' تو اس کے جرم کے بارے میں پوچھا' تو ان کو بتایا گیا کہ اس نے دریا سے ایک بہت بڑا عظیم الشان موتی نکال کر ضائع کر دیا' ملک کے خزانے میں جمع نہیں کرایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا: اے عفریت! اس موتی کو تو نے کہاں چھپایا ہے؟ عفریت نے کہا: سمندر میں غوطہ لگانے والوں کے ساتھ میں نے بھی غوطہ لگایا' اور انسانی سر کے برابر ایک انتہائی خوبصورت موتی نکالا جس کی خوبصورتی بے مثال تھی' اور میں اپنے دل میں یہ خیال کر لیا' کہ اس خوبصورت ترین موتی کو آپ کی خدمت میں پیش کر کے آپ کی خوشی سے ساری زندگی محظوظ ہوتا رہوں گا' لیکن بدقسمتی سے ہوا یہ کہ جب اسے لیکر دریا سے باہر آیا اچانک آسمان سے ایک سرکش چیز اتری وہ میرے ہاتھ سے اس کو چھین کر جنوب کی طرف بھاگ نکلی' اور بادلوں کے تہہ میں چھپ گئی' اور میرے دسترس سے باہر ہو گئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر یہ درست ہے تو میں جنات کو تمہارے سامنے جمع کرتا ہوں' ان کے درمیان سے اس جنی کو پہچان کر باہر

نکال سکتے ہو؟ شیطان الجن نے کہا: یہ جن اگر تمہارے قلمرو میں ہے تو مجھ سے بچ نہیں نکل سکتی اور وہ کسی دوسری نوع کی جنی تھی، آپ کی مملکت کے علاوہ کسی اور مملکت کی باشندہ معلوم ہو رہی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس وقت اس کی سچائی کا امتحان لینے کے لئے اسے قید کرنے کا حکم صادر فرمایا: اور اپنے وزیر ''آصف'' کو بلایا جو انتہائی زیرک، عالم اور تجربہ کار آدمی تھا، ''آصف'' نے اندازہ لگا کر جب پہچان لیا کہ وہ جنّی اپنے قول میں سچا ہے تو حضرت سلیمانؑ سے کہا: اے اللہ کے نبی! عام طور پر شیاطین اپنی ذات کے لئے مال جمع کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، اس موتی کو لے جانے والی جنی کسی انسانی بادشاہ کے تابع ہوگی، اور یہ واقعہ آپ کو آپ کا وعدہ یاد دلانے کے لئے رونما ہوا ہوگا، یعنی آپ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اللہ کے راہ میں جہاد کروں گا، مگر قیمتی اشیاء جمع کرنا، آپ کے اس وعدے کی تکمیل میں حائل بنا، آپ اس واقعے کے پس پردہ عوامل پر غور کیجئے تاکہ اس بادشاہ تک رسائی ہو سکے جس نے اس جنّی کو بھیجا تھا۔

ہوسکتا ہے وہ بادشاہ مجوسی ہو جو اللہ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو اپنا معبود بناتے ہیں۔ وزیر کی بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنّی کو آزاد کرنے کا حکم دیا، تھوڑی دیر سر جھکائے ہوئے اپنے وزیر کی بات پر غور و فکر کرتے رہے، پھر بیت المقدس کی طرف تشریف لے گئے، اور محراب میں جا کر آدھی رات تک عبادت میں مشغول ہو گئے، اور صبح ہوتے ہی لڑائی کے لئے جنوب کی طرف چلنے کا حکم دیا۔

چیونٹی کا واقعہ:

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک دن انتہائی تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے، ان کی دائیں جانب انسانی شہسوار اور بائیں جانب کالے رنگ کے گھوڑوں پر جنی شہسوار تھے اور ان کے پیچھے بے شمار پیادہ فوج تھی جو جنوں اور انسانوں پر مشتمل تھی، اور تمام پرندے جماعت در جماعت ہو کر آسمان میں پھیل گئے اور لوگوں پر سایہ فگن ہو گئے۔

چنانچہ یہ عظیم الشان بے مثال و بے نظیر فوج سوئے شمال رواں دواں ہوئی' اور کئی دنوں تک دشت و بیان کی صحرا نوردی کے بعد چیونٹیوں کی وادی کے قریب ہوگئی' تو چیونٹیوں کی سربراہ نے کہا:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّمْلُ ٱدْخُلُوا۟ مَسَـٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَـٰنُ وَجُنُودُهُۥ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ (النمل:۱۸)

''اے چیونٹیو اپنے سراخوں میں جا گھسو کہیں تم کو سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں نہ کچل ڈالیں''

حضرت سلیمانؑ نے چیونٹی کی بات سنی اور اس کو سمجھا اور ہنس پڑے' اور فرمایا:

﴿رَبِّ أَوْزِعْنِىٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ ٱلَّتِىٓ أَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَعَلَىٰ وَٰلِدَىَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَـٰلِحًا تَرْضَىٰهُ﴾ (النمل:۱۹)

''اے میرے رب توفیق دے مجھ کو یہ کہ شکر کروں میں نعمت تیری کا جو نعمت رکھی ہے تو نے اوپر میرے اور اوپر ماں باپ میرے کے اور یہ کہ عمل کروں میں نیک جو پسند کرے تو اس کو''

حضرت سلیمان علیہ السلام کو احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتنا عظیم الشان احسان کیا کہ زمین کے اندر مخفی چیونٹی کی آواز کو سنا اور اس کی زبان کو سمجھا' اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت سے یہ مقام صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہی نصیب ہوا' یہاں وادی نملہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے فوج کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا' چنانچہ خیمے نصب کئے گئے' فوج نے رات دن وہاں آرام کیا۔ اور دوسرے دن جیشِ سلیمانؑ وہاں سے چل پڑا' اور صحراؤں میں کئی دن رات چلتے رہے مگر کسی جگہ پڑاؤ ڈالنے کے لئے کوئی مناسب جگہ نہ ملی' اور نہ ہی کہیں پانی کا بندوبست ہوا' حتی کہ جو کچھ پانی ان کے پاس تھا وہ بھی ختم ہوگیا' پانی کے ذمہ داروں آکر حقیقتِ حال سے ان کو آگاہ کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے پاس موجود سہولیات سے کام لینے کا ارادہ

کیا بلکہ یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا' کہ اس معجزے کو بروئے کار لانے کا ارادہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے جنوں کو مسخر کرنے کی صورت میں انہیں عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کو کنواں کھود کر زمین سے پانی نکالنے کا حکم صادر فرمایا: جنّات نے حکم سلیمانی کو بجالاتے ہوئے کنواں کھودنے لگے' مگر تلاش بسیار کے باوجود پانی نکالنے میں کامیاب نہیں ہوئے' کئی جگہوں میں کنواں کھود کر دیکھا مگر کسی جگہ سے بھی پانی کے آثار نظر نہیں آئے' آخر کار ناامید ہوکر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اس معاملے کو صرف ھد ھد حل کرسکتا ہے' کہ وہ اپنی فطرت کے موجب زمین کے طبقات میں پانی کی موجودگی کا اندازہ لگا سکتا ہے' وہی سطحِ زمین کے قریب ترین جگہ میں پانی کی موجودگی کی خبر دے سکتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربان سے فرمایا: ھد ھد کو حاضر کرو' دربان گیا اور واپس آکر کہنے لگا' میرے مولا! ھد ھد موجود نہیں ہے حضرت سلیمان علیہ السلام ناراض ہوگئے' پرندے اس کی تلاش کے لئے نکلے' مگر ھد ھد کو اپنی جگہ میں نہ پایا' تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

﴿مَالِیَ لَا اَرَی الْھُدْھُدَ اَمْ کَانَ مِنَ الْغَائِبِیْنَ﴾ (النمل:۲۰)

''کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا کیا کہیں غائب ہوگیا ہے''

کوّے نے کہا: میں نے اس کو اس سرزمین کے ہدہد کے ساتھ سمتِ جنوب جاتے ہوئے دیکھا ہے' حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں ضرور اس کو سخت ترین سزا دوں گا' یا اس کو ذبح کرادوں گا اگر وہ اپنی غیر حاضری اور میری تعلیمات کی خلاف ورزی کا معقول عذر پیش نہ کرسکا۔: حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر ''آصف'' کہنے لگا: ایک کمزور پرندے سے یہ غلطی پہلی مرتبہ ہوئی ہے' حالانکہ وہ اطاعت و فرمانبرداری میں ایک مثال کی حیثیت رکھتا تھا' ہوسکتا ہے اس میں کوئی راز مخفی ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ھد ھد کے غائب ہونے میں کیا راز مخفی ہوسکتا ہے؟ ''اصف'' نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ ہم جنّون کی وادی کے قریب پہنچ چکے ہیں

اور جن سے لڑنے ہم جا رہے ہیں ہماری آمد سے وہ باخبر ہوئے ہوں اور سحر کے ذریعے ہم کو پانی کی جگہ تک پہنچنے نہ دیتے ہوں' اور ھد ھد کو پانی کی نشاندھی کے خوف سے چھپا رکھا ہو شیاطین میں سے ایک شیطان نے مجھے یہ بھی بتا دیا' کہ اس نے پہاڑ کے اندر سے کسی جن کی آواز سنی اور آواز سنانے والے کی تلاش میں لگا' مگر انہیں یہ معلوم تک نہ ہو سکا کہ آواز کہاں سے آ رہی ہے' اور آواز لگانے والا کس جگہ ہے؟ جس کی وجہ سے اس پر خوف طاری ہوا کہ سرکش شیاطین اس پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔

آصف کی اس بات کو سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے تبّسم فرمایا: اور فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ جس نے ان شیاطین الجن تک پہنچنے کی توفیق بخشی' اللہ کی مدد قریب آ گئی ہے' پانی کی عدم دستیابی سے کافی پریشان ہوئے' اس لئے کہ ان کی ساری فوج پیاسی تھی' اور یہ ان کی زندگیوں کے لئے خطرے کا باعث تھا' اس کیفیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے' اور تیز ہوا کو حکم دیا کہ وہ بارش برسانے والے بادلوں کو ہنکا کر ان کی طرف لے آئے' چنانچہ شمال' جنوب غرض ہر طرف سے تند و تیز ہوائیں چلنے لگیں' اور اپنے سامنے بادلوں کو ہنکا کر لانے لگیں' بادل آئے اور برسنے لگے' جس سے ہنڈیاں' مشکیزے' گھڑے وغیرہ سب بھر گئے' فوجیوں نے خوب سیراب ہو کر پانی پیا' اور رحمت خداوندی کا شکر بجا لائے' اللہ تعالیٰ کی تحمید بیان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کردہ معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ یہ بھی ہے۔

ھد ھد کا تذکرہ:

ہد ہد حضرت سلیمان علیہ السلام کی اجازت کے بغیر اس لئے چلا گیا تھا کہ پانی بالکل ختم ہو گیا تھا' تمام برتن پانی سے فارغ تھے تو اسے خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں ان کے آقا و سردار کی فوج پیاس کی وجہ سے مر نہ جائے' اس لئے وہ اپنی جگہ کو جلدی سے چھوڑ کر پانی دریافت کرنے کے لئے نکل گیا' مگر آس پاس زمین کے تمام طبقات کو چٹان کی طرح

پایا جہاں پانی کا کوئی تصور بھی نہیں ہے، چشمہ وغیرہ ملنا تو دور کی بات۔ جنوب کی طرف جاتے ہوئے کہ ایک دوسرے ہد ہد سے آمنا سامنا ہوا' آپس میں تعارف ہوا' اس ہد ہد نے ایک زبردست چشمے کی طرف رہنمائی کرنے کی پیشکش کی۔ چنانچہ یہ دونوں ہد ہد یہاں سے چل کر ایک سرسبز وادی میں پہنچے وہاں درختوں اور پھولوں سے بھرے ایک باغ کے درخت پر بیٹھ کر سستانے لگے' تو دیکھا کہ اس باغ کے درمیان میں ایک چھوٹا سا دریا ہے۔ جہاں زمین کے دوسرے علاقوں سے چشمے کا پانی جمع ہوتا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہد ہد نے وافر مقدار میں پانی دریافت ہونے کی بنا پر خوشی ومسرت کا اظہار کیا' اور اپنے ساتھی ہد ہد سے اجازت لیکر حضرت سلیمان علیہ السلام کو پانی کے متعلق بتانے کا ارادہ کیا' اور اپنے ساتھی ہد ہد سے اجازت طلب کی تو اس نے اس کو روک کر کہا' آپ نے کچھ نہیں دیکھا یہ جو کچھ دیکھا ہے یہ بہت کم ہے' آیئے! میں آپ کو اس وادی کے عقب میں ایک عظیم الشان مملکت اور عزت وشرف پر فائز لوگ دکھاؤں' تاکہ جب تم اپنے آقا وسردار کے پاس جاکر یہ سب کچھ بتاؤ گے تو تمہاری بات کو تقویت ملے گی' اس کا وزن ہوگا' سلیمان کے ہد ہد نے کہا: اس کے بعد تم مجھے اور کیا دکھاؤ گے؟۔

اس ہد ہد نے کہا: چلیے! اپنی آنکھوں سے دیکھیں' کہ میں تمہیں کیا دکھاؤں گا' چنانچہ دونوں ہد ہد وہاں سے اڑے' اور انتہائی اونچے پہاڑ کو سر کیا تو ایک عظیم الشان انتہائی سرسبز وشاداب وادی آئی۔ جس کی کھیتیاں لہلہا رہی ہیں اور خوبصورت عالیشان اور بلند وبالا محلات ہیں' ایک اونچے ٹیلے پر ایک عجیب وغریب' خوبصورتی میں اپنی مثال آپ بلند وبالا محل ہے' اس منظرِ عجیب کو دیکھ کر شمال سے آیا ہوا ہد ہد حیرت زدہ ہوگیا' اور اپنے ساتھی سے کہا: بڑا عجیب منظر ہے اس جیسا منظر سوائے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک کے اور کہیں میں نے نہیں دیکھا۔

جنوب سے آئے ہد ہد نے کہا: سلیمان کا ملک بلقیس کے ملک کی طرح نہیں ہوگا دیکھو میرے ساتھ جا کر' کہ کتنی بڑی اور عظیم الشان مملکت ہے' اور اس کی قوم سورج کو پوجتی

ہے۔ دونوں ہد ہد نیچے اتر آئے، سلیمان علیہ السلام کے ہد ہد نے دیکھا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کے سامنے سجدہ ریز ہیں، وہ ڈر گیا، پھر جنوبی ہد ہد اس کو لیکر قصر بلقیس گیا، اس کا عالی شان تخت اس کو دکھایا، پھر اس نے کہا: دیکھو کتنا بڑا موتی ہے، کیا تمہارے بادشاہ کے پاس اس جیسا موتی ہے؟۔

سلیمان علیہ السلام کے ہد ہد نے کہا: یہ موتی بلقیس کے پاس کیسے پہنچا؟ جنوبی ہد ہد نے کہا: ایک عفریت نے ایک مہینہ پہلے لاکر دیا ہے، سلیمان کے ہد ہد نے کہا: تب یہ سلیمان علیہ السلام کا موتی ہے، جس کو ایک جنی نے سمندر کے تہہ سے نکالا تھا اور تمہارا عفریت اس کو اس کے ہاتھ سے اچک کر لے گیا تھا، اب سلیمان کے عذاب سے تم نہیں بچ سکو گے۔

جنوبی ہد ہد نے کہا: نہیں ایسا نہیں ہوسکتا، بلقیس بڑی قوت رکھتی ہے، جن اور انسان دونوں پر اس کا حکم چلتا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارا ملک اپنی قوت کے گھمنڈ میں آکر بلقیس کے ہاتوں ذلت و رسوائی کا کہیں سامنا نہ کرے، جنوبی ہد ہد نے اس مقام پر مبالغے سے کام لیا کہ ''جن بلقیس کے تابع ہیں'' حالانکہ یہ بات غلط ہے، اس لئے کہ یہ طاقت سوائے حضرت سلیمان علیہ السلام کے کس اور کو نصیب نہیں ہوئی۔

بہرحال! جب سلیمان علیہ السلام کے ہد ہد نے ساری باتیں سنی اور سارا منظر دیکھا، تو بڑی تیزی کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کی طرف لوٹا، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ آسمان پر بہت زیادہ بادل سایہ فگن ہے، خوب بارش بارسا رہا ہے اور لوگ پانی سے محظوظ ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ہد ہد انتہائی خضوع و عاجزی کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور دیکھا کہ سلیمان علیہ السلام اس سے ناراض ہیں اور دل میں سزا کا خوف پیدا ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا: ہد ہد! تو کہاں تھا؟ میرے حکم کی خلاف ورزی کی اور بغیر اجازت اپنی جگہ سے ہٹنے کی وجہ کیا ہے؟ جواب میں ہد ہد نے سارا واقعہ من و عن جب سنا دیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہنس کر فرمایا:

﴿سَنَنظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ، اِذْهَبْ بِكِتَابِيْ

هَذَا فَأَلْقِهِ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ (النمل:۲۷،۲۸)

''ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ سچ کہتا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے میرا یہ خط لے جا اور اس کو ان کے پاس ڈال دینا پھر ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال و جواب کرتے ہیں''

ہد ہد اس خط کو لیکر اڑا اور قصرِ بلقیس میں پہنچا' اور دیکھا کہ بلقیس اپنے تخت پر بیٹھی ہوئی ہے' اور اس کے وزراء اور حاشیہ نشین اس کے سامنے موجود ہیں' ہد ہد خط کو بلقیس کی گود میں ڈالکر کھڑکی کے اوٹ میں چھپ گیا' ادھر جنات نے اس کو سلیمان علیہ السلام اور اس کی فوج کے آمد کے متعلق مطلع کیا تھا' اور اسی سلسلے میں اس نے یہ مجلس مشاورت منعقد کی تھی' جب اپنی گود میں خط گرا دیکھا تو انتہائی متعجب ہوئی اور اس کو حاضرین کے سامنے پڑھ کر سنایا: خط کا مضمون یہ تھا۔

﴿إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴾ (النمل:۳۰،۳۱)

''وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اس میں یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تم لوگ میرے مقابلے میں تکبر مت کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ''

یہ خط سنا کر بلقیس نے اپنے ارکینِ حکومت کو خطاب کر کے کہا:

﴿أَفْتُوْنِيْ فِيْ أَمْرِيْ ﴾

''تم مجھ کو میرے اس معاملے میں رائے دو''

ارکینِ حکومت کہا:

﴿نَحْنُ أُولُوْا قُوَّةٍ أُولُوْا بَأْسٍ شَدِيْدٍ وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَأْمُرِيْنَ ﴾

''ہم بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور اختیار تم کو ہے سو

تم ہی دیکھو جو کچھ حکم دیتی ہو"

بلقیس نے کہا:

﴿اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً﴾

"بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو ذلیل کیا کرتے ہیں"

اور میں نے اس سے قبل سلیمان علیہ السلام کے متعلق سنا ہے، میں ایسی جنگ نہیں کرنا چاہتی جو میری قوم کے لئے باعثِ ذلت و رسوائی بنے۔ میں سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک ہدیہ بھیج کر دیکھوں گی اگر وہ طالبِ دنیا ہے تو وہ اسی پر اکتفاء کر کے واپس چلا جائے گا، اگر ہدیہ قبول کرنے سے انکار کرے اور واپس نہ لوٹے تو جان لوں گی وہ پیغمبر ہے، تو اس وقت ہم سب کو مسلمان ہو کر اس کے پاس جانا پڑیگا، ورنہ اس سے قبل کہ وہ یہاں آئے ہمیں قیدی بنا کر لے جائے گا۔ چنانچہ بلقیس کا نمائندہ سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوا اور ان کی خدمت میں جواہرات اور سونے سے بھرا صندوق پیش کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: یہ کہاں سے لیکر آئے ہو؟

اس نے کہا: یہ ہماری ملکہ بلقیس کی طرف سے بادشاہ سلیمان کی خدمت میں ہدیہ ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اَتُمِدُّوۡنَنِ بِمَالٍ فَمَاۤ اٰتٰٮنِۦَ اللّٰهُ خَيۡرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰٮكُمۡ بَلۡ اَنۡتُمۡ بِهَدِيَّتِكُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ﴾ (النمل:۳۶)

"کیا تم لوگ مال سے میری امداد کرتے ہو سو اللہ نے جو کچھ مجھ کو دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے ہاں تم ہی اپنے اس ہدیے پر اتراتے ہو نگے"

﴿اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾

''تم ان لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ سو ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں
کہ ان لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم ان کو وہاں سے
ذلیل کر کے نکال دینگے اور وہ ماتحت ہو جائینگے''

بلقیس کے نمائندے نے واپس جا کر سارا واقعہ جو اس نے دیکھا اور سنا تھا بیان کیا، تو بلقیس نے اپنی قوم کو ایک سفید جھنڈا اٹھانے کا حکم دیا اور ایک بڑے قافلہ کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف چل پڑی۔ حضرت سلیمان نے اس عظیم قافلہ کے پہنچنے سے قبل ایک معجزہ پیش کرنے کا ارادہ کیا جو ان کو حیران کر سکے وہ کیا معجزہ ہے؟ وہ یہ ہے۔

بلقیس کے تخت کا معجزہ:

ہدہد کو اڑتے ہوئے بلقیس کی روانگی کا علم ہوا تو وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف آیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتایا کہ بلقیس اپنے ملک سے روانہ ہوئی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو عمارت بنانے کا حکم دیا جنات نے سبز شیشوں سے ایک عالیشان محل تیار کر لیا جس کی کئی منزلیں تھیں، اوپر کی تمام منازل سفید شیشوں کی تھیں وہ ایسا لگ رہا تھا گویا وہ سارا پانی ہے، اور ان منزلوں کے نیچے دریائی جانوروں کی صورتیں بنائیں مثلاً مچھلی، مگر کچھ وغیرہ، تیار ہونے کے بعد شیش محل ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سمندر ہے جس میں مچھلیاں بھی ہیں اور دوسرے سمندری حیوانات بھی۔

بلقیس کا قافلہ جب دور سے نظر آیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اصحاب الرائے جنوں اور انسانوں کو جمع کر کے ان سے فرمایا:

﴿اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ (النمل:۲۰)

''تم میں کوئی ایسا ہے جو اس کا تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے

پاس مطیع ہوکر آئے حاضر کردیں''

ایک جنی عفریت کھڑا ہوا اور کہا:

﴿اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِكَ﴾

''میں اس کو آپکی خدمت میں حاضر کردونگا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں''

یعنی مجلس کے اختتام سے پہلے میں تخت کو حاضر خدمت کردوں گا' حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تخت آنے سے پہلے مجلس برخاست نہیں ہوگی' وزیر سلیمان علیہ السلام ''آصف'' (جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم تھا) نے کہا:

﴿اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ يَّرۡتَدَّ اِلَيۡكَ طَرۡفُكَ﴾

''میں تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کھڑا کرسکتا ہوں''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی نظروں کو آسمان کی طرف آٹھایا' ادھر ''آصف'' نے سجدہ ریز ہوکر رب کائنات سے دعا کی تو دیکھا تختِ بلقیس ان کے سامنے حاضر ہے' سلیمان علیہ السلام نے زمین کی طرف جب دیکھا تو تخت بلقیس کو حاضر پایا: جس سے ان کو انتہائی خوشی ہوئی' اور حکم فرمایا: اس کو میرے پاس الٹا کر رکھ دیا جائے۔

بلقیس دربار سلیمانی میں حاضر ہوئی' اپنے تخت کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس الٹا پڑا ہوا دیکھ کر سخت متعجب ہوئی' اس لئے کہ اس نے تخت کو سخت حفاظت اور پہرے میں رکھا تھا' پھر اپنی قوم کی طرف دیکھا تو وہ انتہائی ذہول کی کیفیت میں ہے' حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہارا تخت بھی اس جیسا ہے؟ بلقیس نے کہا: گویا یہ وہی ہے میں اپنی قوم کو لیکر آپ کی تابعداری اختیار کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اب تم اور تمہاری قوم مامون ہے' اور عنقریب تم دوبارہ اپنی قوم پر حکومت اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق کروگی۔ بلقیس نے

واپس جانے کی اجازت طلب کی تا کہ جا کر اپنی قوم کو دینِ جدید کی خوشخبری سنا دے‘ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: واپس لوٹنے سے پہلے سفر کی تھکاوٹ کو دور کرو‘ پھر چلی جاؤ‘ انہوں نے اس دعوت کو قبول کیا‘ اور کپڑے وغیرہ بدلنے کے لئے اپنے خیمے کی طرف چلی اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے محل میں تشریف لے گئے اور کرسی پر رونق افروز ہوئے‘ بلقیس اپنی زینت کے ساتھ شیش محل کے اندر داخل ہونے لگی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو انتہائی دلکش انداز میں دیکھا جو اس کا استقبال کر رہے ہیں‘ جب زمین کی طرف دیکھا تو اس کو پانی سے بھرا ایک حوض سمجھا‘ اور کپڑوں کے گیلے ہونے کے خوف سے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھالیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ’’اِنَّهُ صَرْحٌ مُمَرَّدٌ‘‘ یہ شیشے کا محل ہے پانی نہیں ہے۔ اپنی ناواقفیت پر اس کو شرمندگی ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کیا‘ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عظمت کا اعتراف کیا‘ اور یقین کے ساتھ کہنے لگی: اے میرے رب میں نے سورج کی عبادت کر کے اپنی نفس پر ظلم کیا‘ ایمان لا کر واپس لوٹی‘ اور ہر سال حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں جزیہ بھیجتی رہی۔

وفات کے وقت ظاہر ہونے والے معجزات:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی ساری زندگی عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرنے اور اپنے رب کی عبادت کرنے میں گذار دی۔ عبادت کے لئے بیت المقدس میں ایک مکان مقرر کر رکھا تھا‘ جہاں ان کی عبادت کے وقت کسی کو جانے کی جرأت نہ ہوتی‘ جب ان کو اپنی موت کے قریب ہونے اور اجل کے تام ہونے کا علم ہوا تو اپنی لاٹھی پر ٹیک لگاتے ہوئے مسجد اقصیٰ کی طرف نکلے اور محراب میں داخل ہو گئے‘ اور اپنی لاٹھی پر ٹیک لگا کر متوجہ الی اللہ ہو گئے‘ ملک الموت نے ان کی روح قبض کر لی‘ ان کا جسم کئی دن تک اس لاٹھی کے ساتھ ٹیک کی حالت میں کھڑا رہا‘ نہ انسانوں کو ان کی موت کا علم ہوا‘ اور نہ جنات کو‘ کسی کو محراب میں ان کے پاس جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی‘ حتیٰ

کہ ان کی لاٹھی کو حشرات الارض نے کھا کر کھوکھلا کر دیا' اور لاٹھی ٹوٹ گئی' اور ان کا جسم مبارک زمین پر گرا تب ان کی موت کی اطلاع ہوئی اور لوگوں میں خبر پھیل گئی' اور تدفین عمل میں آئی' بنی اسرائیل ان کے جنازے کے ساتھ چلے' تدفین کے بعد واپس آتے وقت سب کی زبانوں پر یہ الفاظ تھے:

﴿سبحانك اللهم تؤتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء﴾

''اے اللہ تیری ذات پاک ہے' جسکو آپ چاہتے ہیں حکومت عطا فرماتے ہیں اور جس سے چاہے چھین لیتے ہیں''

حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات تھے' ان کے معجزات میں سے چیونٹی سے کلام کرنا' چرند و پرند کی زبانوں کو سمجھنا اور ان سے بات چیت کرنا' ہواؤں اور جنات کا ان کے تابع ہونا ہے' یہ سب عظیم معجزات ہیں اور ایسی حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد کسی کو عطا نہیں ہوئی۔

(اہم مراجع)

١ـ تفسير ابن كثير ـ ٢ـ تفسير القرطبى سورة سباء
٣ـ تفسير الطبرى ـ ٤ـ البدايه والنهايه لابن كثير
٥ـ تاريخ الطبرى ـ ٦ـ قصص الانبياء للنجار
٧ـ صحيح البخارى ـ ٨ـ انبياء الله لاحمد بهجت



حضرت یوسف علیہ السلام

﴿حضرت یوسف علیہ السلام﴾

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (یوسف:۳۶)

''اور یوسف کے ساتھ اور بھی دو غلام جیل خانے میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں اپنے کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ سر پر روٹیاں لیے جاتا ہوں اس میں سے پرندے کھاتے ہیں ہم کو اس خواب کی تعبیر بتلائیں آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں''۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو عظیم مرتبہ' اور اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے' نیک اعمال کو ان کے لئے مزین فرمایا۔ اس لئے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی کو ایک یا کئی معجزات سے نوازا' ان کے علاوہ کسی بھی انسان کو معجزہ عطا نہیں فرمایا۔ انہی برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہستی حضرت یوسف علیہ السلام کی بھی ہے جو بھائیوں کے ظلم وستم کا شکار ہوئے' بھائیوں نے ان کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے حفظ وامان میں لیا' یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر الرؤیا کی دولت سے نوازا تھا' بہت سے واقعات کے وقوع پذیر ہونے سے قبل ہی پہچانتے تھے' خود ان کا خواب معجزہ تھا اور خواب کی تعبیر کا علم بھی ایک بہت بڑا معجزہ تھا' اور یہ ان معجزات کا تسلسل ہے جن کو سن کر انسان بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے۔

''الحمد للہ القادر علی کل شئی وانہ تعالیٰ سبحانہ عزو جل لیس کمثلہ شئی''

یوسف علیہ السلام قید خانے میں:

کنوئیں سے نکلنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام ان لوگوں کے ساتھ چل پڑے جنہوں نے ان کو عزیز مصر کے ہاتھوں فروخت کیا' اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی بڑی اچھی گذرنے لگی' گھر والوں کا ان کے ساتھ محبت والفت کا برتاؤ رہا' گھر کا سربراہ مصر کا ایک وزیر تھا' اور اسکی بیوی ''زلیخہ'' بادشاہِ مصر ریان بن الولید کی بھانجی تھی' حضرت یوسف علیہ السلام بڑے عظیم الشان حالت میں پروان چڑھے' اور ایک خوبصورت' بلکہ خوبصورتی کے انتہائی اعلیٰ درجے پر پہنچے' لوگ ان کی حسین صورت کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوتے' ان عورتوں میں جو انہیں دیکھ کر فریفتہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں ایک عورت ''زلیخہ'' عزیز مصر کی بیوی تھیں' اس نے حضرت یوسفؑ کو ان کے آقا عزیز کے ساتھ خیانت کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی' مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ان کے شامل حال رہی کیونکہ یوسف علیہ السلام حضرات انبیاء کرام کی پاک نسل سے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو برائی سے بچالیا' عورتوں کی سازشوں سے نجات دی' وہ دنیا کے تمام پاکبازوں کے سردار ہیں' ان سات اتقیاء میں سے ہیں جن کے بارے محمد مصطفیٰ رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: ''سات قسم کے لوگ اس روز اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں ہوں گے' جس روز کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

(۱) عادل بادشاہ (۲) تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے آنسو بہانے والا (۳) وہ شخص مسجد سے نکلنے کے بعد اس کا دل مسجد سے معلق رہے یہاں تک کہ دوبارہ مسجد نہ آجائے (۴) وہ دو شخص جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے خاطر آپس میں محبت کی۔ اللہ کی رضاء کے لئے یک جا ہوئے اور اللہ کے رضاء کے لئے جدا ہوئے۔ (۵) اور وہ شخص جو اتنے خفیہ انداز میں اللہ کے راستے میں صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا (۶) وہ جوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے کرتے پروان چڑھتا ہے (۷) وہ شخص جس کو کوئی صاحب منصب اور صاحبِ جمال عورت اپنی طرف مائل کرے اور وہ یہ

کہے: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں (۱)۔

چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام ان سات میں سے تھے' آپ نے اپنے آقا کے ساتھ خیانت کرنے سے انکار کیا' اور اس کی بیوی ''زلیخہ'' کی بات ماننے سے انکار کیا' اور اس کے ارادے کی تکمیل سے انکار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْ﴾

''اللہ کی پناہ بے شک وہ میرا رب ہے''

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی بات پوری کرتے ہوئے فرمایا' انہوں نے میرے ساتھ نہایت احسان کا معاملہ کیا' اور مجھے اعلیٰ مقام دیا' اور جس کام کیطرف تم مجھے دعوت دے رہی ہو یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

﴿اِنَّهٗ رَبِّیْ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّهٗ لَایُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''وہ میرا مربی ہے کہ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا' ایسے حق فراموشوں کو فلاح نہیں ہوا کرتی''

عزیز کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے غلط کاری کروانے کی کوشش تو کی مگر ناکام ہوئی' حضرت یوسف علیہ السلام اس کے گھر سے جلدی سے باہر تشریف لے گئے' جب اس کا شوہر گھر آیا ہے' تو زلیخہ نے اس کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی شکایت کی' اور ان پر بہتان لگایا اور غلط تہمت لگائی' مگر عزیز مصر نے زلیخہ کی بات پر یقین نہیں کیا' واقعے کی تحقیق کرائی' تو حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت ثابت ہوگئی' مگر زلیخہ کی سازش و چال بازی یہاں ختم نہیں ہوئی بلکہ سلسلہ چلتا رہا حتی کہ مصر کی عورتوں کو صورت حال کا پتہ چل گیا' تو زلیخہ اور یوسف علیہ السلام کے متعلق چہ می گوئیاں کرنے لگیں' جس سے زلیخہ کو سخت تکلیف ہوئی غصے سے پیچ پا ہوئی۔ خاص کر جب امراء و کبراء کی بیگمات اس کو طعنہ دینے لگیں اور س کو برا بھلا کہنے لگیں تو اس کے غصے میں مزید اضافہ ہوا'

(۱) صحیح البخاری ۱۰/۳٦' سنن الترمذی والنسائی ۲/٤۹ و موطاء مالک ۵۱ ,۱٤' مسند احمد ۲/٤۳۹۔

تو ان عورتوں کو باور کرانے کے لئے کہ وہ اس معاملے میں معذور ہے۔ اگر اس کی جگہ وہ ہوتیں وہ بھی وہ کچھ کرتیں جو میں نے کیا ہے' فکر کرنے لگی کہ کس طرح یہ کام سرانجام دیا جائے۔

اس نے ایک چال چلی وہ یہ کہ اس نے مصر کی عورتوں کے لئے اپنے گھر میں دوپہر کے کھانے کا اہتمام کیا' اوران کے بیٹھنے کے لئے خوبصورت جگہ اور مقام کا انتظام کیا' اس کو خوب سجایا' چنانچہ جن عورتوں کو بلایا تھا۔ سب کی سب حاضر ہوگئیں' سب کے ہاتھوں میں پھل وغیرہ دیئے اور کاٹنے کے لئے ہر ایک کو ایک ایک چھری بھی دیدی۔ ادھر حضرت یوسف علیہ السلام کو اعلیٰ لباس میں ملبوس کیا' حسن وخوبصورتی کی انتہاء کو پہنچے' بہرحال سب کے ہاتھوں میں پھل اور چھری تھما کر حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے سامنے آنے کا حکم دیا تو حضرت یوسف علیہ السلام انتہائی کمالِ جمال کے ساتھ رونما ہوئے ''زلیخہ'' کی مجلس میں بیٹھی ہوئی تمام عورتوں نے جب ان کو دیکھا تو ان کے حسن کا رعب ان پر پڑ گیا' ان کے جمال کو دیکھ کر ان کے ہوش وحواس اڑ گئے' پھلوں کو کاٹنے کے بجائے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں، مگر پھر بھی انہیں ہوش نہیں رہا کہ انہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں، قرآنِ کریم نے اس واقعے کی یوں منظر کشی کی ہے:

﴿فَلَمَّا رَءَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حٰشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ﴾

''سو عورتوں نے جوان کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاش للہ یہ شخص آدمی ہرگز نہیں یہ کوئی بزرگ فرشتہ ہے''

اس وقت زلیخہ نے عورتوں سے کہا:

﴿فَذٰلِكُنَّ الَّذِىْ لُمْتُنَّنِىْ فِيْهِ﴾

''وہ شخص یہی ہے جس کے بارے میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی تھی''

مصر کی عورتوں نے جہاں حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی' پاکبازی اور عفت کی تعریف کی وہاں زلیخہ کو بھی معذور گردانا' لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی باتوں اور زلیخہ کی ترغیب کی طرف کوئی توجہ نہ دی' تو زلیخہ نے مطالبہ پورا نہ کرنے کی صورت میں قید کرانے کی دھمکی دی' اور کہنے لگی:

﴿وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصَّاغِرِيْنَ﴾

''اور اگر آئندہ کو میرا کہنا نہ مانا تو تمہیں جیل خانے بھیج دیا جاوے گا اور بے عزت بھی ہوگا''

اس وقت یوسف علیہ السلام نے دربارِ الٰہی میں دستِ دعاء دراز کیا' اور دل کی گہرائی سے بارگاہِ رب رحیم سے عورتوں کے چنگل سے خلاصی مانگی' اور دعاء میں فرمایا:

﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾(یوسف:۳۳)

''کہا کہ اے میرے رب جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلاتیں ہیں اس سے تو جیل خانہ میں جانا مجھ کو زیادہ پسند ہے اور اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفعہ نہ کرینگے تو ان کی طرف مائل ہوجاؤنگا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا''

اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہوئے فرمایا: میرے رب! اگر مجھ کو میرے نفس کے حوالہ کیا' تو میرے نفس میں سوائے عجز وضعف کے کچھ بھی نہیں' میں بذات خود کسی نفع و نقصان کی طاقت نہیں رکھتا' الا ماشاء اللہ۔

یا اللہ! میں کمزور ہوں مگر یا اللہ آپ نے مجھے قوت بخشی مجھے گناہوں سے بچایا' اور میری حفاظت کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دعاء کو شرفِ قبولیت بخشا' انہوں

نے ارتکابِ گناہ پر قید خانے کو ترجیح دی' معصیت کے مقابلے میں قید خانے کو رحمت سمجھا' اللہ تعالیٰ کی طاعت کو گناہوں سے نفس کو بچانے کا اہم ذریعہ سمجھا۔

یوسف علیہ السلام کی براءت یقینی ہونے کے باوجود عزیز مصر اور اس کی بیوی نے ان کو قید خانے میں رکھنے کا فیصلہ اس لئے کیا' تا کہ لوگوں کی چہ می گوئیاں کم ہوجائیں۔ اور وہ کچھ مدت خواہ قلیل ہو قید میں رہ کر ہی رہا ہوں گے۔

یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ''السِجّنُ اَحَبُّ اِلَیَّ'' ''جیل خانہ میں جانا مجھے زیادہ پسند ہے''

تو اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی' آپ نے اپنی دانست میں قید خانے کو اپنے لئے بہتر سمجھا' اگر اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرتے تو یقیناً تجھے عافیت نصیب ہوتی۔

(قرطبی ج:۵۔ص:۱۲۱ط/ العلمیہ' بیروت)

مظلومیت کی حالت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو پکڑ کر قید خانہ کی طرف لے گئے اور قید کر دیا' حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: جہنم کے کھولتے پانی' زقوم کے کانٹوں اور تارکول کے لباس سے قید ہونا کئی گنا آسان ہے' حضرت یوسف علیہ السلام جب قید خانے میں داخل ہوئے تو ایک قوم کو دیکھا: جن کی امیدیں ختم ہوگئی ہیں' مصیبتیں شدید تر ہوگئی ہیں اور ان کے دن انتہائی سخت عذاب میں بسر ہو رہے ہیں' اپنی عزت و شرافت کو بھلا چکے ہیں ان کی پیٹھ کوڑوں کی وجہ سے سخت داغدار ہوگئی ہے' کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں' ظالم' مظلوم' جانی و بری سبھی مختلف ہوگئے ہیں۔

قیدیوں کی حالت زار کو دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے گئے' فرمایا: ان مصائب و آلام کو صبر کے ساتھ برداشت کرو۔ تمہیں اس کا اجر ملیگا' کہنے لگے: اے نوجوان! تیری آمد مبارک ہو' کیسی اچھی باتیں کرتا ہے' یہ بتایئے! آپ ہیں کون؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میرا نام یوسف ہے میں اللہ کے صفی ان کے حبیب حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹا ہوں۔ اور وہ اللہ کے نبی حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اسحاق خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نورِ نظر ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں مختلف قسم کے لوگوں کو دیکھا' کچھ لوگ غمگین ہیں۔ بعض کو دیکھا مختلف امراض کا شکار ہو گئے ہیں' کچھ کو زخمی حالت میں پایا' چنانچہ یوسف علیہ السلام غمزدہ لوگوں کو تسلی دیتے رہتے' ان کے غموں کو ان سے دور کئے بغیر نہ چھوڑتے' مریضوں کی تیمارداری کرتے' ان کی تکلیفوں کو کسی طرح ہلکا کرنے کی کوشش کرتے اور زخمیوں کے زخموں پر دواء لگاتے' اور رات کے وقت اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوتے' ساری رات خشوع کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہو جاتے' عورتوں کے فتنے سے بچانے پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے' دربارِ الٰہی میں کھڑے ہو کر اتنا روتے اتنا روتے کہ قید خانے کے در و دیوار ان کی شدت خوف اور خشوع سے متأثر ہو کر رونے میں ان کے ساتھ شامل ہوتے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا' اس سے پورا جیل پاک وصاف ہوا' تمام قیدی اور عملہ ان سے مانوس ہو گیا' حتی کہ لوگ قید خانے سے خلاصی پا کر جانے کے بعد واپس قید خانہ آ کر ان کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ جیل کے سربراہ کی یوسف علیہ السلام کے ساتھ مودت ومحبت اور عقیدت میں اضافہ ہوا' جس کی وجہ سے ان کے لئے قید خانے میں بہت آسانیاں کیں' راحت کے اسباب مہیا کئے' ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کہنے لگا: یوسف! مجھے تمام چیزوں سے زیادہ تجھ سے محبت ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اعوذ باللہ من حبک'

یعنی تیری محبت سے پناہ چاہتا ہوں' جیل کے سربراہ نے کہا: یوسف! آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ اس نے سمجھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام میری خالص محبت ٹھکرا رہے ہیں' لیکن حضرت یوسف علیہ السلام دوبارہ فرمانے لگے۔

اصل میں بات یہ ہے: میرے والد صاحب نے میرے ساتھ محبت کی جس کی وجہ سے میرے بھائیوں نے میرے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا' ان کا مطلب تھا کہ والد محترم کی محبت کو دیکھ کر حسد میں آ گئے' ان کو لے جا کر کنوئیں میں ڈال دیا' اور والد صاحب کے پاس آ کر کہنے لگے' یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا' ادھر کنوئیں سے نکلے تو عزیز کے ہاتھ فروخت ہوئے' اور پھر میرے آقا (عزیز مصر) نے میرے ساتھ محبت کا برتاؤ کیا' جس کی وجہ سے

قید خانے میں آپ کے سامنے ہوں' اس پر قید خانہ کا سربراہ ہنس پڑا' بہرحال دونوں کے درمیان اچھے تعلقات رہے' ایک دوسرے کو قصے کہانیاں سناتے' اچھی باتیں کرتے' چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ذات مبارکہ نے قید خانہ کے زخمیوں کے لئے شفاء و دوا کا کام دیا' اور ان کے غموم و ہموم کے زائل ہونے کی باعث بنی' قیدی صبح ہوتے ہی خوشی کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے' اپنے خوابوں کی تعبیر دریافت کرتے' اپنی ضروریات اور کاموں کے متعلق آپ علیہ السلام سے مشورہ لیتے' ان کے آپس کے جھگڑوں کو خوش اسلوبی سے نمٹاتے' اور فیصلے کرتے' قیدی آپ کے حکم کو بسر و چشم قبول کرتے' اس طرح قید خانہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان ہمراہیوں کے لئے باغ و بہار بن گیا' آزادی' خوشی' طاعت اللہ' عبادت جیسی دولت نصیب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت اس امر کی مقتضی ہوئی کہ قید خانہ یوسف کے لئے قید خانہ نہ ہو' بلکہ اللہ کی رحمت اور اطاعت خداوندی کا ذریعہ بنے' اس لئے وہ گناہ جس کا انسان ارتکاب کرتا ہے ساری زندگی نحوست کے قید خانے میں اسے قید کرتا ہے' لہٰذا آزادی بدن کی آزادی نہیں' بلکہ اصل آزادی' عفتِ نفس اور زبان کی آزادی ہے' صرف درو دیوار کی بندش کا نام قید خانہ نہیں ہے' بلکہ نفس کی ذلت آمیز نافرمانی بھی انسان کے لئے قید خانہ ہے۔

قید خانے کے دو ساتھی:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجنَ فَتَيَانِ﴾ (یوسف:۳٦)

''اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ اور بھی دو غلام جیل خانے میں داخل ہوئے''

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید کی اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے راضی و قانع ہو کر وقت گذارا۔ قید میں طویل وقت گذرا' جس میں بہت سارے ساتھی

آتے گئے اور ان کے ساتھ رہے، مگر دو آدمی مسلسل آپ کی خدمت میں رہے، ان میں سے ایک کا نام ''مجلب'' اور دوسرے کا نام ''نبوا'' تھا۔

(قصص الانبیاء للثعلبی: ص۔۱۰۸، تفسیر قرطبی ط/بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام تمام ساتھیوں کے ساتھ برابر کی محبت فرماتے، مگر مذکورہ دونوں افراد کا ان کے ساتھ تعلق دوسروں کے مقابلے میں زیادہ تھا، یہ دونوں حضرات ہمیشہ آپ کی مجالست میں وقت گذارتے، جو بات بھی دل میں گذرتی اس کے بارے ان سے پوچھتے، مگر ان کے قید ہونے کے اسباب سے حضرت یوسف علیہ السلام ناواقف تھے، کافی مدت گذرنے کے بعد ان کے قید ہونے کی وجہ معلوم ہوگئی، وہ یہ کہ مصر کے بادشاہ ولید بن الریان نے طویل زمانہ حکومت کی۔ لوگ اس کی حکومت سے اکتا گئے، اس سے جان چھڑانے کے لئے تدبیریں کرنے لگے۔ مصر میں ایک جماعت اس کام کے لئے کمربستہ ہوگئی، بادشاہ سے خلاصی پانے کے لئے کام شروع کیا، چنانچہ اس کام کو سرانجام دینے کے لئے مذکورہ دو شخصوں ''مجلب'' اور ''نبوا'' سے مدد لینے کے لئے ان سے رابطہ کیا، ''مجلب'' بادشاہ کا خاص باورچی تھا، کھانا پکانا اور کھلانا دونوں کام اس کے سپرد تھے اور نبوا پانی اور دوسرے مشروبات پلانے پر مامور تھا، ولید بن الریان ان دو کے علاوہ کسی کے ہاتھوں نہ کھانا کھاتا نہ دوسرے مشروبات نوش کرتا تھا، خواہ تنہا ہوتا یا مہمان کے ساتھ ہوتا، کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتا تھا، چنانچہ مصر کی ایک جماعت ان دونوں کے پاس آئی، اور بادشاہ کے کھانے پینے کی اشیاء میں زہر ملانے پر بے شمار مال و دولت سے نوازنے کا وعدہ کیا، حتی کے باغات، کئی ایکڑ پر مشتمل قابل کاشت زمین اور دوسری اشیاء بروقت پیش کرنے کا وعدہ کیا، اور تمام خطرات سے حفاظت کی ضمانت دینے کا بھی عندیہ دیا، مگر وہ انکار کرتے رہے، خفیہ مذاکرات جاری رہے، طویل گفت وشنید کے بعد مجلب تیار ہوگئے مگر نبوا بہت زیادہ تردد کا شکار ہوا، آخر کار دونوں میں اتفاق رائے ہوگیا، ان لوگوں کو بلا کر ان سے مال وصول کرنے پر متفق ہوئے، اور اموال حاصل کر لئے۔

وعدے کے مطابق دوسرے دن ''مجلب'' نے دوپہر کے کھانے میں زہر ملا دیا،

اور ''نبوا'' نے پانی میں زہر نہیں ملایا' چنانچہ ہر ایک نے اپنی اپنی چیزیں بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں یعنی ''مجلب'' نے دسترخوان لگایا اور کھانے کی اشیاء دسترخوان پر رکھ دیں' اور ''نبوا'' نے پانی وغیرہ پیش کیا۔ بادشاہ نے جب کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو نبوا نے چیختے ہوئے کہا: میرے آقا! یہ کھانا نہ کھایئے' ''مجلب'' نے اس میں زہر ملا دیا ہے' بادشاہ نے فوراً کھانے سے ہاتھ کھینچا' اور خطرناک نظروں سے ''مجلب'' کی طرف دیکھا اور نبوا اور مجلب کو بار بار دیکھتے رہے' بات کو آگے چلاتے ہوئے نبوا کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا' نبوا! یہ تم کیا کہہ رہے ہو' ادھر مجلب پر خوف کی وجہ سے لرزہ طاری تھا۔

''نبوا'' نے کہا: میرے آقا! آپ کے سامنے رکھا ہوا کھانا زہریلا ہے' مجلب نے اس میں زہر ملایا ہے' بادشاہ نے کہا: اور آپ نے کیا کیا؟ کیا تم نے بھی پانی میں زہر ملا دیا ہے؟ نبوا نے کہا: حاشا للہ' میرے مولا۔ آپ میرے مہربان ہیں اور میرے بادشاہ ہیں آپ کے محل کے ساتھ میرا رزق وابستہ ہے' آپ کے جوار میں مجھے سعادت نصیب ہے' اور اسی وجہ سے معزز ہوں' کیا ان سب نعمتوں اور مہربانیوں کے باوجود میں آپ کے ساتھ خیانت کا ارتکاب کرسکتا ہوں' یہ عقل میں بھی نہیں آتا۔

بادشاہ ایک سخت نظر مجلب پر ڈالنے کے بعد نبوا سے مخاطب ہوا: نبوا اس پانی سے یکے بعد دیگرے گلاس کے گلاس بھر بھر کر پی گیا' مگر کچھ بھی نہیں ہوا' صحیح سالم تندرست کھڑا رہا ہے اس لئے کہ صاف پانی تھا۔ زہر اس میں نہیں تھا' بادشاہ نشت بدل کر مجلب کے قریب ہوئے' اور مجلب کو مخاطب ہوکر کہا' مجلب! یہ کھانا کھاؤ' مجلب پر لرزہ طاری ہوا' پیشانی پر پسینے چھوٹنے لگے' کہنے لگے: بادشاہِ سلامت میں اس کھانے کو نہیں کھاسکتا' میرے اس سنگین جرم کو معاف کیجئے۔

بادشاہ نے چیختے ہوئے مجلب سے کہا: اے خیانت کار شخص! کھانا زہریلا ہے اسی لئے تو کھانے سے ڈر رہا ہے' اور مجھے قتل کرنا چاہتا ہے' مجھے بتاؤ' کھانے میں کس نے زہر ملایا تھا؟ مجلب کی زبان اڑگئی' انتہائی تردد اور خوف کے عالم میں کہا' نہیں' مجھے نہیں معلوم۔

بادشاہ نے تمام دربانوں کو بلایا' ان کو پکڑو' اور میرے پاس ایک حیوان لے کر آؤ' دربانوں نے ایک بوڑھا اور عمر رسیدہ گھوڑا حاضر کر دیا' یہ مسموم کھانا اس کو دیا' اس نے یہ سارا کھانا کھانے کے بعد ایک آواز نکالی اور مر کر زمین پر گر پڑا' اس وقت نبوا کی خبر کی تائید ہوگئی اور بادشاہ نے اس کی تصدیق کر دی' چنانچہ مجلب کے ساتھ نبوا کو بھی قید کر لیا' اور تحقیقات شروع ہوگئیں' ان کے ساتھ انتہائی اہانت آمیز سلوک کیا گیا' مجلب تو کھانے میں زہر ملانے کی پاداش میں قید ہوا اور نبوا نے اس واقعے کے متعلق مطلع ہونے کے باوجود خبر دینے میں تاخیر کر دی' حتیٰ کہ آخر میں جا کر خبر دی۔

دونوں کو سزا کے لئے قید خانے میں ڈال دیا گیا' قید خانے میں دونوں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہنے لگے' صبح و شام ہر جگہ ہر مقام میں آپ ہی کے مصاحب رہے' ایک دن صبح کے وقت دونوں آپ کے پاس بیٹھے مگر ان کو کوئی ضرور امر درپیش تھا' دونوں خاموشی سے کچھ دیر بیٹھے رہے' اس کے کے بعد ''نبوا'' گویا ہوا' اور کہا: اے یوسف! آپ کو کیا علم حاصل ہے؟ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں خواب کی تعبیر بیان کر سکتا ہوں' اللہ تعالیٰ کے حکم سے خوابوں کی مکمل تفسیر کرتا ہوں۔

پھر خاموش ہوگئے' حضرت یوسف علیہ السلام نے نبوا اور مجلب کی طرف دیکھا تو ان کو پریشان و غمگین حالت میں پایا' ایسا لگتا تھا جیسے ان کو کوئی مصیبت پہنچی ہے یا غم لاحق ہوگیا ہے' ان کی یہ حالت دیکھ کر ان سے دریافت کیا' کیا ہوا تمہیں' غمگین معلوم ہوتے ہو؟ کہنے لگے: ہم نے ناپسندیدہ خواب دیکھا ہے' یوسف علیہ السلام نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ تھوڑی دیر تک دونوں متردد سے ہوگئے' پھر مجلب (بادشاہ کا باورچی) نے کہا: یوسف! کیا آپ ہمارے خوابوں کی تعبیر بتا سکیں گے؟ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: جی بتا سکتا ہوں' میں نے پہلے بھی کہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ' بحکم الٰہی تمہارے خوابوں کی تفسیر بتا سکتا ہوں' مجلب نے فوراً کہا: میں نے خواب میں دیکھا گویا میں تین تندوروں میں روٹیاں پکا رہا ہوں' پھر روٹیوں کو تین ٹوکریوں میں رکھ کر سر پر رکھا' اور پرندے اس سے کھانے لگے' نبوا (ساقی بادشاہ) نے کہا: میں نے دیکھا کہ میں نے سفید انگور کے تین گچھے لئے' ان کو نچوڑا

پھران کو تین برتنوں میں ڈالا' پھران کو صاف کر کے حسب معمول بادشاہ کو پلایا۔

دونوں کے خوابوں کو سنکر حضرت یوسف علیہ السلام تھوڑی دیر خاموش ہورہے' ادھر وہ دونوں اپنے خوابوں کی تعبیر کے متعلق بے چینی سے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف دیکھنے لگے' خواب کی تعبیر کو سمجھنے کے بعد یوسف علیہ السلام کا رنگ متغیر ہوگیا' نبوا ایک دوسرا خواب سنانے لگا اس نے کہا: میں نے خود کو ایک باغ کے اندر دیکھا' جہاں میں ایک انگور کے درخت کے نیچے کھڑا ہوں اور انگور کے تین خوشے ہیں' میں نے ان کو توڑا اور بادشاہ کا گلاس میرے ہاتھ میں تھا' انگوروں کو نچوڑ کر رس نکالا' اور بادشاہ کو پلادیا' (عرائس المجالس) یوسف علیہ السلام نے مجلب کے خواب کی حقیقت سمجھنے کے بعد تعبیر بتانے کو پسند نہیں کیا' اس لئے دوسری باتیں شروع کردیں' یعنی ان کو اسلام کی دعوت دینے میں مصروف ہوگئے اور ان کی ذہن سازی کرنے لگے' اور تعبیر بیان کرنے سے پہلے یہ بیان کرنا چاہا' کہ یہ علم میرا کمال نہیں ہے' بلکہ خالق کائنات کا عطاء کردہ ہے' میں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ یہ تقریر اس لئے کی تاکہ ان کے قیدی ساتھیوں کے دلوں میں نورِ ایمان پیدا ہو اور انہیں تقوی نصیب ہو' اور خوابوں کے سچے ہونے کی شرط پوری ہو' اس لئے کہ ایمان وسچائی انسان کے خوابوں کو سچا کردیتی ہے' جھوٹا یا نافرمان انسان کبھی بھی سچا خواب نہیں دیکھ سکتا' سچے خواب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں۔ جبکہ نافرمانیوں کی وجہ سے نعمتیں چھن جاتی ہیں' نافرمان انسان ان نعمتوں سے محروم ہوتا ہے' اس کے بالمقابل اطاعت الٰہی بشارت وسعادت کو کھینچ لاتی ہے' اسی وجہ سے یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بیان کرنے سے قبل ان باتوں کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی' اوران کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک عظیم علم کے ساتھ مختص کیا ہے' اسی علم کے متعلق فرمایا:

﴿لا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ اِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ اَنْ يَأْتِيَكُمَا﴾

''جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لئے ملتا ہے
میں اس کی آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں''

یعنی کل تمہارے گھر سے کھانا آنے سے قبل بتا سکتا ہوں کہ کیا کھانا آئیگا' انہوں نے کہا: یہ تو کاہنوں اور عرّافوں کا کام ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں کاہن تو نہیں ہوں' یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے تعلیم دی ہے' یہ پیشگی اطلاع دینا کہانت یا نجومی ہونے کے سبب سے نہیں ہے' بلکہ منجانب اللہ وحی کی وجہ سے ہے۔

یوسف علیہ السلام نے ان کے سامنے اپنا دین و مذہب بیان کیا' اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لانے والی قوم کے مذہب کو اختیار نہیں کیا' جو آخرت کے بھی منکر ہیں میں نے اپنے آباء واجداد حضرت ابراہیم' حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی ملت اور ان کے دین کو اختیار کیا ہے' یہ سب کے سب موحد' اور مؤمن تھے' اور سبھی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء تھے' کیسے ممکن ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کریں؟ یہ ایمان لانا بھی اللہ تعالیٰ کا ہم پر بڑا فضل اور ان کی مہربانی ہے' اور تمام برائیوں سے بچنا بھی نعمت الٰہی ہے' اللہ تعالیٰ نے ہم کو تمام لوگوں پر فضیلت دی اور نیک اعمال کو ہمارے لئے مزیّن فرمایا۔ اور یہ بھی فضل خداوندی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو نبوت کی عظیم دولت سے بہرہ ور فرمایا۔

دونوں حضرات نے حضرت یوسف علیہ السلام کی گفتگو توجہ سے سنی اور اپنے خوابوں کی تعبیر سننے کے لئے بے تاب تھے' مگر یوسف علیہ السلام نے یہاں بس نہیں کیا' بلکہ اپنے پیغام کو ان تک پہنچانے کے لئے مزید فرمایا:

﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾

''اے قید کے رفیقو متفرق معبود اچھے ہیں یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے وہ اچھا ہے''

یعنی تم کن صفتوں سے متصف معبود چاہتے ہوں؟ اگر تم متعدد و متفرق معبودوں کی عبادت کرنا پسند کرتے ہو، تو وہ بے دست و پا بت ہیں جو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، ذرا سوچو تو صحیح! کیا یہ مجبور محض بت عبادت کے لائق ہیں یا وہ واحد و یکتا اللہ جو ہر چیز پر قادر ہے؟ میرے ساتھیو! اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم جن بتوں کی عبادت کرتے ہو ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، ان کو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے اپنی طرف سے معبود کا نام دیا ہے، یہ تو جماد ہیں نہ بول سکتے ہیں نہ ہی سمجھنے پر قادر ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے ایمان، یقین، عقیدۓ ربوبیت اور طاعت الٰہی کے متعلق گفتگو فرمائی جو ایک نبی کی شان اور نشانی ہے، جو لوگوں کو ایک واحد قہار کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے، توحید کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے، اور صرف ایک اللہ کی ربوبیت پر یقین کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

خواب کی تعبیر:

یوسف علیہ السلام نے جو تعبیر بیان فرمائی اس کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں آتا ہے:

﴿یٰصَاحِبَیِ السِّجۡنِ اَمَّاۤ اَحَدُکُمَا فَیَسۡقِیۡ رَبَّہٗ خَمۡرًا وَ اَمَّا الۡاٰخَرُ فَیُصۡلَبُ فَتَاۡکُلُ الطَّیۡرُ مِنۡ رَّاۡسِہٖ قُضِیَ الۡاَمۡرُ الَّذِیۡ فِیۡہِ تَسۡتَفۡتِیٰنِ﴾ (یوسف:۴۱)

''اے جیل کے رفیقو تم میں ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور دوسرا سولی دیا جاوے گا اور اس کے سر کو پرندے کھاویں گے جس کے بارے میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا''

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، الوہیت، ان کی ربوبیت اور ایمان و یقین کو بیان کر کے بتوں کے عجز اور ان کی مجبوری کو خوب واضح کرنے کے بعد ان کے خوابوں کی تعبیر بتانے لگے، چنانچہ ساقی بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تین دن کے بعد تم اپنا سابقہ عمل دوبارہ شروع کرو گے، (یعنی بادشاہ کو پانی پلانے کا عمل) اور دوسرے ''مجلب'' سے کہا: تم کو تین

دن بعد دربارشاہی میں بلایا جائیگا اور سولی چڑھایا جائے گا' اور پرندے تمہارے سر کو نوچ کر کھائیں گے' مجلب اور نبوا دونوں یوسف علیہ السلام کی طرف دیکھنے لگے اور آپس میں گفتگو کرنے لگے' نبوا کانپتا ہوا کہنے لگا: اللہ کی قسم! ہم نے خواب واب کچھ نہیں دیکھا محض آپ کی تعبیری مہارت کو آزمانے کے لئے یہ خواب گھڑ لئے تھے۔ دوسرے نے کہا: ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا محض آپ کو آزمانے کے لئے ایسا کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے مکمل یقین کے ساتھ فرمایا:

﴿قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیَانِ﴾

''جس بارے میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا''

یعنی معاملے کا فیصلہ ہو چکا ہے ایسا ہی ہوگا۔ نبوا جو ساقی بادشاہ تھا' جس کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تم نجات پاؤ گے اور اپنی سابقہ خدمات پر دوبارہ مامور ہوگا' اور بادشاہ کو پانی پلانے کا عمل دوبارہ کرے گا اس سے یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾

یعنی اپنے بادشاہ کے سامنے میرا تذکرہ کرنا اور میری حالت کو اور خوابوں کی تعبیر کی مہارت کو بھی بیان کرنا' اور اس کو یہ بتانا کہ میں ناحق قید کر دیا گیا ہوں۔

(تفسیر قرطبی: ج ۵۔ص: ۱۲۸/۱۲۹۔بیروت)

اس قول کی وجہ سے یوسف علیہ السلام پر عتاب ہوا کہ انسانوں سے مدد کیوں طلب کی' اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے کیوں نہیں پکارا؟ علماء نے لکھا ہے کہ اس کی پاداش میں کئی سال مزید قید میں رہے' جس کا تذکرہ قرآنِ مجید میں یوں آیا ہے۔

﴿فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ﴾

''تو (اس وجہ سے قید خانہ میں اور بھی چند سال ان کا رہنا ہوا''۔

مفسرین نے لکھا ہے: حضرت جبریل علیہ السلام قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا۔ حضرت جبریل

علیہ السلام نے فرمایا: اے منذرین کے بھائی! تم سے غلطی کیوں ہوئی؟ اور جبریل علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا: اے طاہر بن طاہرین! رب العالمین آپ کو سلام کہتا ہے' اور فرماتا ہے: انسانوں سے مدد طلب کرتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آئی؟ میری عزت کی قسم! کئی سال تک تمہیں مزید قید میں رکھوں گا۔

یوسف علیہ السلام نے پوچھا: یا جبریل! کیا اللہ مجھ سے راضی ہیں۔ جبریل نے فرمایا: ہاں راضی ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: پھر کوئی پرواہ نہیں' یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ جبریل ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب کیا' اور قید کی مدت کو بڑھایا! اور فرمایا: یوسف! بھائیوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے تمہیں کس نے بچایا؟

یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

جبریل نے فرمایا: اس کنوئیں سے آپ کو کس نے نکالا؟

یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

جبریل نے فرمایا: برائی سے تجھے کس نے بچایا؟

یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اللہ جل شانہ نے

جبریل نے پوچھا: یوسف! عورتوں کے فتنے سے تم کو کس نے دور رکھا؟

فرمایا: اللہ نے

پھر جبریل نے فرمایا: تو پھر تم نے مخلوق پر کیوں بھروسہ کیا' اپنے رب کو کیوں چھوڑا' ان سے سوال کیوں نہ کیا؟

یوسف علیہ السلام نے فرمایا: الٰہی! غلطی سے زبان سے نکل گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام رب کائنات کے دربار میں دستِ دعاء دراز کرتے ہوئے یہ دعا کرنے لگے: اے ابراہیم' اسحاق اور یعقوب کے رب! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے ساتھ رحمت کا معاملہ فرما۔

حضرت جبریل نے فرمایا: اے یوسف! اس کی سزا یہ ہے کہ آپ مزید چند سال قید خانے

میں گذارو گے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمادے اگر وہ ''اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ'' نہ کہتے تو مزید چند سال جیل میں نہ ٹھہرتے۔
چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مہربانی و مدد سے قید خانے سے چھٹکارے کی امید میں وقت گذارتے رہے' اور یہ قید کا ابتدائی دوران کے لئے رحمت اور فضیلت میں اضافے کا باعث بنا' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے مقابلے میں قید کی زندگی کو ترجیح دی اور فرمایا:

﴿رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ﴾

''اے میرے رب جس کام کی طرف عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں اس سے تو جیل خانے میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے''

بادشاہِ مصر کا خواب اور قید سے خلاصی:

اللہ کا ارادہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو قید سے نکال لیں۔ اس کے لئے ایک سبب پیدا کردیا وہ یہ کہ مصر کے بادشاہ ولید بن الریان نے خواب دیکھا' جو بالآخر ان کی آزادی کا سبب بنا' حضرت جبریل یوسفؑ کے پاس تشریف لائے' اور سلام کیا ہوں آزادی کی خوشخبری دی' اور فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو قید خانے سے نکال رہے ہیں' اور زمین میں تمہیں قوت دینے والے ہیں دوسرے بادشاہ کو آپ کے مطیع کرنے والے ہیں۔ بڑے بڑے جابروں کو آپ کے تابع فرمان بنانے والے ہیں' اور بھائیوں پر آپ کو فضیلت دینے والے ہیں۔ ولید الریان نے خواب میں دیکھا: گویا سات موٹی جسم کی گائیں ہیں' اور خوب موٹی تازی ہیں' خشک نہر سے نکلیں اور ان سات گائیوں کو سات دبلی پتلی گائیں جن کی ہڈیاں کھلی نظر آرہی تھیں ہنکارہی تھیں اور ان کو کھارہی تھیں اور کھا کھا کر سوائے سینگوں کے سب کو ختم کرڈالا' ساتھ یہ بھی دیکھا: کہ گندم کے سات خشک خوشے سبز خوشوں کو کھارہے ہیں' یہ خواب دیکھ کر بادشاہ انتہائی خوف زدہ ہوکر بیدار ہوا' اور متعجب ہوا' کہ انتہائی کمزور لاغر گائیوں کا انتہائی مضبوط موٹی گائیوں کو کھانا تعجب خیز ہے۔

چنانچہ بادشاہ جلدی سے بستر سے اٹھا' لباس زیب تن کیا' خواب گاہ کو چھوڑ کر دیوان خانے میں گیا' اپنی مسند پر بیٹھا' ان کے وزراء اور حاشیہ نشینوں نے ان کی حالت کا جائزہ لیا اور خود مجلس میں بیٹھ کر حاضرین کو پریشانی کے عالم میں ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد اپنا خواب سنایا۔ اور کہا:

﴿اِنِّیۡۤ اَرٰی سَبۡعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاۡکُلُهُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ وَّسَبۡعَ سُنۡۢبُلٰتٍ خُضۡرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَاُ اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡ رُءۡیَایَ اِنۡ کُنۡتُمۡ لِلرُّءۡیَا تَعۡبُرُوۡنَ﴾ (یوسف:۴۳)

''میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں فربہ ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں اور سات بالیں سبز ہیں اور ان کے علاوہ سات اور ہیں جو خشک ہیں اے دربار والو اگر تم تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کے بارے میں مجھ کو جواب دو''

یہ خواب سنا کر اہلِ علم' کاہنوں' نجومیوں' ساحروں اور قوم کے اشراف کو مجلس میں بلایا' اور اس خواب کی تعبیر و تفسیر بیان کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَاُ اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡ رُءۡیَایَ اِنۡ کُنۡتُمۡ لِلرُّءۡیَا تَعۡبُرُوۡنَ﴾

''اے دربار والو اگر تم تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کے بارے میں مجھ کو جواب دو''

یہ حکم نامہ سن کر سب کا ایک ہی جواب تھا' کہ یہ بے حقیقت خواب ہے' اضغاث احلام ہے' اس کی کوئی تعبیر نہیں ہوسکتی' ہم ایسے بے حقیقت خوابوں کی تعبیر نہیں بیان کر سکتے۔ یہ اشیاء کے نفس پر اثر انداز ہونے کی وجہ سے دیکھا گیا ہے' لہذا اس کی کوئی تعبیر نہیں ہوسکتی' مگر ان سب کی زبانوں پر اس وقت مہر سکوت ثبت ہوئی جب نبوا نے بڑے وثوق و اعتماد کے ساتھ یہ کہا: اس خواب کی تعبیر میں آپ کو بتاؤں گا۔ بادشاہِ سلامت! میں ایک شخصیت سے واقف ہوں جو اس کی تعبیر بڑی تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے' بادشاہ

نے ساقی کی بات کی طرف توجہ دی۔ ساقی نبوا نے کہا: مجھے جیل خانہ بھیجد یجئے‘ جیل خانہ بادشاہ کے محل سے کافی فاصلے پر تھا۔ (عرائس المجالس :ص۔۱۱۰)

چنانچہ اس کو جیل خانے کی طرف روانہ کردیا گیا‘ وہاں پہنچ کر اس نے یوسف علیہ السلام سے عرض کیا‘ اے سچے دوست‘ خواب کی سچی تعبیر کر بتانے والے! مجھے اس خواب کی تعبیر بتایئے‘ کہ سات موٹی گائیوں کو سات دبلی پتلی لاغر گائیں کھارہی ہیں اور سات سبز اور سات خشک گندم کے خوشوں کی تعبیر بھی بتلا دیجئے‘ تاکہ میں جاکر لوگوں کو یہ تعبیر سناؤں‘ امید ہے وہ سمجھ پائیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: سات سال تم کاشت کاری کرو گے۔ یعنی سات گائیوں کی تعبیر سات سال ہے‘ ان سالوں کی کاشت سے خوب فصلیں حاصل ہوں گی‘ پیداوار زیادہ ہوگی۔ یہ سال بہتر سال ہوں گے‘ لہذا ان سالوں کی پیداوار جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو ان کو نہ توڑنا‘ خوشوں میں رہنے دینا‘ اس لئے کہ اس کے بعد سات سال سخت قحط میں گذریں گے‘ ان میں کاشت نہیں ہوگی‘ تو پیداوار بھی نہیں ہوگی‘ ان سابقہ سات سالوں کی جمع شدہ خوراک کو کھاؤ گے‘ اگر غلوں کو ان کے خوشوں ہی میں رہنے دیا تو وہ خراب نہیں ہوں گے‘ صحیح سالم رہیں گے‘ اس سے نکالتے ہوئے استعمال کرتے رہو گے‘ بھوک کا شکار نہ ہوں گے‘ یوسفؑ نے خواب کی تعبیر کے علاوہ مزید باتیں بھی بتائیں اور حکمت کی بات بتائیں‘ جو اس تعبیر کی تفسیر وتشریح بھی ہے اور یوسف علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا:

﴿ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ﴾

”پھر اس کے بعد ایک برس ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہوگی اور اس میں شیرا بھی نچوڑیں گے“

یعنی قحط سالی کے بعد پھر خوشحالی کا دور دورہ ہوگا‘ خوب کثرت کے ساتھ بارشیں

ہوں گی، خیر کی فروانی ہوگی، حتی کے اس سال انگور خوب نچوڑے جائیں گے، تل اور زیتون کے تیلوں کی بہتات ہوگی، حیوانات کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے۔ تعبیر کے علاوہ اس سال کے احوال کو مزید بیان کر کے اپنی فضیلت اور اپنے مرتبے کو بادشاہ کے سامنے واضح کیا، اور یہ بتادیا کہ وہ غیب کی باتوں سے اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے واقف ہے۔ چنانچہ اس ساقی نے بادشاہ کے پاس جا کر ساری باتیں سنادیں، تعبیر کو مکمل بیان کیا اور تعبیر کے علاوہ مزید ایک سال کے احوال بتادیئے۔

قید خانے سے خلاصی اور براءت:

بادشاہ سمجھ گیا، یوسف علیہ السلام نے جو تعبیر بتادی ہے لامحالہ ایسا ہو کر رہے گا، بادشاہ نے نبوا اور حاضرین مجلس سے کہا:

﴿اِیْتُوْنِیْ بِہٖ﴾

''جاؤ اس کو جلدی حاضر کرو''

چنانچہ نبوا محل سے بڑی تیزی کے ساتھ نکلے اور قید خانے کی طرف بھاگنے لگے اور دل میں خیال کیا کہ میں نے یوسف کی آزادی میں تاخیر کی ہے، بادشاہ کو ان کے بارے بتانا بھول گیا، جب قید خانے میں پہنچا تو یوسف علیہ السلام کے پاس بڑی خوشی کے ساتھ حاضر ہوا، اور قید سے نکلنے کی خوشخبری سنائی، مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا: میں اس وقت تمہارے ساتھ ہرگز نہیں آؤں گا۔ اور اپنے نکلنے کو مشروط کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ اِنَّ رَبِّیْ بِکَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ﴾ (یوسف:۵۰)

''تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا پھر اس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے میرا رب ان عورتوں کے فریب کو خوب جانتا ہے''

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے سے نکلنے سے انکار کیا، کیوں کہ

بادشاہ نے اس واقعے کی مکمل تحقیق نہ کی جس کی وجہ سے ان کو قید کیا گیا تھا اور ان کو بلاوجہ قید میں ڈال دیا تھا' یہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس لئے کیا تاکہ بعد میں کسی کو دل میں شک تک نہ رہے' اور نہ ہی کسی کے یہ کہنے کی جرأت ہو کہ یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے آقا کی بیوی کے ساتھ غلط کاری کا ارادہ کیا تھا۔ یوسف علیہ السلام اپنی مکمل براءت' اپنے مرتبے اور اپنی عفّت وطہارت کو لوگوں کے سامنے واضح کرنا چاہتے تھے' اس بنا پر ''نبوا'' سے فرمایا تھا: جاؤ بادشاہ کو بتادو:

﴿مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ اِنَّ رَبِّیْ بِکَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ﴾

''ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے میرا رب ان عورتوں کے فریب کو خوب جانتا ہے''

نبوا نے یوسف علیہ السلام کا پیغام بادشاہ کو پہنچایا' بادشاہ نے جب ساری باتیں نبوا سے سنیں تو عزیز کی بیوی کے ساتھ ان تمام عورتوں کو بلایا جنھوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی تھیں۔ بادشاہ نے ان سے کہا: ہر ایک علیحدہ علیحدہ یوسف کے بارے میں مجھے بتائے۔ سب یک زبان ہو کر کہنے لگیں: حاشاللہ' ہم نے یوسف علیہ السلام سے کوئی برائی نہیں دیکھی ہے' وہ ایک پاک باز' عفیف النفس اور بہترین اخلاق کے مالک نوجوان ہیں' اتنے میں عزیز کی بیوی درمیان سے اٹھی اور کہنے لگی:

﴿اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَفْسِهٖ﴾

''اب حق بات ظاہر ہوگئی پس میں نے اسے اپنے مطلب کی خواہش کی تھی''

بے شک یوسف سچے ہیں۔

جب بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا عذر اور ان کی براءت ظاہر ہوگئی تو ان کی امانت' دیانت' ان کا علم وعقل اور مرتبے کو پہچانتے ہوئے کہنے لگا:

﴿ائْتُونِیْ بِهٖ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ﴾

''ان کو میرے پاس لاؤ میں ان کو خاص اپنے لئے رکھوں گا''

بادشاہ کا ساقی نبوا اور اسکا نائب یوسف علیہ السلام کے پاس آ کر ان کی براءت کا سارا واقعہ سنا کر کہنے لگے: اب بادشاہ کی بات مان لو۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے قید کے ساتھیوں کے لئے یہ دعا کرتے ہوئے قید خانے سے باہر تشریف لائے:

''اَللّٰھُمَّ عَطِّفْ عَلَیْھِمْ قُلُوْبَ الْاَخْیَار ولاتعم عنهم الاخبار''

قید خانے سے نکلنے کے بعد اس کے دروازے پر الفاظ لکھ دئے:

"هذا قبر الاحياء وبيت الاحزان ' وتجربة الاصدقاء وشماتة الاعداء''

''یہ زندوں کی قبر' غموں کا گھر' دوستوں کی آزمائش کی جگہ اور دشمنوں کی خوشی کا مقام ہے''

اس کے بعد غسل کیا' میل کچیل کو دور کیا' اور خوبصورت' دلکش لباس زیب تن کیا' اور بادشاہ کے محل کی طرف روانہ ہوئے۔ محل کے دروازے پر پہنچ کر فرمایا: میری دنیا و آخرت کے لئے اللہ ہی کافی ہے' اور اپنی مخلوق کے متعلق بھی وہ میرے لئے کافی ہے' ان کی عزت سب سے بلند تر ہے' اس کے سواء کوئی معبود نہیں ہے۔ جب بادشاہ کے سامنے دربار میں پہنچے تو فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ انی اسئلك بخيرك من خيره واعوذبك من شره و شر غيره''

''اے اللہ میں تجھ سے تیری خیر کو طلب کرتا ہوں اور خود کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں اس کے اور اس کے علاوہ کے شر سے بچنے

کے لئے‘‘

جب بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کی طرف دیکھا تو یوسفؑ نے عربی زبان میں سلام کیا‘ بادشاہ نے کہا: یہ کونسی زبان ہے؟ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرے عم محترم اسماعیلؑ کی زبان ہے پھر عبرانی میں بات کی‘ بادشاہ نے کہا یہ کونسی لغت ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرے والد حضرت یعقوب کی زبان ہے۔ بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کی فصاحت و بلاغت سے بہت متاثر ہوا جیسا کہ ان کی پاکدامنی وعفت سے متعجب ہوا‘ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر تیس سال کی ہوگئی تھی‘ بادشاہ نے ان کو اپنے پہلو میں بٹھایا‘ اور کہنے لگا: میں اپنا خواب خود آپ کی زبان سے سننے کا خواہشمند ہوں۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں‘ سن لیجئے‘ بادشاہ سلامت! آپ نے سات موٹی خوبصورت گائیں دیکھیں جو انتہائی موٹی تھیں‘ جو دریائے نیل کی طرف سے نکل آئیں جن کے تھنوں سے دودھ نکل رہا تھا‘ آپ انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے‘ اچانک دریائے نیل کا پانی خشک ہوگیا اور پانی کی جگہ صاف میدان بن گیا‘ اس کی مٹی اور کیچڑ سے سات انتہائی کمزور گائیں ظاہر ہونے لگیں جو اتنی کمزور تھیں کہ ان کے تھن بھی نہیں تھے‘ اور ان کے انتہائی خوفناک قسم کے دانت تھے‘ ان کے پاؤں درندوں کے پنجوں کی طرح تھے‘ یہ گائیں پہلی گائیوں میں مل گئیں اور ان پر حملہ آور ہوئیں اور درندوں کی طرح ان کو چیر ڈالا اور ان کے گوشت کھا گئیں‘ اور ان کی کھالیں چیر دیں‘ اس دوران آپ انہیں دیکھ کر انتہائی متعجب ہو رہے تھے‘ اور ان کی کمزوری زیادہ تھی‘ اتنے میں آپ نے سات سرسبز خوشے بھی دیکھے اور ان کے علاوہ سات خشک اور کالے خوشے نظر آئے جن کی جڑیں مٹی اور پانی میں گئی ہوئیں ہیں۔ اور آپ اپنے جی میں کہہ رہے تھے یہ کیا ہوا؟ یہ سرسبز خوشے اور یہ خشک خوشے ہیں جبکہ اُن کی جگہ دونوں کی ایک ہے‘ ان کی جڑیں پانی کے اندر ہیں‘ اتنے میں ہوا چلی‘ جس نے خشک خوشوں کو سبز خوشوں پر ڈال دیا جس سے سخت آگ بھڑک اٹھی‘ جس نے ان سب کو جلا ڈالا‘ سب کے سب کالے سیاہ ہوگئے‘ یہ

دیکھ کر آپ بیدار ہوئے' بادشاہ نے کہا پھر اس کی تعبیر کیا ہے؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ آپ خوشحالی کے سالوں میں ان فصلوں کو خوشوں سمیت محفوظ رکھیں اور ان کے لئے سٹور اور گودام تعمیر کرائیں تا کہ یہ تمام فصلیں خراب ہونے سے بچ جائیں۔ اور غلے تم کھاؤ گے اور اس کا بھوسہ جانور کھائیں گے۔ اور آپ لوگوں کو غلہ جمع کرنے کا حکم صادر کریں۔ تا کہ آپ کا جمع کردہ غلہ مصر اور نواحی مصر کے لئے کفایت کرے۔ پھر آپ کے پاس ہر جگہ سے لوگ آئیں گے تا کہ وہ جمع کردہ غلہ میں سے کچھ حاصل کر سکیں' آپ کے پاس اتنا جمع ہو جائیگا جتنا پہلے کبھی کسی پاس جمع نہیں ہوا ریان مسکرایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو عظمت و جلال کی نظر سے دیکھا اور پوچھا: پھر ایسا شخص کون ہے جو میرے لئے غلہ جمع کرے اور پھر اسے فروخت کرے؟ حضرت یوسف نے فرمایا:

﴿اِجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ﴾

''مجھے زمین کے خزانوں پر نگہدار بنا دو میں حفاظت کرنے والا اور علم رکھنے والا ہوں''

یعنی مجھے حساب کتاب کا خوب علم ہے' بادشاہ نے کہا: آپ سے بڑھ کر اور کون اس کا حقدار ہو سکتا ہے؟ اور آپ کو خزانے کا والی بنا دیا اور کہا:

''اِنَّكَ الۡيَوۡمَ لَدَيۡنَا مَكِيۡنٌ اَمِيۡنٌ''

''آج کے دن تو ہمارے پاس جگہ پانے والا اور امین ہے''

حضرت یوسف علیہ السلام سے پہلے جو عزیز ملک کے خزانے کا والی تھا فوت ہو گیا' اس کی وفات کے بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شادی عزیز کی بیوی سے کر دی جس سے دو صاحبزادے افراثیم بن یوسف اور منشا بن یوسف پیدا ہوئے(۱) اس کے بعد سے حضرت یوسف علیہ السلام مکین و امین بن کر مصر کی سلطنت پر متمکن رہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنے معجزات سے نوازا جس کا شمار بھی ممکن نہیں' آپ کے مشہور ترین معجزات میں قیدیوں کے خواب کی تعبیر اور بادشاہ کی خواب کی تعبیر ہے۔

(۱) تفسیر القرطبی ص ۱۴۰' ج ۵

(اہم مراجع)

١ ـالبداية والنهاية لابن كثير ـ ٢ ـقصص الانبياء للنجار
٣ـ قصص الانبياء لاحمد رجب ـ ٤ ـعرائس المجالس للثعلبي ـ
٥ ـتفسير القرطبي' سورة يوسف ـ ٦ ـ تفسير ابن كثير' سورة
يوسف ـ ٧ ـصحيح البخاري ـ ٨ ـ صحيح مسلم ـ



حضرت ایوب علیہ السلام

﴿حضرت ایوّب علیہ السلام﴾

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ؕ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾ (ص:۴۱-۴۲)

''اور آپ ہمارے بندہ ایوب کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے اپنا پاؤں مارو یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا''

نہانے کا ٹھنڈا پانی:

مفسرین و مؤرخین نے حضرت ایوبؑ کے متعلق بہت سی روایات کو ذکر کیا ہے کہ آپؑ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے اور آپ کی شادی ''رحمت'' نامی خاتون سے ہوئی جو حضرت یوسف بن یعقوبؑ کی اولاد میں سے تھیں اور آپؑ کی مانند اصلاح وتقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں، جب حضرت ایوبؑ خدا تعالیٰ کی عبادت، حمد وشکر اور اسکے تقرب کے حصول میں کوشاں ہوئے، تو آپ بھی ان کے ہمراہ مصروف عبادت ہوا جاتیں۔

آپؑ کا قصۂ صبر لوگوں میں مشہور ومعروف ہے، آپؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مالِ کثیر اور رزقِ وسیع عطاء فرمایا تھا اور دولتمندی کے راستے آپؑ پر وا کردئے تھے، یہاں تک کہ آپ دمشق کی بثنیہ نامی بستی کے مالک بن گئے جو دمشق اور اذرعات کے درمیان میں واقع ہے۔ یہ سرسبز وشاداب بستی، دور دراز تک پھیلے ہریالے کھیت، پھلدار باغات اور مکانات وتعمیرات سب کچھ آپؑ کے قبضۂ تصرف میں تھا، ان کھیتوں میں دودھنی گائے اور بکریاں چرا کرتی تھیں، گھوڑے، گدھے اور خچر اس زمین پر گھوما کرتے تھے اور آپؑ کے باڑوں میں تیز رو اونٹ بیٹھے رہا کرتے تھے، مال ودولت کی اس فراوانی کے ساتھ ساتھ اللہ

تبارک وتعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کو ایک اور نعمت یعنی اولاد سے بھی نوازا تھا۔

الغرض آپؑ کو ہر دنیوی نعمت و راحت اور ہر وہ سامان عیش حاصل تھا جس کی کوئی بھی شخص تمنا کرسکتا ہے۔ کیا حضرت ایوبؑ دنیاوی نعمتوں اور زندگی کی راحت و خوشحالی میں منہمک ہوکر اپنے مال ومنال اور اپنی اولاد ہی میں مشغول تھے اور دیگر لوگوں کو یکسر نظرانداز کیئے ہوئے تھے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ معاملہ برعکس تھا کیونکہ آپؑ کو مال سے محبت نہیں تھی اسی لئے آپؑ اپنی ذات پر اور اہل وعیال پر بھی دل کھول کر خرچ کرتے تھے لیکن آپؑ کا مال آپؑ کی ذات سے پہلے آپؑ کے قریب رہنے والے لوگوں کے لئے ہوتا تھا۔ آپؑ اپنے قریبی لوگوں کی زکوٰۃ عطیات اور ہبات سے مدد فرماتے رہتے' آپؑ اپنے گھر والوں سے پہلے اپنے خدمت گاروں اور غلاموں کا خیال رکھتے تھے' آپؑ کے ہر خادم کے پاس بیوی' مکان اور بقدر ضرورت سامان ہوتا تھا اور آپؑ کے ہر غلام کے پاس وافر مال کا ایک ذخیرہ ہوتا تھا' اگر آپؑ کو معلوم ہوجاتا کہ کسی جگہ کوئی بھوکا کھانے کا طلبگار ہے تو آپؑ خود کھانا تناول نہیں فرماتے تھے' آپؑ کی زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حمد و تسبیح میں مشغول رہتی اور آپؑ کا دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فکر میں مشغول رہتا' لوگ جب بھی حضرت ایوبؑ کے بارہ میں بات کرتے آپؑ کی تعریف میں رطب اللسان ہوجاتے اور ان کے دل آپؑ کی محبت اور اخلاص سے معمور ہوجاتے' اسی طرح آسمان کے ملائکہ بھی آپؑ کا ذکر خیر کیا کرتے تھے۔

آپؑ کی اس تعریف سے ابلیس بہت جلتا تھا' کیونکہ ابلیس نے تو قسم کھائی ہوئی ہے کہ وہ تمام لوگوں کو ضرور گمراہ کرے گا' کیونکہ اسی انسان کے سبب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے جنت سے نکالا تھا۔ جنت سے نکلتے وقت ابلیس نے کہا تھا ''اے میرے رب! تو نے مجھے آدمؑ کے سبب بہکا کر خود سے دور کیا تھا' میں اولاد آدم کے لئے اس سرزمین کو ضرور مزین کردوں گا اور ان تمام کو بہکاؤں گا''۔ لیکن ساتھ ہی کہنے لگا:

﴿اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ﴾ (ص:۸۳)

''بجز ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں''

حضرت ایوبؑ بھی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے تھے' آپؑ کی بیماری کے امتحان کا قصہ بہت مشہور ہے' غالباً بیماری کے ذریعے مشہور ترین آزمائش و امتحان حضرت ایوبؑ کا امتحان ہے۔

قصہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک بار فرشتے مخلوق خداوندی کی عبادات کے متعلق بات کررہے تھے' ایک فرشتہ کہنے لگا ''اس وقت روئے زمین پر حضرت ایوبؑ سے بہتر کوئی نہیں ہے'' آپؑ سب سے قوی ایمان والے' سب سے بڑے عابد اور شکر گذار اور سب سے زیادہ مناجات میں مشغول ہونے والے ہیں''۔ شیطان نے جب یہ سنا تو اسے بہت ناگوار گذرا' اس نے آپؑ کو بہکانے کی پوری کوشش کی لیکن آپؑ کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت اور اخلاص اسی طرح جاگزیں رہا' آپؑ اپنی قوت ایمانی کے سبب شیطانی وساوس سے محفوظ رہے' آپؑ کو شیطان دیگر اغنیاء کی طرح کسی چیز پر فریفتہ نہ کرسکا اور نہ آپؑ کو کسی ایسے کام میں مشغول کرسکا جس میں اغنیاء مبتلاء ہوجاتے ہیں' ابلیس نے آپؑ کو گناہوں پر لگانے کے لئے انسانی شیاطین والا کام کیا' وہ آپؑ کے پاس انسانی جماعت کی صورت میں ظاہر ہوا اور آپؑ کو کھیل کود' بے ہودگی' بدکاری' راحت ولذت اور عبادات میں سستی کی طرف راغب کرنے لگا تاکہ آپؑ میں دنیاوی تعیش جگہ پکڑ سکے اور آپؑ اپنے مال واسباب کو دنیوی عیاشی کے لئے استعمال کرسکیں' لیکن آپؑ کا دل خدا سے ڈرنے والا اور ان چیزوں سے پاک تھا اور آپ کی طبیعت خدا تعالیٰ کی فرمان بردار اور اس سے خوف کھانے والی تھی لہذا نہ ہی آپؑ کا دل اس شیطانی دعوت کی طرف مائل ہوا اور نہ ہی آپؑ کی طبیعت نے اس بات کی طرف کچھ توجہ دی۔

آپؑ کا لطف وسکون تو ان باتوں میں مضمر تھا' کبھی آپ یتیم اور بے سہارا بچوں کی کفالت کرکے سکون حاصل کرتے' کبھی آپ خاوندوں کے سہارے سے محروم خواتین کی مدد فرما کر سکون محسوس کرتے' کبھی آپ فقر زدہ فقیر اور مال و دولت کمانے سے عاجز لوگوں کی مدد فرما کر فرحت محسوس کرتے' آپؑ ان کی خوشی کو اپنی خوشی اور ان کی سعادت کو اپنی سعادت سمجھتے اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے کہ انہیں ان حضرات کی خوشی اور

سعادت کا سبب بنایا۔

ابلیس اپنی سعی مسلسل کے باوجود بھی آپؑ کو کسی ایسی خلاف توقع آزمائش میں مبتلاء کرنے سے محروم رہا جو اس کی فرحت وخوشی کا باعث بن سکتی' بلکہ یہ محسوس ہوتا کہ آپؑ کو ہر دم عبادات میں ایک نیا نشاط وچستی حاصل ہے' الغرض جب شیطان آپؑ کو بہکانے سے مایوس ہوگیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے کہنے لگا'' اے اللہ! ایوبؑ آپ کی عبادت وتقدیس محبت کے سبب سے نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی اغراض کے سبب سے آپ کی عبادت کرتے ہیں' وہ اس لالچ کے سبب آپ کی عبادت کرتے ہیں کہ آپ نے انہیں مال ودولت سے نوازا اور انہیں زمین و جائیداد عطاء کی' یعنی یہ نعمتیں ان کی عبادت کا راز ہیں' وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر عبادت نہ کی تو یہ نعمتیں زائل ہو جائیں گی' الغرض ان کی تمام عبادات لالچ وڈر اور طمع وخوف کے سبب سے ہیں نہ کہ خالص آپ کی محبت کے سبب سے۔

روایات میں مذکور ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابلیس سے کہا: بیشک ایوبؑ خالص ایمان والا مؤمن بندہ ہے' وہ تو ایمان کی قندیل اور صبر کی عالی نظیر ہے' میں نے اس کے مال اور زمین کو تیرے لئے مباح کر دیا' تو جو چاہتا ہے کر گزر پھر اس کا انجام دیکھ لینا'۔ شیاطین حضرت ایوبؑ کی زمین پر پہنچے اور آپؑ کی تمام املاک اور کھیتیوں کو برباد کر دیا' دیکھتے ہی دیکھتے آپؑ امراء کی جماعت سے نکل کر فقراء کی صف میں شامل ہو گئے' شیاطین منتظر رہا کہ اب حضرت ایوبؑ کیا کہتے ہیں؟ آپؑ نے مال کے متعلق فرمایا'' یہ مال ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی عاریت اور ودیعت تھی جو اللہ تعالیٰ نے واپس لے لی' ہم نے ایک عرصہ تک اس سے فائدہ اٹھایا' تمام تعریفیں اسی خدا تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے یہ نعمتیں ہمیں عطاء کیں اور ایک دن ہم سے واپس لے لیں' تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں وہ ہمیں دے یا ہم سے کوئی نعمت واپس لے' ہم سے راضی رہے یا ناراض ہو' ہمیں نفع پہنچائے یا ہمیں نقصانات سے دوچار کرے' وہی مالک الملک ہے جسے چاہتا ہے ملک عطاء کر دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے' جسے چاہتا ہے نقصان سے دوچار کرتا

ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ سجدہ میں گر پڑے۔ ابلیس یہ دیکھ کر دہشت زدہ رہ گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کرنے لگا ''اے میرے رب! ایوبؑ ہر نعمت پر شکر اور ہر مصیبت پر صبر اس لئے کرتا ہے کہ اسے اپنی اولاد پر اعتماد ہے' اسے اپنی اولاد سے امید ہے کہ وہ اس کی پشت پناہی کریں گے اور اسے دوبارہ مالدار بنا دیں گے'' روایات میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؑ کی اولاد کو بھی شیطان کے لئے مباح کر دیا جس گھر میں وہ رہتے تھے شیطان اس گھر میں زلزلہ لے آیا اور ان تمام کو قتل کر دیا' اس موقعہ پر بھی آپؑ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ ہی نے دیا' اسی نے واپس لے لیا' اسی کے لئے تعریف ہے وہ دے یا واپس لے' ناراض ہو یا راضی رہے' نفع دے یا نقصان میں مبتلاء کرے''۔ یہ کہہ کر آپؑ سجدہ میں گر گئے' ابلیسؑ یہ دیکھ کر پھر دہشت زدہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگا' آپؑ اس لئے صبر کرتے ہیں کیونکہ آپؑ کو صحت بدنی حاصل ہے' اے میرے رب: اگر آپ مجھے ان کے بدن پر مسلط کر دیں تو وہ صبر ترک کر دیں گے'' روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے جسد کو شیطان کے لئے مباح کر دیا کہ اسمیں جیسے چاہے تصرف کرے شیطان نے سر سے لے کر پاؤں تک آپؑ کے تمام بدن کو جلدی امراض میں مبتلا کر دیا' آپؑ کے جسم سے گوشت کے ٹکڑے گرتے تھے اور پیپ نکلتی تھی' جس کے سبب آپؑ کو تمام اہل خانہ اور دوست واحباب چھوڑ گئے حتیٰ کہ آپؑ کے پاس سوائے آپؑ کی بیویؓ کے کوئی نہیں رہا' آپؑ صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مصیبت پر بھی اسی طرح شکر ادا کرتے رہے جس طرح کہ صحت کے دنوں میں ادا فرماتے رہے' آپؑ کے لئے صحت و بیماری دونوں حالتیں یکساں تھیں۔

دن گذرتے رہے اور مہینے ختم ہوتے رہے لیکن آپؑ کی حالت مزید ابتر ہوتی چلی گئی' یہاں تک کہ آپؑ کھڑے ہونے اور بیٹھنے سے بھی لاچار ہو گئے' آپؑ کے پھوڑوں کے تعفن اور بدبو کے سبب کوئی شخص بھی آپؑ کے قریب نہیں آ سکتا تھا' لوگ آپؑ سے زچ ہو گئے اور نفرت کرنے لگے' اور آپؑ کے پاس آنے جانے کا سلسلہ منقطع کر دیا' آپؑ کے اہل خانہ بھی آپؑ کے پاس آنے سے بگڑنے لگے' آپؑ کی بیوی ہی واحد خاتون تھیں جو

آپؑ کی خدمت کرتیں اور ضروریات کو پورا کرتیں، اسی حالت میں کئی سال گذر گئے، یہاں تک کہ آپؑ کے اہل خانہ آپؑ کے ساتھ رہنے سے عاجز آ گئے، اور احوال و افعال کے ذریعے آپؑ کی مذمت انہوں نے شروع کردی، آپؑ کی بیوی ''رحمت'' کو اس کا حل یہی نظر آیا کہ وہ آپؑ کے لئے شہر سے باہر ایک جھونپڑی بنالے اور آپؑ کو وہاں منتقل کردے، آپؑ کو جو جائیداد کے مالک اور محلات میں رہنے والے تھے راستے کے اعلیٰ حصہ پر بنائی گئی ایک جھونپڑی میں منتقل کردیا گیا، لیکن اس کے باوجود لوگوں نے آپؑ کو اپنی حالت پر نہیں چھوڑا، بلکہ جب بھی لوگ وہاں سے گذرتے تو آپ کو تکلیف پہنچاتے، زبان درازی کرتے اور کہتے ''اگر اس کا رب اس سے راضی ہوتا تو اس کے ساتھ یہ نہ کرتا''۔

اسی حال میں سال پر سال گذرتے رہے کہ آپؑ کا جسم مبارک جھونپڑی میں پڑا رہا جو حرکت سے یکسر عاری تھا، صرف آپ کے منہ میں زبان حرکت کرتی تھی جو ذکراللہ میں مشغول رہتی، آپ کی زبان سے اللہ کے نام کے سوا کچھ اور آواز نہیں آتی تھی، آپؑ کی بیوی رحمت لوگوں کے ہاں خدمت کے لئے جاتیں تاکہ اپنا اور آپؑ کا پیٹ پال سکیں، آپؑ کی بیوی دن بھر محنت کرتی اور شام کو ان پیسوں سے کھانا خرید لیتیں اور آپؑ کو کھانا کھلاتیں اور رات آپؑ کے پاس ہی گذارتیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد یہ سلسلہ بھی ختم ہوگیا کیونکہ لوگ رحمت سے نفرت کرنے لگے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ آپؑ کی خدمت کرتی ہیں آپؑ کے زخموں کو دھوتی اور ان پر پٹی کرتی ہیں، لہذا لوگوں نے ان کی خدمت پر ناراضگی کا اظہار کیا اور انہیں خدمت سے معطل کردیا، اس طرح آپؑ کے ذریعہ معاش کے دروازے مسدود ہوگئے اور آپ کو اس خدمت سے ہاتھ دھونے پڑے، آپ اس بارہ میں سوچتی رہیں یہاں تک کہ آپ کے ذہن میں ایک بات آئی، آپ صبح بازار گئیں، آپ کے ہاتھ میں ایک گٹھا تھا جس میں کوئی چیز لپیٹی ہوئی تھی، صاف ظاہر ہورہا تھا کہ آپ اس بارہ میں پرامید تھیں کہ اسے اتنا مال ضرور ہاتھ لگے گا جو ہماری کفالت کے لئے کافی ہوگا۔ رحمت بازار پہنچیں اور اس جانب کا رخ کیا جہاں خواتین کی ضروریات کی چیزیں مثلاً عطر و ملبوسات اور زیب و زیبائش کا سامان فروخت ہوتا تھا۔ آپ نے لپٹی ہوئی

چیز کو کانپتے ہاتھوں سے کھولا اور سامان بیچنے والی دیگر خواتین کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ آپ کی پونجی نرم و گداز لمبے اور سنہری بالوں کی ایک چٹیا تھی جو آپ نے اپنے سر کے آدھے بال اتار کر تیار کی تھی' آپ نے وہ چٹیا ایک عورت کو فروخت کی اور اس کی قیمت سے کھانے پینے کا سامان خرید کر حضرت ایوبؑ کے پاس پہنچیں اور ان کے لئے کھانا مہیا کیا' آپ اپنے خاوند کی بڑی وفادار بیوی تھیں۔

آئندہ ہفتہ آپ نے اپنے بقایا بالوں کو فروخت کیا لیکن اب اس کے بعد آپ کے پاس کوئی ایسی چیز باقی نہیں تھی جسے فروخت کر کے گذر بسر کرسکتیں' لیکن حضرت ایوبؑ کی پختگی اور صلابت میں ذراسی تبدیلی بھی واقع نہیں ہوئی' شیطان آپؑ کی یہ استقامت دیکھ کر مایوس ہوا تو حضرت رحمت کے دل میں وساوس ڈالنے لگا حتی کہ ایک روز حضرت رحمت حضرت ایوبؑ سے کہنے لگیں: ''اللہ تعالیٰ آپ کو اس مصیبت میں کب تک مبتلا رکھیں گے' مال و دولت' بال بچے اور دوست و غمخوار سب کدھر گئے؟ پرانی عزت اور جوانی کدھر گئی؟ حضرت ایوبؑ نے جواب دیا کہ شیطان نے تمہیں بہکایا ہے' کیا تم چند کمروں کے چھن جانے اور چند بچوں کی وفات پر رو رہی ہو؟ وہ کہنے لگیں: آپ اللہ تعالیٰ سے دعاء کیوں نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مصیبت اور تکلیف دور کر دے' آپؑ نے دریافت فرمایا ہم خوش حالی میں کتنا عرصہ رہے؟ انہوں نے جواب دیا اسّی سال۔ آپؑ نے پھر استفسار فرمایا: ''اس آزمائش اور بیماری کو کتنا عرصہ ہوا؟ جواب ملا سات سال' آپؑ نے فرمایا شرم کرو! کیا میں اللہ سے یہ کہوں کہ میری تکلیف ختم کر دے باوجودیکہ میں اتنا عرصہ آزمائش میں مبتلا نہیں رہا جتنا عرصہ خوشحالی میں بسر کیا' رحمت! تیرا ایمان کمزور ہو چکا ہے کیونکہ تو تقدیر خداوندی پر تنگ دل ہوتی ہے' اگر میں تندرست ہو گیا اور میری قوت عود آئی تو میں تمہیں ضرور بہ ضرور سو کوڑے لگاؤں گا' اور مجھ پر حرام ہے اگر میں آج کے بعد تمہارے ہاتھوں کوئی چیز کھاؤں یا پیئوں یا تم سے کوئی اور کام لوں مجھ سے دور ہو جاؤ!

اس طرح آپؑ کی بیوی بھی آپ سے دور ہو گئیں اور آپؑ تن تنہا صبر و رضا کے پیکر بنے ان صدمات کو برداشت کرتے رہے جن کے برداشت کی سکت پہاڑوں میں بھی

نہیں، بالآخر آپؑ نے اشتیاق کے ساتھ نہ کہ زچ ہو کر یا تنگ آ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی شفاء یابی کی دعاء کی:

معجزہ:

دیکھیں! آپؑ نے اپنی دعاء میں کیا کہا، قرآن کریم نقل کرتا ہے کہ آپؑ نے اپنے رب کو پکارا اور فرمایا:

﴿اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ﴾ (الانبیا:۸۳)

''کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں میں زیادہ مہربان ہیں''

خدا تعالیٰ کی طرف سے فوراً قبولیت کا پروانہ جاری ہوا اور آپؑ پر وحی اتری:

﴿اُرْکُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾ (ص:۴۲)

''اپنا پاؤں مارو یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا''

آپؑ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے کمزور پاؤں کو زمین پر مارا فی الفور ٹھنڈے، میٹھے اور صاف ستھرے پانی کے چشمے جاری ہو گئے، آپؑ نے ایک چشمہ سے غسل کیا تو آپؑ کا خون آلود اور پیپ زدہ جسم فوراً درست ہو گیا، آپؑ نے دوسرے چشمہ سے پانی پیا تو آپؑ کے جسم مبارک میں قوت اور چستی لوٹ آئی، یہ اس خداوند وتعالیٰ کا معجزہ ہے جو جس چیز کو حکم دیتا ہے کہ کن (ہو جا) تو وہ چیز فوراً وجود میں آ جاتی ہے، آپؑ کی صحت اور خوبصورتی دونوں آپؑ کو دوبارہ حاصل ہو گئیں، نیز خدا تعالیٰ نے آپؑ کو ایک دیدہ زیب پوشاک بھی عطاء کی جسے پہن کر آپ نے اللہ تعالیٰ کا ان نعمتوں پر شکر ادا کیا۔

آپؑ نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر مجھے شفا حاصل ہو گئی تو میں اپنی بیوی کو سو چھڑی لگاؤں گا، اب آپؑ کو شفاء حاصل ہو چکی تھی، اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آپؑ کا ارادہ اپنی بیوی کو مارنے کا نہیں تھا، لیکن اب قسم سے رجوع تو ہو نہیں سکتا تھا لہذا قسم توڑنا لازم آ رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ریحان کی لکڑیوں کا ایک گٹھا اکٹھا کرو جس کی تعداد سو ہو، اپنی بیوی کو وہ

گٹھا ایک بار ماردو تم اپنی قسم سے بری ہو جاؤ گے' اللہ تعالیٰ اپنے صابر بندے حضرت ایوبؑ پر بڑے رحیم تھے:

﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّه' اَوَّاب﴾ (ص:۴۴)

''اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو اور اس سے مارلو اور قسم نہ توڑو بے شک ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہوتے تھے''

(اہم مراجع)

١ـ تفسير ابن كثير ـ٢ـ القرطبى ـ ٣ـ تفسير الطبرى ـ
٤ـ البداية والنهايه لابن كثير ـ ٥ـ تاريخ الطبرى ـ
٦ـ قصص الانبياء للنجار ـ ٧ـ قصص الانبياء للثعلبى ـ
٨ـ انبياء الله لاحمد بهجت ـ ٩ـ صحيح البخارى ـ
١٠ـ صحيح مسلم



حضرت عیسیٰ علیہ السلام

﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام﴾

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَا اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا﴾ (مریم:۲۴)

''پس جبرئیل نے ان کی پائیں سے ان کو پکارا کہ تم مغموم مت ہو تمہارے رب نے تمہاری پائیں میں ایک نہر پیدا کر دی ہے''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا﴾ (مریم:۲۹)

''پس مریم نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم اس سے کیوں کر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے''

حمل اور پیدائش کا معجزہ:

حضرت مریم بنت عمران ایک روز جب چشمے سے گھڑا بھرنے گئیں تو اپنی سہیلیوں سے پیچھے رہ گئیں، آپؑ خود کو تنہا جان کر خوفزدہ اور وحشت زدہ ہوئیں، آپ کو اضطراب اور خوف محسوس ہونے لگا، آپؑ نماز کی دعاؤں کا ورد کرتے ہوئے جلدی سے پانی کی طرف بڑھیں، اچانک ایک قوی ہیکل اور خوبصورت نوجوان نمودار ہوا جیسے کہ ابھی زمین سے نکلا ہے اور وہ آپؑ کی طرف دیکھنے لگا، آپؑ کو خوف اور ڈر محسوس ہوا، آپؑ نے اس کی برائی سے بچنے کے لئے فرمایا:

﴿اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا﴾ (مریم:۱۸)

''پس تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا ترس ہے''

وہ نوجوان حضرت جبرئیلؑ تھے۔ انہوں نے جب آپؑ کا خوف محسوس کیا تو فرمانے لگے:

﴿اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ (مریم:۱۹)

''کہ میں تو تمہاری رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں''

آپؑ یہ سن کر حیران رہ گئیں اور خوف زدہ ہوئیں کہ ہوسکتا ہے یہ کوئی انسان ہو جس کا برائی کا ارادہ ہو لہٰذا آپؑ نے بھاگنا چاہا' اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے دل پر الہام کیا جس سے آپؑ کو اطمینان حاصل ہوا' پھر آپؑ کو فرشتوں کی قطاریں نظر آئیں' ایک قطار دائیں طرف اور ایک قطار بائیں طرف' جس سے آپؑ کو سکون حاصل ہوا اور آپؑ کا خوف یکسر جاتا رہا' ملائکہ آپؑ سے عرض کرنے لگے:

﴿يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ (العمران:۴۵)

''بے شک اللہ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک حکم کی جو منجانب اللہ ہوگا اس کا نام مسیح ابن مریم ہوگا باآبرو ہوں گے دنیا میں اور آخرت میں اور منجملہ مقربین ہوں گے''

آپؑ اللہ تعالیٰ کو مخاطب بنا کر کہنے لگیں:

﴿رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ﴾ (ال عمران:۴۷)

''اے میرے پروردگار کس طرح ہوگا میرے بچہ حالانکہ مجھ کو بشر نے ہاتھ نہیں لگایا''

حضرت جبریلؑ نے فرمایا:

﴿كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (ال عمران:۴۷)

''کہ ویسے ہی ہوگا اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کردیتے ہیں جب کسی

چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا پس وہ چیز ہو جاتی ہے''

آپؑ نے خوف اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے اس عظیم خبر کو سنا کہ ملائکہ آپؑ کو بشارت دے رہے تھے کہ آپؑ کے ہاں ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو نور اور لوگوں کے لئے باعثِ ہدایت اور بنی اسرائیل کا رسول ہوگا' یہ کتنے بڑے شرف اور کرامت کی بات تھی؟۔

آپؑ نے اپنا سر مبارک حضرت جبرائیل کی طرف اٹھایا اور فرمایا: میں تو خدا تعالیٰ کی بندی ہوں وہ جو بھی ارادہ فرمائیں میں تیار ہوں۔ حضرت جبرائیلؑ آگے بڑھے اور آپؑ کے گریبان میں پھونک ماری اور آپؑ کو خدا تعالیٰ کی جانب سے ایک عظیم تحفہ دے کر ملائکہ کے ساتھ غائب ہو گئے۔

کنواری مریمؑ کے ساتھ ایسا عجیب واقعہ پیش آ چکا تھا جو آج سے پہلے کسی عورت کے ساتھ پیش نہیں آیا تھا' بچہ آپؑ کے پیٹ میں حرکت کر رہا تھا اور آپؑ کو اپنی رسوائی کا ڈر تھا حالانکہ آپؑ نے اپنی زندگی مبارک کو پاکیزگی اور عفت کے ساتھ گذارا تھا۔

آپؑ اپنی اس موجودہ صورت حال کے پیش نظر ناصرہ میں نہیں رہ سکتی تھیں' لہٰذا آپؑ جلدی سے جبال حبرون کی طرف روانہ ہوئیں تا کہ اپنے اس راز میں اپنی قابل اعتماد کو شریک کر لوں' آپؑ اپنی خالہ الیصابات سے ملیں اور انہیں اپنے راز سے آگاہ کیا۔ الیصابات آپؑ کی خالہ اور حضرت زکریاؑ کی گھر والی تھیں' حضرت زکریاؑ نے بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اولاد کے لئے دعاء کی تھی جس کے بعد سے حضرت الیصابات کو حضرت یحیٰیؑ کا حمل ہو چکا تھا' حضرت مریمؑ اپنی خالہ کے ساتھ تین مہینے تک دامن کوہ میں واقع مکان میں اکٹھی رہیں' آپ دونوںؑ ایک روز اکٹھی ایک چارپائی پر لیٹی ہوئی تھیں کہ آپ دونوںؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ عیسیٰؑ اور یحیٰیؑ دونوں اکٹھے امر خداوندی پر عمل کریں گے' اس الہام سے دونوں کو انتہائی اطمینان اور سکون حاصل ہوا۔

حضرت مریم کنواری اور بابرکت خاتون ناصرہ آ گئیں۔ آپؑ کا سارا دن اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ساتھ تعلق میں گذرتا۔ آپؑ گہری سوچوں میں کھوئی رہتیں جن میں

خوف اور خوشی دونوں عناصر کا امتزاج ہوتا' آپؑ کا پیٹ پھول چکا تھا۔ آپؑ اس راز کو چھپانا چاہتی تھیں جس سے غلط لوگوں کے دل میں غلط بات پیدا ہونے کا خطرہ تھا' کافی سوچ بچار کے بعد آپؑ نے بالآخر ارادہ کیا کہ یہ راز اپنے چچازاد بھائی یوسف نجار کو بتانا چاہیئے' کیونکہ ان کا برتاؤ آپؑ کے ساتھ تمام لوگوں میں سب سے بہتر تھا۔ چنانچہ آپؑ نے اپنا راز انہیں بتایا کہ میرا حمل وزنی ہوتا جارہا ہے' آپؑ کے چچازاد بھائی پر یہ خبر بجلی بن کر گری اور وہ اس بارہ میں متردد ہوگئے وہ آپؑ کی عفت و طہارت کو سب سے بہتر جانتے تھے' وہ یہ خبر سن کر گھر تشریف لائے اور پریشان طبیعت اور بے چین دل کے ساتھ بستر پر لیٹ گئے' آپ کی آنکھوں سے نیند اڑ چکی تھی اور آپ کا دل غم و اندوہ سے لبریز تھا' دریں اثناء آپ کے زخمی قلب اور بے چین روح پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی اتری جس میں آپ کو تمام حقیقت سے آگاہ کیا گیا' آپ بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے' آپ کنواری مریمؑ کے واقعہ کی حقیقت پر ایمان لاچکے تھے' آپ جلدی سے اپنے چچا کے گھر پہنچے تاکہ اپنے پہلے وساوس پر معذرت کرسکیں' پھر آپ نے حضرت مریمؑ سے درخواست کی کہ وہ ان کے گھر آجائیں تاکہ ان کا یہ راز مخفی رہ سکے اور وہ ان کی اسی طرح خدمت کرسکیں جس طرح ایک شوہر بیوی کی خدمت کرتا ہے۔

آپؑ نے جب اپنے چچازاد کا یہ خلوص دیکھا تو ان کی عرض کو قبول کرلیا اور آپؑ ان کے گھر چلی گئیں اور وہیں پر آپؑ نے اپنی مدت حمل مکمل کی۔ جب نواں مہینہ شروع ہوا اور آپؑ کے چچازاد نے آپؑ کی خراب حالت کو دیکھا تو وہ خوف زدہ ہوگئے' انہوں نے مقدور بھر کوشش کی کہ یہ راز چھپا رہے اور لوگ آپؑ کے بارہ میں غلط باتیں نہ کرسکیں' لہٰذا آپ نے فیصلہ کیا کہ ناصرہ سے دور کسی اور جگہ سفر میں چلے جانا چاہیئے تاکہ وضع حمل ناصرہ سے دور ہوسکے۔

بیت اللحم روانگی:

انہیں دنوں قیصر شاہ شام کی جانب سے یہ حکم نامہ جاری ہوا کہ ملک میں رہنے

والوں کی گنتی کرواور رجسٹروں میں ان کے نام تحریر کرو، جو شخص اپنا اور اہل وعیال کا نام نہیں لکھوائے گا اسے سخت سزا دی جائیگی، لوگ ہر سمت سے بیت المقدس کا رخ کررہے تھے تاکہ اپنے نام شاہی رجسٹروں میں اندراج کراسکیں۔ بیت المقدس کے راستے مسافروں سے بھرے دکھائی دیتے تھے۔

سورج مغرب کی جانب ڈھل رہا تھا، شمال میں واقع بلاد جلیل سے ایک قافلہ بیت المقدس کی طرف آرہا تھا، مسافروں کے چہروں سے تھکاوٹ کے اثرات واضح دکھائی دے رہے تھے، ایسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ طویل سفر سے تھک چکے ہیں، انہیں مسافروں میں ایک دیہاتی خاتون حضرت مریمؑ بھی تھیں۔ آپؑ ایک سواری پر سوار تھیں جسے یوسف نجار کھینچ رہے تھے، صاف دکھائی دیتا تھا کہ وہ آپؑ کی خدمت کا خصوصی اہتمام فرمارہے ہیں، آپ دونوں اکٹھے بیت المقدس آرہے تھے تاکہ اپنے ناموں کا شاہی رجسٹروں میں اندراج کراسکیں، نیز تاکہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے وقت قوم کے سامنے رسوائی سے بچ سکیں، جب آپؑ کی مبارک سواری ایک فلسطین شہر بیت لحم کے قریب پہنچی تو آپؑ نے وضع حمل کی ابتدائیات کو محسوس فرمایا۔ لہذا آپؑ اور یوسف نجار بیت لحم میں ایک بڑے کھوہ کے قریب اتر گئے تاکہ کوئی مکان کرایہ پر لے لیں جس میں وہ دونوں رہ سکیں، یوسف نے تمام شہر میں مکان تلاش کیا لیکن کوئی ایسا مکان خالی نہ مل سکا جو ایک حاملہ کی وقت گذاری کے لئے مناسب ہوتا کیونکہ ان دنوں بیت المقدس میں آنے والوں کا ہر وقت تانتا بندھا رہتا تھا، بالآخر انہوں نے کھجور کے قریب ہی ایک خالی مکان حاصل کیا جس کے نیچے ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔

پیدائش اور معجزہ:

آپؑ اس بوڑھی کھجور کے قریب اکیلی ہی تھیں اور آپؑ کے سامنے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا، ولادت سے قریب آپؑ کو تنہائی کا احساس ہوا لہذا آپ کھجور کے تنے کے قریب آگئیں، وہاں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی، آپؑ چشمہ پر گئیں اور حضرت عیسیٰؑ کو

غسل دیا اور کپڑے میں لپیٹا اور کھوہ میں لے گئیں جہاں حضرت مسیحؑ نے اپنی زندگی کی پہلی نیند فرمائی' آپؑ عام انسانوں کی مانند اس عالم شہود میں متولد ہوئے' آسمان نے مبارک بادی کے مناظر کے ساتھ آپؑ کا استقبال کیا' آپؑ کے پنگھوڑے کو اپنے نور سے منور کیا' آپؑ کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ نے جو اس سخت مشقت کے بعد خود میں کمزوری محسوس کر رہی تھی' اپنے بیٹے کے لئے عزت وتکریم کے مناظر کا مشاہدہ کیا' آپؑ نے نومولود بچے کی تعریف میں ملائکہ کو رطب اللسان پایا' وہ تسبیح وتہلیل میں مشغول تھے اور بچے کی پیدائش پر مبارک باد پیش کر رہے تھے' آپؑ نے ایک نور کا مشاہدہ بھی کیا جو آسمان سے نکلا اور زمین تک پہنچا' اس میں یہ اعلان تھا کہ اللہ تعالیٰ لاکھوں لوگوں کو ظلم واستبداد اور جہالت وگمراہی سے نکال کر نورِ ہدایت سے فیض یاب فرمائیں گے۔

آپؑ نے جب ان مناظر کا مشاہدہ فرمایا تو آپؑ کی کمزوری دور ہوگئی اور آپؑ کی طبیعت میں نشاط پیدا ہو گیا' آپؑ کا بچہ آپؑ کو عطف ومہربانی کی نظروں سے دیکھ رہا تھا لیکن آپؑ کے دل میں یہی خدشات موجزن تھے کہ جب ہم اپنی بستی میں واپس ہونگے تو بچے کو دیکھ کر ان کے تأثرات کیا ہونگے؟ خود پر لگنے والی تہمتوں سے میں کس طرح عہدہ برآ ہوسکوں گی؟ یہ باتیں سوچ کر آپؑ تنگ دل ہوئیں اور سر جھکا کر کہنے لگیں۔

﴿يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا﴾ (مریم:۲۳)

''کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہوجاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی''

یاالٰہی! آپ میرے حال کو جاننے والے ہیں مجھے رشد وہدایت اور سوچوں سے نجات عطا فرمائیں۔ درحقیقت آپؑ اس وقت انتہائی پریشان تھیں' آپؑ نہ تو بغیر کھانے پینے کے سامان کے اسی جگہ اپنے لخت جگر کے ساتھ رہ سکتی تھیں نہ ہی ناصرہ اپنی بستی میں جاسکتی تھیں اور نہ ہی بیت لحم میں اپنے رشتہ داروں کے پاس جاسکتی تھیں' کیونکہ آپؑ کو خدشہ تھا کہ وہ آپؑ پر طرح طرح کی تہمت وطعنہ زنی کریں گے' آپؑ کی نظروں میں دنیا تاریک اور زندگی اجیرن تھی۔

آپؑ اسی پریشانی میں تھیں کہ آپؑ نے ایک آواز سنی اے مریمؑ! غم نہ کر، اللہ تعالیٰ نے تیرے نیچے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے، تو کھجور کی ٹہنی کو اپنی طرف حرکت دے تو تازہ تازہ تر کھجوریں گریں گی، تم کھجوریں کھاؤ اور پانی پیو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، وہی اچھے کارساز اور بہترین مددگار ہیں''۔ آپؑ کے کانوں میں جب یہ نداءِ آسمانی پڑی تو آپؑ کو اس سے دلی اطمینان حاصل ہوا اور آپؑ کا خوف و اضطراب رفع ہوگیا' آپؑ اٹھیں اور چشمہ سے پانی پیا' پھر کھجور کی ٹہنی کو حرکت دی اور جو کھجوریں گریں انہیں اکٹھا کیا' پھر آپؑ اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوئیں جن کا روشن چہرہ آپؑ کے لئے نوید حیات تھا' ان پر نظر پڑتے ہی آپؑ کی تمام کلفتیں ختم ہوگئیں' آپؑ نے لوگوں سے اس نجمِ ہدایت کے متعلق سنا ہوا تھا' آپؑ اپنے بیٹے میں ان نشانیوں کا ظہور دیکھ رہی تھیں جو تورات میں مسیح منتظر کے متعلق بتائی گئی تھیں۔

اسی دوران حضرت یوسف نجار غم زدہ چہرہ کے ساتھ نمودار ہوئے' انہوں نے جب آپؑ کو مکمل صحت و عافیت کے ساتھ دیکھا کہ آپؑ کپڑے دھو کر سورج کی دھوپ میں سکھا رہی ہیں اور آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے ہر تنگی سے محفوظ رکھا ہے تو آپؑ سے حال احوال دریافت کرنے لگے' آپؑ نے نومولود کی طرف اشارہ کیا' حضرت یوسف جلدی سے بچے کی طرف بڑھے پھر ایک لمحہ کو رک کر بچے کے روشن اور خوبصورت چہرے کو دیکھنے لگے' ہم تصور کر سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی اس نشانی کے ظہور کے بعد اس مردِ مومن کے ذہن میں کیا کیا تفکرات بپا ہوئے ہونگے' اس کے ذہن میں قوم کی جانب سے دئے جانے والے طعنے بھی ہونگے' اس تمام کے باوجود وہ کنواری مریمؑ اور اس کے بیٹے کی خدمت میں ہمہ تن مشغول رہے' ہم اس کا بھی تصور کر سکتے ہیں اس وقت آپ کے دل پر کیا گذر رہی ہوگی' جب انہوں نے حضرت مریمؑ کو دیکھ کر اپنا سر جھکا لیا کہ میں آپؑ کے کس کام آسکا اور کیا خدمت سرانجام دے سکا' یقیناً حضرت یوسف نیک صالح اور متقی انسان تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بصیرت واقعہ سے نوازا اور انہیں حقیقت احوال سے آگاہ کیا۔

حضرت مریمؑ نے اپنے نفاس کی مدت اسی خالی مکان میں گذاری' یہ وقت آپؑ

نے راضی برضا اور خوش رہ کر گزارا' حضرت یوسف روزانہ حضرت عیسیٰ کی جائے پیدائش کھوہ سے بیت المقدس کا فاصلہ طے کرتے تاکہ ضروریات اور کھانے پینے کی اشیاء مہیا کرسکیں لیکن جب آپ واپس تشریف لاتے تو حضرت مریمؑ کے پاس بہت سی کھجوریں موجود دیکھتے جو اسی پرانی کھجور پر لگتیں جو گھن رسیدہ تھی اور جس پر کھجوریں لگنے کا زمانہ ختم ہو چکا تھا لیکن آپؑ کی برکت سے اس کھجور کی جوانی لوٹ آئی تھی اور اس کی ٹہنیاں سرسبز ہو چکی تھیں۔

کنواری مریمؑ کی مدت نفاس ختم ہو چکی تھی اور واپسی کا وقت قریب آ چکا تھا لہٰذا آپؑ کو دوبارہ نئے وساوس اور غم نے گھیر لیا' حضرت یوسف واپسی کا سامان مہیا کر رہے تھے لیکن حضرت مریمؑ اپنے غم میں ڈوبی ہوئی تھیں اور خدا تعالیٰ کی مدد کی طالبہ تھیں' دریں اثنا آپؑ نے ایک ہاتف کو ندا دیتے سنا ''اے مریم! آج کلام کرنے اور بات چیت کرنے کا روزہ رکھ لے' کسی آدمی سے بات نہ کر' اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائیں گے'' یہ ہاتف حضرت جبرئیلؑ تھے اس طرح آپؑ نے یہ روزہ رکھ لیا اور فرمانے لگیں:

﴿اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا﴾ (مریم:۲۶)

''میں نے اللہ کے واسطے روزے کی منت مان رکھی ہے سو میں آج کسی سے نہیں بولوں گی''

جب حضرت یوسف نے واپسی کے لئے سامان تیار کر لیا تو حضرت مریمؑ کو سواری کے لئے بلایا آپؑ سواری پر سوار ہوئیں' انہوں نے آپؑ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت مریمؑ کے ہونٹ بالکل نہیں ہل رہے۔ آپؑ اپنے بیٹے حضرت عیسیٰؑ کو لے کر جبال حبرون روانہ ہوئیں' جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے ''اے مریم! تم نے یہ بڑا عجیب کام کیا''۔ آپؑ خاموش رہیں اور اپنے دفاع میں کچھ ارشاد نہیں فرمایا' آپؑ کے سکوت سے لوگوں کو مزید یقین ہو گیا کہ آپؑ سے غلطی سرزد ہوئی ہے' وہ کہنے لگے:

﴿یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ

بَغِيًّا﴾ (مریم:۲۸)

''اے ہارون کی بہن تمہارے باپ کوئی برے آدمی نہ تھے اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں''

اے مریم! بتاؤ: کہ یہ لڑکا کیسے پیدا ہوا؟ آپؑ نے تو روزہ رکھا ہوا تھا لہذا آپؑ تو اپنے دفاع میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھیں، جب ان کی طرف سے اس سوال کے جواب کا اصرار ہوا اور لوگوں نے شدت سے اپنے سوال کو دھرایا حضرت مریمؑ تو چونکہ اپنے روزہ کے سبب بات نہیں کر سکتی تھیں انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا اس سے بات کرو، یہ بڑی عجیب بات تھی صاف ظاہر تھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ جو ایک ردی کپڑے میں لپٹا ہوا تھا وہ کیسے بات کر سکتا ہے؟ لوگوں نے حیران ہو کر حضرت مریمؑ سے سوال کیا:

﴿كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾ (مریم:۲۹)

''کہ ہم ایسے شخص سے کیوں کر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہے''

ہم اس بچے سے کیسے بات کریں، اس کی زبان سے رونے کی آواز کے سوا کیا بات ادا ہو سکتی ہے؟ یہ بچہ ہے ہی کتنی عمر کا؟ چند دن قبل ہی تو پیدا ہوا ہے؟ مریم! تم نے تو بڑی عجیب بات کی ہے، لیکن حضرت مریمؑ کی خواہش تھی کہ کوئی معجزہ رونما ہو جس سے آپؑ کی عفت کی تصدیق ہو سکے وگرنہ لوگ اپنی اس بات پر مصر رہتے کہ بغیر باپ کے بچہ کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ اور اسی سبب سے لوگ تہمت لگا رہے تھے کہ آپؑ کے ماں باپ دونوں شریف تھے ان سے کبھی اس قسم کی خطاء سرزد نہیں ہوئی جو آپؑ کو غلط کاری پر مائل کر سکتی۔

بہر حال تقدیر خداوندی نے یہی فیصلہ کیا کہ لوگوں کے اس سوال کا جواب معجزہ کی صورت ہی میں دیا جانا چاہیئے کیونکہ اس موقع پر معجزہ کی ہی ضرورت تھی اور معجزہ یہ ہونا چاہیئے کہ خلاف فطرت بچہ خود اپنی زبان سے اپنا اور اپنی والدہ کا دفاع کرے تا کہ لوگوں کے منہ بند ہو سکیں اور وہ طعنہ زنی کی جرأت نہ کر سکیں، لوگوں نے جب کہا ''کیف

نُكَلِّمُ ''تو حضرت عیسیٰ جو چند ردی کپڑوں میں ملبوس تھے گویا ہوئے:

﴿اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ۙ○ وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ○ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِىْ وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا ○ وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ○ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِىْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ﴾ (مریم:۳۰۔۳۴)

''کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھکو کتاب دی اور اس نے مجھکو نبی بنایا اور مجھکو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھکو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں اور مجھکو میری والدہ کا خدمت گذار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش بد بخت نہیں بنایا اور مجھ پر سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا یہ ہیں عیسی بن مریم میں سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں''

آپؑ کا اپنے پنگھوڑے میں بات چیت کرنا اور لوگوں کو جواب دینا یقیناً بہت بڑا معجزہ تھا۔

(اہم مراجع)

۱۔ تفسیر ابن کثیر۔ ۲۔ تفسیر القرطبی۔
۳۔ تفسیر الطبری۔ ٤۔ البدایة والنهایه لابن کثیر
٥۔ تاریخ الطبری۔ ٦۔ عبقریة المسیح للعقاد۔
۷۔ابنة عمران /محمد برانق۔۸۔ محمد والمسیح لخالد بن خالد۔۹۔مجلة الهلال المصریة' رحلة العائلة المقدسة' مقال عام ۱۸۸اغسطس۔



حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾ (القمر:۱۔۳)

''قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے اور ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آ جاتا ہے''

جمادات' نباتات اور حیوانات کے ساتھ پیش آمدہ معجزات:

آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاءِ کرامؑ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ رسالت کے تقاضوں پر عمل کریں اور رسالت کا بہت بڑا اور اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ کفار کے ان سوالات کے جوابات بھی دیئے جائیں جن کے جوابات کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے معجزات عطاء ہوئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے کتنے معجزات اور کتنی نشانیاں انبیاءِ کرامؑ کو عطاء فرمائی ہیں' مثلاً حضرت موسیٰؑ کو شق بحر کا معجزہ عطاء فرمایا اور آپؑ کے عصا کو ایک بڑا اژدہا بنا کر جادوگروں کے جادو کا ابطال کیا اور فرعون کو لاجواب کیا' نیز آپؑ کے لئے پہاڑ ہوا میں بلند کر دیا' اسی طرح حضرت صالحؑ کو اللہ تعالیٰ نے اونٹنی عطاء فرمائی وغیرہ وغیرہ' قرآنِ کریم میں یہ تمام معجزات انبیاءِ کرامؑ کے قصوں میں مذکور ہیں۔

روایات میں مذکور ہے کہ کفار مکہ نے امم سابقہ کی طرح حضور ﷺ سے سوال کیا کہ انہیں کوئی معجزہ یا نشانی دکھائیں' آپ ﷺ نے انہیں چاند دو ٹکڑے کر دکھایا' مکہ کے مطعم نامی ایک شخص کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دورِ مبارک میں چاند پھٹا اور اس کے

دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر اور ایک ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر تھا۔

لیکن کفار نے اس معجزہ کے بارہ میں کیا کہا؟ کیا وہ اس معجزہ کے بعد آپؐ پر ایمان لے آئے یا بدستور اپنے کفر پر مصر رہے؟ وہ نہ صرف یہ کہ اپنے کفر پر مصر رہے بلکہ آپؐ پر تہمت لگاتے ہوئے کہنے لگے ''محمدؐ نے ہم پر جادو کر دیا'' انہوں نے اس معجزہ کو جادو سمجھا اور ایمان لانے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی نازل ہوئی:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ (القمر:۱)

''قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا''

آپ ﷺ کی بارش کے لئے دُعا:

وادی مکہ صحرائی زمین پر مشتمل ہے جس میں نہ ہی پانی موجود ہے اور نہ ہی نہری نظام، لوگوں کا زیادہ تر انحصار بارش پر ہوتا ہے، مدینہ کا بھی تقریباً یہی حال ہے، البتہ مدینہ منورہ کے اندر چند ایک کنوئیں بھی ہیں جو صرف لوگوں کے پانی پینے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ انہیں کنوؤں ہی سے ایک کنواں بئر حاء بھی ہے جسے ابوطلحہ انصاریؓ نے خرید کر عام مسلمانوں کے لئے ہدیہ کر دیا تھا تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تھی:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲)

''تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے''

مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو ایک بار قلتِ بارش کے سبب شدید قحط کا سامنا تھا، انہی دنوں ایک روز آں حضرتؐ مسجد نبویؐ میں ممبر پر تشریف فرما تھے اور لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، ایک آدمی آں حضرتؐ کے سامنے آیا اور عرض کرنے لگا، یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے، آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں کہ وہ ہماری مدد فرمائیں، اس صحابیؓ نے حضور اکرمؐ سے مدد طلب کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے نزول بارش کی دعاء کریں۔ آپؐ نے فوراً اپنے دست مبارک بلند کئے اور دعاء فرمائی:

''اللّٰھُمَّ اسقنا اللّٰھم اسقنا اللّٰھم اسقنا''

''یا اللہ ہمیں بارش عطا فرما' اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما' اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما''

حضرت انسؓ بھی مسجد نبویؐ میں موجود تھے وہ نقل فرماتے ہیں ''واللہ! آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی موجود نہیں تھا' اور نہ ہی ہمارے اور جبل سلع جو مدینہ کا ایک پہاڑ ہے کے درمیان کوئی گھر موجود تھا اچانک جبل سلع کے پیچھے سے ڈھال کی طرح بادل نمودار ہوئے اور جب آسمان کے درمیان میں پہنچے تو پورے آسمان پر پھیل گئے اور بارش شروع ہوگئی' واللہ! ہم نے چھ دن تک سورج نہیں دیکھا' بارش میں چھ دن گذر گئے' آئندہ جمعہ ایک اور آدمی اسی دروازہ سے داخل ہوا جس سے پہلا آدمی داخل ہوا تھا اور حضورؐ سے عرض کرنے لگا: جو اس وقت بھی خطبہ ارشاد فرما رہے تھے'' یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گئے راستے منقطع ہو گئے' اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ بارش روک لیں' یعنی شدید بارش نے راستے منقطع کر دئے جس سے پیدل چلنے والوں کا حرج ہو رہا ہے نیز یہ بارش زراعت کے لئے بھی نقصان دہ ہے' آپؐ نے دست مبارک بلند فرمائے اور دعاء کی' اے اللہ! یہ بادل ہمارے اردگرد برسیں ہم پر نہ برسیں' اے اللہ ٹیلوں پر' پہاڑوں پر اور درخت اُگنے کی جگہوں پر' آنحضرتؐ کی یہ دعاء ختم ہوتے ہی بارش بھی رُک گئی اور لوگ جب باہر نکلے تو دھوپ چمک رہی تھی' آپؐ کی دعاء مبارک سے نزول بارش آپؐ کی معجزہ تھا۔

آپؐ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا:

آنحضرتؐ کے معجزات آپؐ کی رسالت اور نبوت کی سچائی کے لئے یقیناً کافی شافی ہیں' ہر انسان جانتا ہے کہ پانی ہمیشہ نہروں یا کنوؤں وغیرہ سے حاصل کیا جاتا ہے' اور اس معجزہ میں آنحضرتؐ کے خادم حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پانی آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے نکل رہا تھا' آپؓ فرماتے ہیں' میں نے انحضرتؐ کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت قریب تھا' لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا لیکن پانی دستیاب نہ ہوا' صحابہؓ کی تعداد

تقریباً تین سو تھی، آپ کے پاس وضو کے لئے برتن میں پانی لایا گیا، آپ نے اپنا دس مبارک برتن میں ڈال دیا اور لوگوں کو وضو کرنے کا حکم دیا، حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں ''میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں سے نکل رہا تھا تمام لوگوں نے حتی کہ آخری آدمی نے بھی وضو کیا''۔ حضرت انسؓ سے جو اس قصہ کے راوی ہیں ایک آدمی نے پوچھا کہ اے انسؓ! آپ کی تعداد کتنی تھی؟ حضرت انسؓ نے فرمایا تقریباً تین سو افراد''۔

یہ آنحضرت کا واضح معجزہ ہے جو آپ کے ساتھ ہی خاص ہے کوئی اور انسان ایسا نہیں کرسکتا، یہ معجزہ آپ کی نبوت کی صداقت کی بیّن دلیل ہے جس کا مشاہدہ تقریباً تین سو افراد نے کھلی جگہ پر کیا۔

بئر حدیبیہ سے پانی نکلنا:

آپ چھ ہجری میں بیت اللہ کی زیارت کے لئے عازم مکہ ہوئے، اگرچہ آپ کا ارادہ کفار سے لڑائی اور قتال کا نہیں تھا، تاہم آپ نے اردگرد کے قبائل عرب کو اس غرض سے ہمراہ لے لیا تھا کہ مبادا کفار مکہ سے تعارض کی صورت پیش آجائے یا یہ کہ ہوسکتا ہے کفار مکہ بیت اللہ کی زیارت سے روک دیں، آپ مہاجرین وانصار اور دیگر عرب حضرات کو لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، ان حضرات کے پاس نیاموں میں تلواروں کے سوا کوئی اسلحہ نہ تھا، آپ نے اور صحابہ کرامؓ نے اپنے ہمراہ مکہ مکرمہ میں قربان کرنے کے لئے قربانی کے جانور بھی لے لئے تھے، اور آپ نے عمرہ کی نیت سے احرام باندھ لیا، عمرہ کی ادائیگی سال کے ہر مہینے میں ہوسکتی ہے جبکہ حج صرف ایام ذی الحجہ میں ادا کیا جاسکتا ہے، نیز حج میں بہ نسبت عمرہ کے چند افعال زیادہ بھی ہیں، آپ مدینہ منورہ سے چلے حتی کہ حدیبیہ پہنچ گئے جس کے اور مکہ کے درمیان ایک منزل کی مسافت ہے۔

جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو وہ آپ کے دخول مکہ پر معترض ہوئے اور آپ کو روکنے کی کوشش کرنے لگے، حتی کہ ایک وقت یہ خبر بھی مشہور ہوئی کہ ان سفارتکاروں کو جنہیں آپ نے دخول مکہ کی اجازت کے لئے بھیجا تھا کفار نے شہید کردیا،

ان سفارتکاروں میں حضرت عثمانؓ بھی تھے، مسلمانوں میں جب یہ خبر مشہور ہوئی تو یہ اعلان کیا گیا کہ اے لوگوں بیعت کرو، بیعت کرو، یہ اعلان سن کر تمام صحابہؓ آپؐ کی جانب لپکے آپؐ ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز تھے، صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے دست اقدس پر بیعت جہاد کی، ان صحابہ کرامؓ کو اہل بیعت رضوان کہا جاتا ہے، ان کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کی یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا﴾ (الفتح:۱۸)

''بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دیدی''

یوم الحدیبیہ کے اس عظیم دن بھی آنحضرتؐ کا ایک عظیم معجزہ رونما ہوا، حدیبیہ میں پانی کا ایک کنواں تھا، صحابہ کرامؓ جن کی تعداد تقریباً ایک ہزار چار سو تھی نے اس کنوئیں سے پانی نکالنا شروع کیا حتی کہ اس کنوئیں میں ایک پیالہ کے بقدر بھی پانی باقی نہیں رہا، صحابہ کرامؓ کو قلت پانی کے سبب پیاس کا خطرہ پیدا ہوا، انہوں نے آپؐ سے شکایت کی، آپؐ تشریف لائے اور کنوئیں کے کنارہ پر بیٹھ گئے، تھوڑا سا پانی منگوایا، پانی لایا گیا، آپؐ نے اس پانی سے کوئیں کے اندر کلی فرمادی، صحابہ کرامؓ یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ تھوڑی ہی دیر بعد پانی نے ابلنا اور بلند ہونا شروع کر دیا، لوگوں نے اپنے اونٹوں اور سواریوں کو پانی پلایا نیز خود بھی پانی پیا اور اپنے برتنوں کو بھی بھرا، حالانکہ صحابہؓ کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ یہ تمام صحابہؓ صلحاء اور بیعت رضوان میں حصہ لینے والے تھے جنکی بیعت پر خداوند کریم کی جانب سے رضامندی کا پروانہ اور سرٹیفیکیٹ عطاء کیا گیا کہ

انہوں نے دین کے راستہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کی بیعت کی تھی‘ یہ معجزہ اور صدق نبوت کی نشانی آپؐ کے قرب خداوندی کی بیّن دلیل ہے‘ کیونکہ آپؐ رسول برحق اور نبی صادق تھے۔

درختوں کا آپؐ کے حکم کی تابعداری کرنا:

جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری مشہور و معروف صحابیؓ ہیں‘ جنہیں ہر مسلمان جانتا ہے‘ آپؓ آنحضرتؐ اور اپنے دین کے ساتھ مخلص تھے‘ مندرجہ ذیل معجزہ ہم آپؓ کی زبان ہی سے سنتے ہیں آپؓ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ دوران سفر ایک کشادہ اور وسیع وادی میں اترے‘ آپؐ قضاءِ حاجات کے لئے تشریف لے گئے‘ میں پانی کا برتن لئے آپؐ کے پیچھے چلا‘ آپؐ کو اوٹ کے لئے کوئی جگہ نظر نہ آئی‘ البتہ وادی کے کنارہ پر دو درخت کھڑے تھے‘ آپؐ ان میں سے ایک کی جانب چلے اور اس کی ٹہنیاں پکڑ کر فرمانے لگے ''اللہ کے حکم سے میری بات مان'' وہ نکیل ڈالے تابع فرمان اونٹ کی طرح آپؐ کا تابع ہوگیا‘ یہاں تک کہ آپؐ دوسرے درخت کے قریب آئے‘ اس کی ٹہنیاں پکڑ کر بھی آپؐ نے فرمایا ''اللہ کے حکم سے میری بات مان'' وہ بھی نکیل ڈالے تابع فرمان اونٹ کی طرح آپؐ کے تابع ہوگیا‘ حتیٰ کہ جب آپؐ ان دونوں کے درمیان کی جگہ پہنچے تو آپؐ نے ان دونوں کو جوڑ دیا یعنی اکٹھا کر دیا اور فرمایا ''اللہ کے حکم سے میرے لئے جڑ جاؤ!'' پس وہ دونوں درخت جڑ گئے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں‘ میں شدتِ خوف کے سبب بھاگا تا کہ آپؐ کو میرے قریب ہونے کا علم نہ ہو‘ میں دور بیٹھ کر سوچنے لگا‘ حتیٰ کہ آپؐ کی فراغت کا وقت ہوگیا‘ آپؐ میرے سامنے تشریف لائے اور میں نے درختوں کو دیکھا تو وہ دونوں اپنی اپنی جگہوں پر جدا جدا کھڑے تھے۔

آپؐ کے خارق عادات معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے جو کسی نبیؑ ہی کو عطاء کیا جاسکتا ہے کہ ایک درخت کا آپؐ کے لئے مطیع بن جانا یقیناً خارق عادت امر ہے۔

آپؐ کے لئے کھجور کے تنے کا رونا:

آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ کھجور کے تنے پر ٹیک لگا کر آپؐ مسلمانوں کے لئے خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے' ایک روز ایک انصاری عورت حاضر خدمت ہوئیں جن کا ایک غلام بڑھئی تھا اور عرض کرنے لگیں ''یا رسول اللہ! میرا ایک غلام بڑھئی ہے اگر آپؐ حکم فرمائیں تو وہ آپؐ کے لئے ایک ممبر بنادے جس پر جلوہ افروز ہوکر آپؐ خطبہ ارشاد فرمادیں' آپؐ نے فرمایا'' جی ہاں بنوادو' اس غلام نے ممبر بنادیا' جب جمعہ کے روز آپؐ لکڑی کے نئے ممبر پر خطبہ دینے لگے تو آپؐ نے کھجور کے تنے کو اس طرح روتے سنا جس طرح ایک بچہ روتا ہے' آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک یہ اپنا ذکر چھن جانے کی وجہ سے رو رہا ہے۔ صحیح بخاری میں اسی قصہ کی ایک اور روایت مروی ہے کہ کھجور کا تنا بچے کیطرح رونے لگا' آپؐ ممبر سے اترے اور تنے کو اپنے ساتھ چمٹالیا وہ ایسے رو رہا تھا جیسے کہ خاموش ہوتا بچہ سسکتے سسکتے روتا ہے' آپؐ نے فرمایا'' یہ اپنے اس ذکر پر رو رہا ہے جو وہ اپنے قریب سنا کرتا تھا۔

دیکھ لیں: کہ ایک کھجور جس میں نہ روح ہے اور نہ ہی ظاہراً عقل نامی کوئی چیز ہے وہ بھی سماع ذکر اور آپؐ کے فراق کے دکھ میں آنسو بہا رہی ہے' یہ معجزہ عقلیات کے تمام پیمانوں کے خلاف ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ جمادات نہ ہی حرکت کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں شعور ہوتا ہے' درحقیقت جمادات کی بھی ایک کائنات ہے جس میں وہ بھی خدا تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں' ہاں! ہم ان کی تسبیحات سننے سے قاصر ہیں لیکن انبیاءِ کرامؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ معجزہ کے طور پر یہ چیزیں سنا دیتے ہیں۔

یہ آپؐ کا ایسا معجزہ ہے جس کا حامل کوئی اور فرد بشر نہیں ہوسکتا اور آپؐ کے سوا نوع انسانی کے کسی فرد کو ایسا معجزہ عطاء نہیں کیا گیا' یہ آپؐ کی نبوت کی سچائی اور اس کی عظمت کی دلیل ہے

درختوں کا سلام اور آپؐ کے ہاتھ میں کنکریوں کی تسبیح:

آپؐ کے بعد خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ میں منحصر ہے، حافظ ابوبکر البیہقی نے حضرت سوید بن یزید السلمی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو یہ فرماتے سنا ''میں نے اس واقعہ کے بعد جو دیکھا ہے حضرت عثمانؓ کا تذکرہ خیر کے سوا نہیں کیا، پھر وہ قصہ سنایا جو انہوں نے دیکھا تھا۔

میں آپؐ کی تنہائی کو تلاش کرتا رہتا تھا، ایک روز میں نے آپؐ کو تنہا بیٹھا دیکھ کر غنیمت جانا اور آپؐ کے قریب آ کر بیٹھ گیا، کچھ دیر بعد حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور سلام کرکے آپؐ کی دائیں جانب بیٹھ گئے، پھر حضرت عمرؓ تشریف لائے اور سلام کر کے حضرت ابوبکرؓ کی دائیں جانب بیٹھ گئے، پھر حضرت عثمانؓ تشریف لائے اور سلام کر کے حضرت عمرؓ کی دائیں جانب بیٹھ گئے، آپؐ کے دست مبارک میں سات کنکریاں تھیں، آپؐ نے انہیں اپنی ہتھیلی میں لیا تو انہوں نے تسبیح شروع کر دی مجھے ان کی آواز اس طرح سنائی دے رہی تھی جس طرح کہ کھجور کے تنے کی رونے کی آواز تھی، پھر آپؐ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں، پھر آپؐ نے وہ کنکریاں اٹھا کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہتھیلی پر رکھ دیں، وہ کنکریاں وہاں بھی تسبیح پڑھنے لگیں، پھر آپؐ نے انہیں لے کر رکھ دیا وہ پھر خاموش ہوگئیں، پھر آپؐ نے وہ کنکریاں اٹھا کر حضرت عمرؓ کی ہتھیلی پر رکھ دیں وہ کنکریاں پھر تسبیح پڑھنے لگیں، آپؐ نے انہیں لے کر رکھ دیا وہ پھر خاموش ہوگئیں، آپؐ نے پھر وہ کنکریاں اٹھا کر حضرت عثمانؓ کی ہتھیلی پر رکھ دیں انہوں نے پھر تسبیح پڑھنا شروع کر دیا، پھر آپ نے وہ لے کر رکھ دیں، کنکریاں پھر خاموش ہوگئیں، بعد ازاں آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ نبوت کی خلافت ہے۔

آپؐ کے اس عظیم معجزہ کے دو جزء ہیں، اول یہ کہ کنکریوں نے خلفاء راشدین کے ہاتھ پر تسبیح پڑھی، دوم یہ کہ خلافت فعلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت

عثمانؓ میں منحصر ہے' بعدازاں خلافت میں اضطراب آ گیا۔

آپؐ کے سامنے اونٹ کی شکایت:

مدینہ منورہ میں انصار اونٹ کے ذریعے کنوئیں سے پانی نکالا کرتے تھے' اس قصہ میں غور کریں جو حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ ''اہل مدینہ کا ایک اونٹ تھا جس کے ذریعے وہ کنوئیں سے پانی نکالا کرتے تھے' ایک روز اونٹ اپنے کام میں نہ جتا اور اڑی کرنے لگا' انصاریؓ آپؐ کے پاس آ کر کہنے لگے یا رسول اللہ! ہمارا اونٹ جس کے ذریعے ہم پانی نکالتے تھے ہماری نافرمانی پر اتر آیا اور اپنے کام میں لگنے سے انکار کر دیا' یا رسول اللہ! ہماری کھیتی اور کھجوریں خشک ہو چکیں' آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا' وہ کھڑے ہو گئے اور اس باغ میں داخل ہو گئے جس میں اونٹ تھا یا اس جگہ میں داخل ہو گئے جسے اونٹ کی راحت کے سبب دیواروں میں محصور کر دیا گیا تھا' اونٹ ایک جانب کھڑا تھا' آپؐ اس کی طرف بڑھے تو انصار عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! یہ تو باؤلے کتے کیطرح پاگل دکھائی دے رہا ہے' یا رسول اللہؐ! ہمیں تو یہ ڈر ہے کہ کہیں یہ آپؐ پر حملہ ہی نہ کر دے' آپؐ نے فرمایا مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں' جب اونٹ نے آپؐ کو دیکھا تو آگے بڑھا اور آپؐ کے سامنے سجدہ میں گر گیا' آپؐ نے اس کی پیشانی سے پکڑ لیا' وہ پہلے سے کہیں زیادہ تابعدار دکھائی دے رہا تھا حتیٰ کہ آپؐ نے اسے دوبارہ کام پر لگا دیا' صحابہؓ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! یہ بے عقل جانور ہو کر آپؐ کو سجدہ کر رہا ہے' ہم تو آپؐ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں تو آپؐ نے فرمایا'' کوئی انسان دوسرے انسان کو سجدہ نہیں کر سکتا اگر کوئی کر سکتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے''۔

صحیح مسلم میں ایک اور قصہ منقول ہے کہ ایک روز آپؐ بعض صحابہ کے ساتھ انصار کے کسی احاطہ میں داخل ہوئے' ایک اونٹ آیا اور بلبلانے لگا' اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے' آپؐ نے اس کے کوہان اور کان کے پیچھے کی ہڈی پر ہاتھ پھیرا تو اسے سکون آ گیا آپؐ نے استفسار فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان

آگے بڑھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! میرا ہے' آپؐ نے فرمایا'' کیا تو اس جانور کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا جس نے تجھے اس کا مالک بنایا ہے' اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھ کر اس سے کام لیتے رہتے ہو''۔ یعنی تم دن رات بغیر آرام دیئے اس سے کام لیتے ہو۔

آپؐ کے اس قسم کے معجزات آپؐ کی نبوت کی نشانیاں ہیں جو ہر وقت اور ہر گھڑی یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپؐ رسول صادق اور نبی برحق تھے۔

چٹان اور فتح عظیم:

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں ایک روز ہم خندق کھود رہے تھے ہمارے سامنے ایک چٹان آگئی جس میں کدال کوئی اثر نہیں کر رہے تھے' ہم نے آپؐ سے اس کی شکایت کی۔ آپ تشریف لائے اور حضرت سلمان فارسیؓ سے کدال لی اور فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ اور ضرب لگائی' چٹان کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا اور اس سے ایک روشنی نکلی جس سے مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کا علاقہ روشن ہو گیا' آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے شام کی چابیاں دے دی گئیں' واللہ! میں اس وقت اس کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں' پھر دوبارہ کدال مارا ایک تہائی حصہ چٹان پھر ٹوٹی اور فارس کی جانب ایک روشنی دکھائی دی جس سے سارا مدینہ روشن ہو گیا' آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے فارس کی چابیاں دیدی گئیں' واللہ! میں اس وقت یہاں سے مدین کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں' مجھے جبرائیلؑ نے خوشخبری دی ہے کہ میری امت ان شہروں پر چڑھائی کرے گی پس تمہیں نصرت کی خوشخبری ہو' پھر آپؐ نے تیسری مرتبہ کدال مارا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ ۔ باقی چٹان مکمل ٹوٹ گئی اور یمن کی جانب سے ایک روشنی نکلی جس سے سارا مدینہ روشن ہو گیا' وہ روشنی ایسی تھی جیسے کہ اندھیری رات میں چراغ ہوتا ہے' آپؐ نے فرمایا' اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں دیدی گئیں واللہ! میں اس وقت یہاں سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

شام کی چابیاں:

آپؐ نے اپنے ان معجزات کی بھی خبر دی ہے جو آپؐ کی وفات کے کئی سال بعد رونما ہوئے، چونکہ آپؐ خاتم النبیین اور نبی آخر الزمان تھے لہذا آپؐ کے معجزات زمانہ گذرنے کے ساتھ نئے نئے انداز میں ظاہر ہوتے ہیں۔ آپؐ کے اس فرمان مبارک کے بعد کہ مجھے شام کی چابیاں دیدی گئیں کیا ہوا؟ اس کے لئے ہمیں فتح شام کے متعلق تاریخ کی ورق گردانی کرنی پڑے گی، آپ کا یہ فرمان ۵ھ کا ہے جس وقت دنیا میں دو بڑی طاقتیں موجود تھیں، فارس اور روم، روم مغرب میں اور فارس مشرق میں، روم ملک شام وغیرہ پر جبکہ فارس ایران اور کچھ عراق وغیرہ پر مشتمل تھا، ان دو سپر پاورز کے مابین بہت سی لڑائیاں وقوع پذیر ہوئیں جن میں مسلمانوں کی یہ خواہش رہی کہ رومی فارسیوں پر غالب آجائیں کیونکہ فارس میں شمس و نجوم پرست اور آتش پرست لوگ رہتے تھے جبکہ رومی اہل کتاب تھے جو بزعم خود دین مسیحؑ پر قائم تھے۔

لیکن جنگ کی خبریں مسلمانوں کی خواہشات کے برعکس تھیں کہ فارسی رومیوں پر غالب آرہے ہیں جس کا مسلمانوں کو بہت قلق تھا، اس دوران قرآن مقدس میں یہ معجزہ نازل ہوا کہ چند سالوں بعد رومی غالب آجائیں گے اور یہ خبر اس وقت دی گئی جبکہ رومیوں کی شکست کی خبریں دنیا بھر میں سنائی دے رہی تھیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ﴾ (الروم:۱-۳)

''الم اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہوگئے اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجاوینگے''

اس لڑائی کا نتیجہ جس کا فیصلہ نو سال بعد ہونا تھا کون بتا سکتا تھا؟۔ کسے خبر تھی کہ ان نو سالوں کے دوران روم و ایران میں صلح نہیں ہوجائیگی؟ یا کسے معلوم تھا کہ روم کو شکست نہیں ہوگی، تاریخ کہتی ہے کہ رومیوں کو دو مرتبہ شکست ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ عالم

الغیب ہیں لہٰذا نو سال بعد رومی فارسیوں پر غالب آ گئے' اور پوری دنیا میں بڑی طاقت بن کر ابھرے جسے یرموک کے میدان میں مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے شکست دی' آپؐ کے اس فرمان کے کئی سال بعد کہ مجھے شام کی چابیاں دیدی گئیں بلکہ آپؐ کی وفات کے بھی کئی سال بعد۔

شام پر لشکر کشی:

فتنۂ ارتداد کی سرکوبی اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو ۱۳ھ میں یمامہ سے عراق بھیجنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ملک شام کی طرف کئی لشکر روانہ کئے' حضرت عمرو بن العاص کو فلسطین' حضرت یزید بن ابی سفیان کو شام بھیجا اور حضرت عبیدۃ بن الجراح اور حضرت شرحبیل بن حسنہ کو حکم دیا کہ وہ تبوک بلقاء کے راستے ملک شام پہنچیں۔

(الکامل فی التاریخ ج۲' ص۲۷۶)

ان چاروں افواج میں سے ہر ایک کی تعداد تین تین ہزار تھی' پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان لوگوں کو ان علاقوں کا والی بنا دیا' حضرت عمرو بن العاصؓ کو فلسطین کا' حضرت یزید بن ابی سفیان کو دمشق کا' حضرت عبیدۃ بن الجراح کو حمص کا اور حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کو اردن کا والی بنا دیا۔

جب یہ خبر روم کے بادشاہ ہرقل تک پہنچی تو اس نے ارادہ کیا کہ ہر ایک امیر سے الگ الگ لڑائی کرے تاکہ ہر ایک کو الگ الگ شکست دی جا سکے' لیکن حضرت عمرو کو ان کے اس منصوبے کا انکشاف ہو گیا کیونکہ ان کے سامنے جو رومیوں کا لشکر آیا اس کی تعداد نوّے ہزار تھی' آپؓ نے اور دیگر امراء نے حضرت ابوبکرؓ کو مدینہ منورہ قاصد بھیج کر صورتِ حال سے آگاہ کیا' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کمک کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا اور یہ مشہور جملہ ارشاد فرمایا: ''واللہ میں روم کو خالد بن ولید کے ذریعے شیطانی وساوس بھلا دوں گا'' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولید کو لکھا جاؤ اور یرموک میں مسلمانوں کے لشکر سے جا ملو' حضرت خالد بن ولیدؓ جلد از جلد پہاڑ عبور کر کے یرموک

پہنچے تاکہ مسلمان بھائیوں کو بروقت مدد پہنچ سکے، جب حضرت خالد بن ولیدؓ شام پہنچے تو مسلمان بہت خوش ہوئے اور انہیں مدد کا مزید یقین ہو گیا، جبکہ رومی بہت زیادہ پریشان ہوئے حتی کہ ہرقل شام روم کو جب آپؐ کی آمد کا علم ہوا تو کہنے لگا "میں نے تمہیں کہہ نہیں دیا تھا کہ ان سے لڑائی نہ کرو کیونکہ تمہارے پاس ان کے ساتھ مقابلہ کی طاقت نہیں ہے"۔ ہرقل کے حواری یہ سن کر غصہ ہوئے اور ہرقل سے کہنے لگے: تم لڑائی کرو اور لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ اپنی ذمہ داری پوری کرو، صبح کو لڑائی کا وقت آ پہنچا، رومی لشکر کا سپہ سالار ہرقل سے کہنے لگا: عرب آپ تک ایک بڑا لشکر لے کر آ پہنچے، ان کے نبی نے ان کے بقول یہ بتایا ہے کہ وہ یہ ملک فتح کر لیں گے، وہ اپنے بیٹوں اور بیویوں کو اس کی تصدیق کے لئے ساتھ لائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رومیوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا حتی کہ ان میں یہ بھی مشہور ہو گیا کہ خالد کے ہاتھ میں آسمان سے آئی ہوئی تلوار ہے جو انکے نبی نے اسے دی ہے، وہ جس قوم کے ساتھ بھی لڑائی کرتے ہیں ہمیشہ فتح مند ہوتے ہیں، دونوں فوجیں لڑائی کے لئے تیار ہو گئیں، رومی حیرت اور دہشت زدہ تھے، البتہ مسلمانوں کو خدا تعالیٰ کی نصرت و مدد پر یقین تھا اس لئے کہ انہیں آپؐ کا یہ فرمان یاد تھا "مجھے شام کی چابیاں دیدی گئیں"۔

رومی فوج کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تک جا پہنچی جن میں اسی ہزار نے خود کو بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا تاکہ دوران لڑائی بھاگ نہ سکیں، جبکہ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد چھتیس ہزار تھی، نو ہزار حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ آئے تھے جبکہ ستائیس ہزار پہلے تھے، حضرت خالد بن ولید لشکر کے درمیان کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ "یہ بھی اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے۔ جس میں نہ فخر صحیح ہے اور نہ ہی سرکشی، اپنے جہاد کو خالص رکھو اور اپنے عمل سے اللہ کا ارادہ کرو۔

ہرقل نے مسلمانوں کے احوال دریافت کرنے کے لئے ایک جاسوس بھیجا اس نے آ کر بتایا کہ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن میں جہاد کرتے ہیں، اگر ان کا شہزادہ بھی چوری کرے تو اس پر حد جاری کرنے کے لئے ان کا ہاتھ کاٹ دیں اور اگر زنا کرے

تو رجم کردیں، ہرقل کہنے لگا اگر تو سچا ہے تو زمین کا پیٹ زمین کی پیٹھ سے ان حضرات کی لڑائی سے بہتر ہے، میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے درمیان کوئی راستہ پیدا فرمادیں، نہ ان کے خلاف میری مدد کریں اور نہ میرے خلاف ان کی مدد کریں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسلمانوں کو تین فوجوں میں تقسیم کردیا، ہرفوج میں کچھ پیادے اور کچھ گھڑ سوار تھے، آپؓ نے مسلمانوں کی مندرجہ ذیل تین جماعتیں بنائیں، قلب: اس کے قائد حضرت ابوعبیدہ بن جراح تھے، اس قلب کے اٹھارہ حصے تھے اور ہر حصے کا ایک امیر تھا، میمنہ: اس کے قائد عمرو بن العاصؓ تھے، اس کے گیارہ حصے تھے اور ہر حصے کا ایک امیر تھا، میسرہ: اس کے قائد یزید بن ابی سفیان تھے اس کے نو حصے تھے، ہر حصہ کا ایک امیر تھا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت مقداد بن عمرو کو سورۃ الانفال تلاوت کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس میں آیات جہاد ہیں، آپؓ نے مسلمانوں کی صفوں کے درمیان چل پھر کر تلاوت شروع کردی، مسلمان عاجزی، خاموشی اور مکمل حضور قلب کے ساتھ یہ تلاوت سنتے رہے۔

یرموک کی لڑائی میں ہزاروں صحابہ کرامؓ نے شرکت کی، اس لڑائی میں سو کے قریب بدری صحابہ بھی تھے، حضرت ابوسفیان ہر دستے کے قریب جا کر کہتے "تم ہی عرب کا مان اور اسلام کے مددگار ہو، جب کہ وہ روم کا فخر اور کفروشرک کے مددگار ہیں، اے اللہ! یہ دن بھی تیرے دنوں میں سے ایک دن ہے، اے اللہ! اپنی مدد اپنے بندوں پر نازل فرما۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے لشکر میں چکر لگاتے ہوئے ایک مسلمان کی زبان سے یہ جملہ سنا "رومیوں کی تعداد کتنی زیادہ ہے اور مسلمانوں کی تعداد کتنی کم ہے؟ تو حضرت خالدؓ نے فوراً جواب دیا بلکہ رومی کتنے کم اور مسلمان کتنے زیادہ ہیں، کیونکہ جس لشکر کو فتح ملے وہ زیادہ ہوتا ہے اور جس کی رسوائی ہو وہ کم ہوتا ہے، کمی زیادتی افراد کی تعداد کے ساتھ نہیں ہوتی، اس طرح حضرت خالدؓ نے مسلمانوں میں جہاد اور قتال کی روح پھونکی جس سے رومیوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا۔

الغرض مسلمانوں اور رومیوں میں لڑائی شروع ہوگئی' لوگ ایکدوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے' گھوڑے آپس میں الجھ پڑے' اسی اثناء میں مدینہ منورہ سے ایک قاصد آ گیا' لوگوں نے اس سے حال احوال دریافت کیا' اس نے خیریت ہی کی خبر دی کہ آپ کو انشاء اللہ کمک ملنے والی ہے لیکن درحقیقت وہ قاصد یہ خبر لایا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ۲۲ جمادی الاخری ۱۳ھ کو وفات پا گئے اور یہ کہ آئندہ مسلمانوں کی امارت کے فرائض حضرت ابوعبیدہؓ سرانجام دیں گے' حضرت خالدؓ کو جب یہ خبر پہنچی اور ساتھ ساتھ اس کا بھی علم ہوا کہ ابھی تک لشکر کو اس بات کا علم نہیں ہوا تو حضرت خالدؓ نے قاصد سے فرمایا تم نے بہت اچھا کیا اور ابھی یہ خبر کسی کو نہ بتانا' آپؓ نے وہ خط چھپالیا تا کہ لشکر کو اس کا علم نہ ہو وگرنہ انہیں اس واقعہ سے قلق ہوتا۔

لڑائی جاری رہی یہاں تک کہ رومیوں میں کچھ کمزوری کا احساس ہوا' حضرت خالد بن ولیدؓ رومی لشکر کے درمیان کی طرف بڑھے اور اس گھمسان کی لڑائی میں خود کو جھونک دیا' آپ رومی لشکر کے قلب میں جا گھسے کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے' نیزوں کی لڑائی کے لئے یہ جگہ بڑی موزوں تھی کیونکہ بھاگنے کا کوئی موقع نہیں تھا' آپؓ کے اس حملہ سے رومیوں کے قدم اکھڑ گئے اور ان کا جدھر منہ اٹھا دوڑ پڑے' کوئی صحراء کی طرف بھاگ رہا تھا اور کسی کا رخ شہروں کی طرف تھا۔ آپؓ کے اس حملہ کے بعد کچھ رومی اپنی خندقوں کیطرف بھاگے تا کہ انہیں پناہ مل سکے لیکن آپؓ نے انہیں کہیں بھی معاف نہیں فرمایا اور رومیوں کے ہاتھوں کھودی گئی خندقوں کو انہی رومیوں کی لاشوں سے پاٹ دیا' حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے چار سو سواروں کے ساتھ موت پر بیعت کی تھی جس میں حضرت ضرار بن الازور بھی تھے' یہ حضرات خوب لڑے اور بہت سے شہید ہوئے جبکہ کچھ زخمی ہوئے' اللہ تعالیٰ نے اس معرکہ میں مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی جبکہ تین ہزار افراد نے جام شہادت نوش کیا' جن میں عکرمہ بن ابی جہل اور ان کے بیٹے بھی شامل تھے' شام فتح ہو گیا اور حضورؐ کا یہ معجزہ پورا ہو گیا جو انہوں نے اپنی زبان سے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے شام کی چابیاں دیدی گئیں اور مسلمانوں نے سرخ محلات کو دیکھ لیا جیسے کہ آپؐ نے دیکھا تھا۔

فتح فارس:

اب ہم فتح فارس کا ذکر کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تھا' اللہ اکبر' واللہ! میں اس جگہ سے مدائن کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں' اور جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت ان پر چڑھائی کرے گی اور کامیاب ہوگی'' آپؐ کی زبان فیض ترجمان سے اس معجزہ کا اظہار ۵ھ میں ہوا اور اس معجزہ کا تحقق ۱۶ھ میں ہوا یعنی آپؐ کی وفات کے چھ سال بعد' اور آپؐ کے اس فرمان کے گیارہ سال بعد' لیکن یہ عظیم معجزہ کس طرح رونما ہوا اور مسلمانوں کا لشکر کس طرح دنیا کی سب سے بڑی طاقت کے دارالحکومت میں داخل ہوا؟ ایران اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھا کیونکہ اس وقت روم کو یرموک کے میدان میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست ہو چکی تھی' مدائن شاہ فارس کسریٰ کا دارالحکومت تھا' کسی شخص نے کبھی یہ سوچا بھی نہ تھا کہ مسلمان کئی دریا اور نہریں عبور کر کے مدائن فتح کر لیں گے' لیکن مسلمانوں کو اس پر یقین تھا کیونکہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ میری امت مدائن پر چڑھائی کرے گی اور فتح یاب ہوگی۔

اس معجزہ کا ظہور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ہاتھوں فتح بہرہ سیر کے بعد ہوا' یہ شہر بغداد کے قریب واقع ہے' جب حضرت سعدؓ بہرہ سیر میں داخل ہوئے تو آپؓ نے کشتیاں طلب کیں تا کہ مسلمان مدائن کی طرف دریا عبور کر سکیں' لیکن کشتی نامی کوئی چیز بھی آپؓ کے ہاتھ نہ لگ سکی' آپ بہرہ سیر کئی روز ٹھہرے رہے' ایک روز چند کفار فارس نے آپؓ کو دریا کا ایک مقام بتایا جہاں سے دریا عبور کیا جا سکتا تھا' لیکن آپؓ اس میں متردد ہی رہے' پھر آپؓ نے ایک روز خواب دیکھا کہ مسلمانوں کے لشکر نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈالے اور اسے عبور کر لیا۔ یہ خواب دیکھ کر آپؓ نے دریا عبور کرنے کا عزم مصمم کر لیا تا کہ ان کے خواب کی تعبیر سامنے آ سکے' آپؓ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: تمہارا دشمن دریا کے سبب تم سے محفوظ ہے' تم اس تک نہیں پہنچ سکتے اور وہ جب چاہے تم تک پہنچ سکتا ہے اور اپنی کشتیوں میں بیٹھ کر حملہ کر سکتا

ہے، تمہارے پیچھے کوئی ایسی چیز نہیں جس کا تمہیں ڈر ہو، میری رائے یہ ہے کہ تم اپنی نیت درست کر کے جلد ہی دشمن پر حملہ کر دو، قبل اس کے کہ تم دنیا کے نرغے میں آ جاؤ، میں یہ دریا عبور کرنے کا پختہ ارادہ کر چکا ہوں''۔ یہ سن کر تمام لشکر کہنے لگا، ہم بھی آپؓ کے ساتھ ہی عبور کریں، آپؓ کا جو ارادہ ہو کر گذریں، آپؓ نے لشکر کو دریا عبور کرنے کا کہا اور فرمایا تم میں سے کون ابتداء کرے گا جو ہمیں کنارے کا دفاع فراہم کرے تا کہ رومی ہمیں دریا عبور کرنے سے نہ روک سکیں۔ اسلام کے شیر دل مرد حضرت عمرو بن العاصؓ یہ سن کر آگے بڑھے، آپؓ کے پیچھے نجد کے چھ سو آدمی بھی آگے بڑھے، حضرت عاصم بن عمروؓ کو ان کا امیر بنا دیا گیا، آپؓ اپنے جانبازوں کو لے کر چلے اور دجلہ کے کنارے کھڑے ہو گئے، پھر حضرت سعدؓ نے فرمایا ''دجلہ عبور کرنے میرے ساتھ کون آئیگا؟ تا کہ ہم دشمن سے مسلمانوں کی حفاظت کر سکیں اور انہیں دجلہ عبور کرنے میں مدد دیں، ساٹھ نوجوان آگے بڑھے، حضرت سعدؓ نہر کے کنارے کی طرف بڑھے، تردد کرنے والوں کو دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا: کیا تم ڈر رہے ہو؟ پھر آپؓ نے قرآن مقدس کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا﴾ (ال عمران: ۱۴۵)

''اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدوں حکم خدا کے اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی ہوتی ہے''

پھر آپؓ نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور دریا میں ڈال دیا، آپؓ کے ساتھیوں نے بھی اسی طرح کیا، جب رومیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں نے گھوڑے دریا میں ڈال دئے تو انہوں نے بھی مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے اپنے گھوڑے دریا میں ڈالے تا کہ مسلمانوں سے دریا میں دست بدست لڑا جا سکے، جب حضرت عاصمؓ دوسرے کنارے کے قریب پہنچے تو رومیوں نے آپؓ کو آلیا۔ آپؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا نیزے مارو، نیزے مارو، ان کی آنکھوں میں شروع ہو جاؤ، مسلمانوں نے رومیوں کی آنکھوں میں نیزہ

بازی کی۔ مزاحمت کرنے والے رومی کچھ قتل ہوئے، کچھ آنکھوں سے ہاتھ دھو بیٹھے، نیز ان کے گھوڑے بھی بے قابو ہو گئے، لہذا باقی ماندہ رومیوں نے کنارہ سے بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی اس طرح ساٹھ مسلمان دجلہ عبور کر کے دوسرے کنارہ پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے، کچھ ہی دیر بعد حضرت عاصمؓ چھ سو کے دستے کے ساتھ ان سے جا ملے۔

جب حضرت سعدؓ نے دیکھا کہ عاصمؓ نے دوسرے کنارے پر پہنچ کر رومیوں کو بھگا دیا ہے تو انہوں نے لشکر کو حکم دیا کہ گھوڑے دریا میں ڈالدو اور کہو ''ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں، ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، کوئی طاقت اور کوئی قوت نہیں ہے مگر اللہ ہی کی جو بلند اور بڑے ہیں، مسلمانوں کا لشکر موجوں کے دوش پر آگے بڑھا، دجلہ کی موجیں اٹھ اٹھ کر اسلام کے ان جانبازوں کی زیارت کر رہی تھیں۔ مسلمان اپنے گھوڑوں پر بغیر کسی اہتمام کے آپس میں باتیں کرتے ہوئے اس طرح آگے بڑھ رہے تھے جس طرح کہ زمین پر سفر کر رہے ہوں۔ حضرت سلمان فارسیؓ حضرت سعدؓ کے پیچھے اپنے گھوڑے پر سوار آگے بڑھ رہے تھے، حضرت سعدؓ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے ''ہمارے لئے اللہ کافی ہے جو بہترین کارساز ہے، اللہ تعالیٰ ضرور بہ ضرور اپنے دوستوں کی مدد کریں گے، اپنے دین کو غالب کریں گے اور اپنے دشمن کو شکست سے دوچار کریں گے''۔ یہ وہی الفاظ ہیں جو آنحضرتؐ کی زبان سے معجزۃً ارشاد ہوئے تھے جب آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا ''مجھے فارس کی چابیاں دیدی گئیں''، حضرت سعدؓ اسی دجلہ کے اندر یہ بھی فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو ضرور شکست دے گا اگر مسلمانوں کے لشکر میں سرکشی یا اتنے گناہ نہ ہوں جو نیکیوں پر غالب آجائیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ آپؓ سے کہنے لگے'' واللہ! اسلامی لشکر کے لئے دریا بھی اس طرح مسخر ہو گیا، جس طرح زمین مسخر تھی، اس خدائے برتر کی قسم جس کے قبضہ میں مسلمان کی جان ہے کہ اس دریا میں جس طرح فوجیں داخل ہوتی ہیں اسی طرح نکل بھی جائیں گی، مسلمان سوار اور پیادہ تمام دریائے دجلہ میں اتر گئے اور اسے عبور کر کے دوسرے کنارے پر جا پہنچے، دوسرے کنارے پر پہنچے تو گھوڑوں نے ہنہنا کر اپنی فتح مندی کا اعلان کیا، جب رومیوں

نے یہ منظر دیکھا تو دم دبا کر بھاگے کہ پیچھے مڑ کر دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا' مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا حتی کہ مدائن کے قصر ابیض تک جا پہنچے اس میں کچھ لوگ قلعہ بند تھے۔ مسلمانوں نے ان کے سامنے تین حل پیش کئے کہ تمہیں سے جسے چاہیں پسند کر لیں' انہوں نے پوچھا کہ وہ حل کیا ہیں تو مسلمانوں نے بتایا (۱) اسلام' اگر تم اسلام لے آؤ پھر ہم اور تم برابر ہیں جو احکام ہم پر لاگو ہوتے ہیں وہی تم پر لاگو ہوں گے (۲) جزیہ (۳) اگر تم ان دو میں سے کسی کو بھی پسند نہیں کرتے تو پھر قتال اور جنگ ہے' رومی یہ سن کر کہنے لگے کہ ہمیں درمیان والی چیز یعنی جزیہ قبول ہے' یوں حضرت سعد بن ابی وقاص کسریٰ کے دارالحکومت مدائن میں فاتحانہ داخل ہو گئے' یہاں تک کہ ان کے آخری قلعہ میں ایوان کسری تک جا پہنچے' آپؓ نے ایوان قالینوں' جواہرات اور دیگر عالیشان چیزوں کو دیکھا اور قرآن مقدس کی یہ آیت تلاوت کی:

﴿كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾ (الدخان: ۲۵۔۲۸)

''وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور اکرام کے امان جن میں وہ خوش رہا کرتے تھے چھوڑ گئے اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا مالک بنا دیا''

آپؓ نے اس محل میں صلوٰۃ صبح کی آٹھ رکعات بغیر انفصال کے ادا کیں اور اس ایوان کو مسلمانوں کی مسجد بنا دیا' اس ایوان میں چونے کی کچھ تصاویر بھی بنی ہوئی تھیں جنہیں مسلمانوں نے اسی حال پہ رہنے دیا' آپؓ نے اقامت کا ارادہ کیا اور مکمل نماز پڑھنا شروع کر دی' آپؓ نے مدائن میں اپنا پہلا جمعہ صفر ۱۶ھ میں ادا کیا۔

یوں آپ ﷺ کا یہ معجزہ بھی آپ ﷺ کے فرمان کے گیارہ سال بعد محقق ہو گیا جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ اکبر' مجھے فارس کی چابیاں دیدی گئیں' واللہ! میں مدائن کے سفید

محلات اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

فتح یمن:

آپؐ نے فرمایا "اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں دیدی گئیں، واللہ! میں صنعاء کے دروازوں کو اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں"۔ آپؐ نے اپنی تیسری ضرب میں مدینہ منورہ کی خندق ہی سے صنعاء کے دروازے دیکھ لئے تھے، آپ کا یہ معجزہ آپؐ کے اس قول کے چھ سال بعد ۱۱ھ میں رونما ہوا، لیکن آپؐ کا یہ معجزہ کیسے وقوع پذیر ہوا؟ ہم ذیل میں اسے ذکر کرتے ہیں، صنعاء یمن کا دارالحکومت تھا جس پر ایک شخص قیس بن عبد یغوث کی حکومت تھی، اور "باذان" رومیوں کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا، جب اس نے اسلام قبول کیا تو آپؐ نے اس کی حکومت کو برقرار رکھا، اور باذان کی وفات کے بعد آپؐ نے اس کے بیٹے کو صنعاء کا امیر بنادیا اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان علاقوں کا معلم مقرر کیا گیا، حضرت معاذؓ ان شہروں میں ہر شہر کا ایک والی مقرر کر کے دوسرے شہر منتقل ہو جاتے تھے۔

آپؐ کی وفات سے قبل قحطان کے قبیلہ عنس کے ایک آدمی اسود عنسی جو کہ ایک کاہن اور نجومی تھا نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کہنے لگا کہ میں نبی ہوں، یمن کے کچھ عرب اس کے ساتھ مل گئے جس سے اسے کافی قوت و طاقت حاصل ہوئی، اسی طاقت کے بل بوتے پر اس نے جزیرۂ عرب میں نجران کے علاقے پر چڑھائی کی اور اسے زیر نگیں کرلیا، اسود عنسی کی جماعت میں کھلان کے قبیلہ مذحج نامی کے داخل ہونے سے اسے کافی مالی استحکام حاصل ہوا، اس تمام کے بعد اسود عنسی نے صنعاء یمن پر چڑھائی کی، ایک مہینے کی لڑائی کے بعد وہ اس شہر پر قابض ہوا، یمنی فوج فرار ہوگئی جبکہ امیر شہر مقابلہ میں مارا گیا، اسود عنسی نے شہر بن باذان کی بیوی سے نکاح کرلیا، اردگرد کے علاقوں میں اس کی اس فتح سے کافی شہرت ہوئی اور لوگ آکر اسکے حلقۂ اطاعت میں شامل ہو گئے، یمن کے شہر کے امیروں نے آنحضرتؐ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا تو آنحضرتؐ نے صنعاء کے لوگوں کو خط لکھا کہ وہ دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہیں اور جیسے جیسے ممکن ہو اسود عنسی سے گلو

خلاصی کرائیں۔ لوگوں نے آپؐ کے حکم مبارک پر عمل کرنا چاہا لیکن معاملہ ان کے بس سے باہر تھا کیونکہ اسود عنسی کے گرد ایک بڑا لشکر جمع تھا' مسلمان اسی فکر میں تھے کہ اسود عنسی کو کیسے شکست دیں اسی دوران اسود عنسی اپنے سالار قیس بن عبد یغوث پر ناراض ہوا جس سے قیس کے دل میں اس کی نفرت پیدا ہوئی لیکن اس نے اسود کے سامنے منافقت سے کہا کہ آپ مجھ سے عظیم اور برتر ہیں' میں آپ کے بارہ میں ایسا کیسے سوچ سکتا ہوں؟ اسود عنسی نے یہ سن کر اسے معاف کر دیا اور کہا کہ میں نے تیری توبہ قبول کر لی۔

اس واقعہ سے مسلمانوں کو اسود عنسی کے خلاف کام کا موقع ہاتھ آ گیا۔ انہوں نے قیس کو اسود کے خلاف کام پر اکسایا جسے قیس نے قبول کر لیا' پھر مسلمان شہر بن باذان کی بیوی جس سے اب اسود نے شادی رچالی تھی کے پاس گئے اور اسے اسود کے خلاف کام کا کہا' اس نے مسلمانوں کے ساتھ خوب تعاون کیا اور کہنے لگی: واللہ! مجھے خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بغض اسی کے ساتھ ہے' یہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حق ادا نہیں کرتا اور لوگوں پر ظلم کرتا ہے' جب تم اس کے خلاف کوئی کاروائی کرنا چاہو تو مجھے بتا دینا''۔ جب آنحضرتؐ کا خط اہل نجران تک پہنچا تو انہوں نے اسود عنسی کے ساتھ جہاد کا ارادہ کیا' وہ رات کے وقت اسود عنسی کے محل میں پہنچے اور اس کی بیوی کی مدد سے اسے ٹھکانے لگا دیا' صبح کے وقت ان سرفروشوں نے اسود عنسی کے قتل کا اعلان کیا' یہ خبر سن کر اسود کا لشکر صنعا و نجران کی طرف بھاگ کھڑا ہوا' مسلمانوں نے ان تمام حالات کی خبر سرکارِ دو عالمؐ کو مدینہ منورہ بھیجی لیکن آپؐ اس جہان فانی سے پردہ پوش ہو چکے تھے۔ قیس بن عبد یغوث نے اگرچہ اسود کے قتل میں مسلمانوں کی مدد کی تھی لیکن وہ دوبارہ مرتد ہو گیا اور اسود کے مفرور لشکر کو اکٹھا کر کے مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کی اور صنعاء پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو وہاں سے بھگا دیا' نیز اسی نے اپنے ساتھ حمیر قبیلہ کو بھی ملا لیا اور صنعاء میں اسیطرح ٹھاٹھ باٹھ سے رہنے لگا جس طرح کہ اسود رہتا تھا' لیکن عجمی مسلمان اور وہ قبائل جو ابھی تک حلقہ بگوش اسلام تھے قیس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور فیروز کو اپنا امیر بنا کر قیس سے لڑائی شروع کر دی' لڑائی میں قیس کو شکست ہوئی اور وہ صنعاء چھوڑ کر اسی جگہ جا پہنچا جہاں اسود

عنسی قتل ہوا تھا' اسی دوران مدینہ منورہ سے مہاجر بن امیہ کی قیادت میں مجاہدین کا لشکر آ پہنچا اور ساتھ ہی حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل بھی اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گئے' اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو فتح عطا فرمائی اور مرتدین کو شکست سے دوچار فرمایا' قیس اور عمرو بن معدیکرب گرفتار ہوئے' مجاہدین نے انہیں قید کر کے مدینہ منورہ بھیج دیا جہاں انہوں نے توبہ کی' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انکی توبہ قبول کی اور وہ دونوں مسلمان ہو کر اپنی قوم میں واپس آ گئے' اس طرح یمن کی چابیاں مسلمانوں کو عطاء کر دی گئیں اور آنحضرتؐ کا وہ معجزہ ثابت ہو گیا جو انہوں نے ارشاد فرمایا تھا۔

(کھانے پینے کے معجزات)

دودھ کا پیالہ اور حضرت ابو ہریرہؓ:

حضرت ابو ہریرہؓ اصحاب صفہ میں سے تھے جن کے پاس نہ کوئی گھر بار تھا اور نہ مال واسباب۔ حضرت ابو ہریرہؓ یہ معجزہ نقل فرماتے ہیں کہ ''واللہ! ایک دن مجھے شدید بھوک لگی جس کے سبب میں نے پیٹ پر پتھر باندھ لئے' میں اس راستے پر جا بیٹھا جہاں سے لوگ گذرتے تھے' حضرت ابوبکرؓ گذرے' میں نے ان سے قرآن مقدس کی ایک آیت کے متعلق سوال کیا' میں نے یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ میں ان کے پیچھے چلتا چلتا ان کے گھر پہنچ جاؤں گا اور وہ مجھے کھانا کھلا دیں گے' لیکن حضرت ابوبکرؓ نے ایسا نہیں کیا' پھر حضرت عمرؓ گذرے' میں نے ان سے بھی قرآن مقدس کی ایک آیت کے متعلق اسی لئے سوال کیا کہ میں ان کے ساتھ ان کے گھر پہنچ جاؤں اور وہ مجھے کھانا کھلا دیں' لیکن انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا' پھر آنحضرتؐ گذرے' انہیں میرا چہرہ دیکھ کر میرے دل کی خواہش کا علم ہو گیا' انہوں نے فرمایا اے ابو ہریرہؓ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا میرے ساتھ آؤ' میں ساتھ ہو لیا' گھر کے قریب پہنچ کر گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی' مجھے اجازت مل گئی' میں گھر میں داخل ہوا تو ایک دودھ کا پیالہ موجود تھا' آنحضرتؐ نے گھر

والوں سے پوچھا' یہ دودھ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ انہوں بتایا کہ فلاں یا آل فلاں نے ہدیہ بھیجا ہے' آپؐ نے مجھے آواز دی ابا ھرؓ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلالاؤ' حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ مہمانان اسلام تھے جنکے پاس نہ ہی گھر تھا اور نہ ہی مال و اسباب' جب بھی آنحضرتؐ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو اس میں سے کچھ آپؐ لے لیتے اور باقی اصحاب صفہ کی طرف بھیج دیتے اور اگر کوئی صدقہ آتا تو وہ تمام کا تمام اصحاب صفہ کی طرف بھیج دیتے' اس میں سے خود کچھ بھی نہ لیتے' جب آنحضرتؐ نے مجھے اصحاب صفہ کو بلانے بھیجا تو مجھے پریشانی لاحق ہوئی کیونکہ میں چاہتا تھا کہ میں فی الفور دودھ پی لوں تاکہ ایک دن رات گذارہ ہو سکے۔ اب جب کہ آنحضرتؐ نے مجھے انہیں بلانے کے لئے بھیجا ہے تو آپؐ دودھ بھی مجھے عطا فرمائیں گے کہ میں انہیں پلادوں' اگر وہ تمام یا اکثر لوگ اس دودھ کو پئیں گے تو اس میں کیا بچے گا؟ حضرت ابو ہریرہؓ پر اتنی بھوک غالب تھی کہ وہ اس سوچ میں پڑ گئے کہ اگر اصحاب صفہ نے دودھ پینا شروع کر دیا تو ان کے لئے کچھ بھی نہ بچے گا کیونکہ اصحاب صفہ کی تعداد اچھی بھلی تھی' حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے آنحضرتؐ کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا' میں اصحاب صفہ کی طرف گیا اور انہیں بلالایا' وہ آئے اور آنحضرتؐ سے اجازت طلب کی' انہیں اجازت ملی اور وہ آنحضرتؐ کے گھر میں داخل ہو کر بیٹھ گئے' آپؐ نے فرمایا' اے ابو ہریرہؓ! دودھ کا پیالہ لو اور انہیں دو' میں نے پیالہ لیا اور انہیں پلانا شروع کر دیا۔ ایک آدمی پیالہ پکڑتا' دودھ پیتا اور جب سیراب ہو جاتا تو دوسرے کو دیدیتا' یہاں تک کہ تمام اصحاب صفہ نے دودھ پی لیا' پھر میں آنحضرتؐ کی طرف متوجہ ہوا اور آپؐ کی خدمت میں پیالہ پیش کیا۔ آپؐ نے اپنے دست مبارک میں پیالہ پکڑا' اس میں تھوڑا سا دودھ باقی تھا' آپؐ نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا اور حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ابا ہریرہؓ! حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ' آپؐ نے فرمایا میں اور تم باقی رہ گئے' حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھو اور پیو۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے پیالہ ہاتھ

میں لیا اور دودھ پینا شروع کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ سے سر اٹھایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'پیو' آپؓ نے پھر دودھ پینا شروع کر دیا۔ جب بھی آپؓ سر اٹھاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہی ارشاد فرماتے کہ پیو، پیو حتی کہ آپؓ خوب سیر ہو گئے۔ اور وہ بھوک یکسر غائب ہو گئی جسکے سبب آپؓ کو آنتوں میں درد محسوس ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہؓ پیو! حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا کہ میرے اندر بالکل گنجائش نہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پیالہ مجھے دیدو۔ آپؓ نے پیالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ماندہ دودھ پی لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ اور نبوت کی دلیل اس طرح ظاہر ہو گئی کہ ایک پیالہ جس سے ایک مرد تو کیا ایک چھوٹا بچہ بھی سیر نہیں ہو سکتا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں وہ پیالہ پہنچا تو ایک پوری بھوک زدہ جماعت کو کافی ہو گیا۔ یقیناً یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا معجزہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بھی ملاحظہ ہو کہ پہلے تمام جماعت کو دودھ پلایا۔ جب وہ تمام سیر ہو گئے تو پھر باقی ماندہ دودھ خود نوش فرمایا۔

گھی کا برتن خالی کرنے کے بعد پھر بھر گیا:

حضرت انس بن مالکؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم مطیع تھے۔ اور آپؓ کی والدہ حضرت ام سُلیمؓ صحابیہ رسول تھیں۔ آپ کا گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک کے قریب ہی تھا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک میں کھانا وافر ہوتا تو وہاں سے کھانا لے لیتیں اور اگر اپنے گھر میں کھانا زیادہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بھیج دیتیں۔ حضرت انس بن مالکؓ ایک قصہ جو درحقیقت ایک معجزہ ہے روایت کرتے ہیں کہ میری والدہ ام سُلیمؓ کی ایک بکری تھی۔ جسے دوھ کر والدہ صاحبہ گھی جمع کیا کرتی تھیں، ایک بار گھی کا بھرا ہوا ڈبہ آپؓ نے اپنی ربیبہ یا خادمہ کے ہاتھ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور خادمہ سے کہا کہ یہ ڈبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اسے تناول فرمالیں گے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی اور کہنے لگی یارسول اللہؐ! یہ گھی کا ڈبہ ام سلیمؓ نے آپکی خدمت میں بھیجا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈبہ خالی کردو۔ چنانچہ ڈبہ خالی کر کے آپؐ کی ربیبہ کو دیدیا وہ لے گھر پہنچی، آپؓ گھر میں نہیں تھیں۔ آپؓ کی ربیبہ نے وہ ڈبہ دیوار میں گڑی ایک کیل کے ساتھ لٹکا دیا۔ جب ام سلیمؓ گھر پہنچیں تو دیکھا کہ ڈبہ مکمل بھرا ہوا ہے اوراس سے گھی کے قطرے گر رہے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: ربیبہ! میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ یہ ڈبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچادو۔ تم نے کیوں نہیں پہنچایا؟ ربیبہ کہنے لگی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا چکی، یقین نہیں آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصدیق کرلیں، حضرت ام سلیمؓ کو بہت تعجب ہوا۔ انہوں نے ربیبہ کو ساتھ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں پہنچیں تو پوچھنے لگیں۔ یارسول اللہؐ! میں نے ربیبہ کے ہاتھ گھی کا ڈبہ بھجوایا تھا کیا وہ لے آئی ہے؟۔ آپؐ نے فوراً جواب دیا جی ہاں، وہ لے آئی ہے۔

حضرت ام سُلیمؓ فرمانے لگیں: اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے وہ ڈبہ تو گھی سے بھرا ہوا ہے اوراس سے گھی ٹپک رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا! اے ام سلیمؓ جیسے تو اللہ کے نبی کو کھلاتی ہے اس طرح اگر اللہ تجھے کھلا دے تو کیا تعجب ہے؟ کھاؤ پیو! حضرت ام سلیمؓ گھر پہنچیں تو ڈبہ میں سے کچھ گھی نکال لیا تا کہ قطرے نہ گریں اور باقی گھی گھر والوں نے مہینہ یا دو مہینے استعمال کیا۔ یقیناً یہ بھی آپؐ کا معجزہ تھا ورنہ خالی برتن کیسے گھی سے بھر سکتا ہے، اوراس میں اتنی برکت کیسے ہوسکتی ہے؟

تھوڑے سے کھانے سے بہت سے افراد سیر ہو گئے:

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کا اسلام میں بہت بڑا حصہ ہے۔ آپؓ نے اس خاتون یعنی ام سُلیمؓ سے شادی کی جو قبولیت اسلام میں آپ پر سبقت لے گئیں۔ حضرت ام سلیمؓ نے اسلام قبول کیا اور انہیں شادی کی دعوت دی۔ لیکن اگر لوگوں کو اسکی وقیمت معلوم ہو جائے تو آپؓ کا مہر بہت مہنگا تھا۔ جب حضرت ابوطلحہؓ نے آپؓ سے شادی کرنے تشریف لائے تو آپؓ فرمانے لگیں: میرا مہر یہ ہے کہ آپ اسلام قبول کرلیں۔ یوں حضرت ابوطلحہ حلقہ بہ گوش اسلام ہو گئے اور حضرت ام سلیمؓ سے شادی فرما کر دینی و دنیوی دونوں سعادتوں سے بہرہ مند ہوئے، آپؓ میاں بیوی دونوں کی ساری زندگی دعوت حق کے اندر مدینہ منورہ میں گزری۔ حضرت انسؓ ان کا ایک عجیب قصہ نقل فرماتے ہیں جو درحقیقت آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوطلحہؓ نے حضرت ام سلیمؓ سے کہا: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی اس میں نقاہت محسوس ہوئی، معلوم ہو رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک لگی ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت ام سلیمؓ فرمانے لگیں: جی ہاں، یہ کہہ کر آپؓ نے آٹے کی روٹیاں تیار کیں اور گرم گرم دوپٹے میں لپیٹ کر خادم رسولؓ حضرت انسؓ کے ہاتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیں۔ حضرت انسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو دیکھ کر پوچھا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ حضرت انسؓ نے فرمایا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے صحابہؓ سے فرمایا۔ کھڑے ہو جاؤ۔ آپ ﷺ انہیں لیکر حضرت ابوطلحہ کے گھر پہنچے۔ جب حضرت ابوطلحہؓ نے آپ ﷺ اور دیگر صحابہؓ کو دیکھا تو حضرت ام سلیمؓ سے کہنے لگے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر لوگ آرہے ہیں اور ہمارے پاس انہیں کھلانے کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت ام سلیمؓ کہنے لگیں: اللہ

ورسولہ اعلم۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیمؓ کے گھر پہنچے تو فرمانے لگے: ام سُلیمؓ! جو کچھ ہے لے آؤ، آپ وہی روٹی لے آئیں، آنحضرتؐ نے حکم فرمایا کہ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنادو۔ حضرت ام سلیمؓ نے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنائے اور ان پر گھی بھی ڈال دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پڑھا اور فرمایا دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دیدو۔ دس آدمی آئے سیر ہوکر کھایا اور واپس چلے گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دیدو۔ مزید دس آدمی آئے اور کھا کر چلے گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دیدو۔ پھر مزید دس آدمی آئے اور کھا کر چلے گئے۔ اسی طرح دس آدمی آتے رہے اور کھاتے رہے حتیٰ کہ تمام لوگ کھانا کھا کر خوب سیر ہوگئے، ان کی تعداد ستر یا اسی تھی۔ کیا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ نہیں ہے؟ واللہ! یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ تھوڑا سا کھانا اسّی آدمیوں کے لئے کافی ہوگیا۔

کھانے میں اضافہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کھانے میں اضافہ کا معجزہ مختلف اوقات میں مختلف جگہ بہ کثرت رونما ہوا، اسی طرح کا ایک واقعہ غزوۂ تبوک میں بھی پیش آیا۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ غزوۂ تبوک کا سفر انتہائی مشقت اور عسرت میں کیا گیا، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ انتہائی گرمی کے موسم میں پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان سفر جاری رکھے ہوئے تھے، باوجودیکہ حضرت عثمانؓ اور دیگر صاحب مال صحابہ کرامؓ نے مسلمانوں کی مالی معاونت کی تھی لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کے پاس اشیاء خوردونوش کی قلت کے ساتھ ساتھ سواری اور وزن اٹھانے کے لئے اونٹوں کی بھی ناقابل بیان حد تک قلت تھی، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے، مسلمانوں کو کھانے کی حاجت ہوئی، لیکن کھانے کو کچھ نہ تھا، لہذا رائے یہ ٹھہری کہ اونٹوں کو ذبح کرلیا جائے، صحابہؓ نے آنحضرتؐ سے اجازت چاہی، آپؐ نے

شدید ضرورت دیکھ کر اجازت مرحمت فرمادی، جب یہ خبر حضرت عمرؓ تک پہنچی تو آپؓ نے اس پر اعتراض کیا کہ اس سے مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیف ہوگی، اونٹوں کے بغیر سفر کی مشقت اور لڑائی کی تکلیف سے ہوسکتا ہے کہ بعض مسلمانوں کو اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں، کیونکہ سفر انتہائی پر مشقت ہے جسے اونٹوں کے بغیر عبور کرنا تقریباً ناممکن ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھنے لگے یا رسول اللہ! جن اونٹوں پر بیٹھ کر ہم نے دشمن تک پہنچنا ہے کیا انہیں ذبح کیا جا رہا ہے؟ یعنی آپؐ کا اونٹوں کو ذبح کرنے کا حکم محل نظر ہے؟ اس پر دوبارہ غور کر لیا جائے، حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے سامنے حل پیش کیا کہ صحابہؓ کے پاس موجود تمام سامان کو منگوا لیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس میں برکت کی دعاء فرمادیں، آپؐ نے فرمایا: ہاں اے عمر! تمام سامان جمع کر لیا گیا، آنحضرتؐ نے دعاء فرمائی اور لوگوں سے فرمایا کہ اپنے اپنے برتن بھر لیں، صحابہؓ نے جب اپنے برتن بھرے تو دیکھا کہ کھانا بہت زیادہ اور کثیر ہو چکا تھا، آپؐ نے فرمایا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں، جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس بات پر شک کئے بغیر ملے گا وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ اس طرح کھانے میں اضافے کے معجزات کتبِ حدیث میں بہ کثرت موجود ہیں۔

ام معبدؓ کی بکری:

جب آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی تو آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے خروج اور ہجرت کی اجازت دیدی ہے'' یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھی ہمراہ چلتا ہوں، آپؐ نے فرمایا چلو، آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ دونوں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر کی پچھلی سمت کے چھوٹے دروازے سے نکلے اور عازم مدینہ ہوئے حتی کہ دونوں غارِ ثور پہنچ گئے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دیدیا تھا کہ صبح وشام وہ لوگوں کے متعلق انہیں بتائے کہ لوگ ان کے بارہ میں کیا کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح آپؓ

نے اپنے غلام حضرت عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ وہ روزانہ صبح شام بکریاں چراتے ہوئے ان کے پاس غارِ ثور میں آئے تاکہ آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ دونوں بکریوں کا دودھ پی سکیں۔ جب حضرت عبداللہ یا حضرت اسماء آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے لئے کھانا لاتیں تو حضرت عامر بکریاں لے کر ان کے پیچھے پیچھے رہتے تھے تاکہ لوگوں کو آنحضرتؐ کا ٹھکانا معلوم نہ ہو سکے۔ آنحضرتؐ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تین روز تک غارِ ثور میں رہے' جب تین روز گذر گئے اور لوگ آنحضرتؐ کی تلاش سے مایوس ہو گئے تو ان کے پاس عبداللہ بن اریقط آئے جس سے دو سواریاں کرایہ پر لی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ سے عرض کیا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں' سوار ہو جائیں' اس طرح دونوں حضرات مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ راستہ میں حضرت ام معبدؓ عاتکہ بنت خالد کا ڈیرہ تھا' آپؓ بنی خزاعہ کے قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ جب آنحضرتؐ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اس کے ڈیرہ پر پہنچے تو وہ اپنے ڈیرہ میں موجود تھیں۔ آپؓ اپنے ڈیرہ پر ہی رہتیں اور مسافروں کو اشیاءِ خورد و نوش مہیا کرتیں۔ آنحضرتؐ نے ان سے گوشت یا کھجور کے متعلق دریافت فرمایا تاکہ خرید لیں۔ لیکن ام معبدؓ کے پاس کچھ بھی میسر نہ تھا۔ آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ کو شدید بھوک لگی ہوئی تھی۔ آپؐ نے ڈیرہ کے قریب کھڑی ایک بکری کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: ام معبدؓ یہ کیسی بکری ہے؟ وہ کہنے لگیں کہ بیماری کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ساتھ نہیں جا سکتی۔ اس لئے یہیں نظر آ رہی ہے' آپؐ نے پوچھا' دودھ دیتی ہے؟ وہ کہنے لگیں کہ ضعف اور کمزوری کی وجہ سے یہ دودھ نہیں دیتی۔ آپؐ نے فرمایا مجھے دودھ دوہنے کی اجازت ہے۔ وہ تعجب سے کہنے لگیں: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں' اگر اس میں دودھ نظر آتا ہے تو دوھ لیں۔ آپؐ نے بکری کو بلایا' اس کے تھن پر دست مبارک رکھا' اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور دعاء کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے تھن میں دودھ اتر آیا۔ آپؐ نے برتن منگوالیا جس میں دودھ دوہ کر پیا جا سکے۔ آپؐ نے دودھ دوہا' برتن آخر تک بھر گیا' آپؐ اور تمام ساتھیوں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا' کچھ دیر آرام کرنے کے بعد آپؐ نے پھر دودھ پیا' بعد ازاں آپؐ نے برتن میں دوبارہ دودھ نکالا' برتن پھر آخر تک بھر گیا' آپؐ وہ دودھ بھرا برتن ام معبدؓ کے پاس

چھوڑ کر خود مدینہ منورہ روانہ ہو گئے' ام معبدؓ آپؐ کا یہ معجزہ دیکھ کر آپؐ کے رخصت ہونے سے قبل ہی آپؐ پر ایمان لے آئیں۔

یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ ایک کمزور بکری جس کا دودھ بالکل خشک تھا اس کے تھن پر آپؐ نے ہاتھ مبارک رکھا تو اس نے اتنا دودھ دیا کہ نہ صرف یہ کہ آنحضرتؐ اور آپؐ کے تمام ہمراہیوں نے خوب سیر ہو کر پیا بلکہ دودھ کا ایک بھرا ہوا برتن حضرت ام معبدؓ کے پاس باقی بھی بچ گیا' جب حضرت ام معبدؓ کے شوہر بکریاں چرا کر واپس آئے اور آپؐ کے پاس دودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھا تو تعجب سے پوچھنے لگے' ام معبد! بکری کا دودھ تو خشک تھا' یہ دودھ کہاں سے آیا؟ ام معبدؓ نے فرمایا ''واللہ! ہم پر ایک مبارک آدمی کا گذر ہوا ہے جو ایسا ایسا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ ان کے بارہ میں کچھ بتاؤ' انہوں نے آپؐ کے متعلق تفصیل سے بتا دیا' یہ سن کر ان کے شوہر کہنے لگے یہ وہی قریشی ہے جس کے متعلق مکہ میں بھی اسی طرح کی باتیں ہو رہی ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ○ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ○ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا يَرٰی ○ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ○ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰی ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ○ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی﴾ (النجم:۸۔۱۸)

''پھر وہ فرشتہ نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا سو دو کمانوں کی برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل

فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی تو کیا ان سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو اور انہوں نے اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے قریب جنت الماوٰی ہے جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی انہوں نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے''

سدرہ بیری کے عظیم القامۃ درخت کو کہتے ہیں اس جیسا زمین پر ہونا ممکن نہیں' سدرہ ساتویں آسمان کے بعد واقع ہے' یہ کسی بھی دنیاوی درخت سے لاکھوں گنا بڑا ہے' اسی مقام سدرہ پر تمام انسانوں کی روحیں اور اعمال پہنچتے ہیں' نیز جو بھی حکم اوپر سے اترتا ہے وہ یہیں سے وصول کیا جاتا ہے۔ آپؐ معراج والی رات حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ ساتویں آسمان کے بعد مقام سدرہ پر بھی پہنچے' آپؐ نے سدرہ پر پہنچنے سے پہلے ایک صاف شفاف نہر دیکھی جس پر موتیوں جڑے خیمے نصب تھے' اس کے دونوں کناروں پر تروتازہ اور دل کو بھانے والے خوبصورت پرندے تھے' آپؐ نے ان پرندوں کو دیکھ کر فرمایا' اے جبرئیل! کیا ہی اچھے پرندے ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا۔ اے محمدؐ! جو ان پرندوں کو کھائے گا وہ ان سے بھی اچھا ہے' پھر جبرائیلؑ نے عرض کیا' یا محمدؐ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کونسی نہر ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں' حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا یہ نہر کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ آپ کو عطاء فرمائیں گے۔ پھر آپؐ نے ایک اور نہر دیکھی جس کا نام نہرِ رحمت ہے' آپؐ نے اس میں غسل بھی فرمایا جس سے آپؐ سے گذشتہ اور آئندہ سرزد ہونے والے خلاف اولیٰ تمام کام معاف کردئے گئے' پھر آپ کو جنت کی طرف لے جایا گیا' وہاں آپؐ نے صاف پانی کی' ذائقہ تبدیل نہ ہونے والے دودھ کی اور صاف شہد کی نہریں دیکھیں۔ آپؐ نے فرمایا' بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا' نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل پر اس کا خیال گذرا۔ آپؐ جنت سے نکلے تو آپ کو ایک فرشتہ ملا۔ اس نے آپ کو دیگر ملائکہ کی طرح مرحبا کہا' لیکن اس

کے چہرہ پر دیگر فرشتوں کی مانند تبسم نہیں تھا بلکہ اس کے مہرے پر درشتی دکھائی دیتی تھی، آپؐ کو تعجب ہوا، آپؐ نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا یہ فرشتہ کون ہے؟ اس نے مجھے دوسرے فرشتوں کی طرح خوش آمدید تو کہا لیکن اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں ہے اور نہ ہی میں نے اس جیسی جلد پہلے کبھی دیکھی ہے، حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا یہ داروغہ جہنم ہے اگر یہ آج سے پہلے کبھی ہنسا ہوتا یا آج کے بعد اسنے کبھی ہنسنا ہوتا تو یہ آپ کو دیکھ کر ضرور مسکراتا، لیکن یہ مسکراتا ہی نہیں، آپؐ نے جبرائیلؑ سے کہا تو آپ اسے نہیں کہتے کہ وہ مجھے جہنم دکھائے، حضرت جبرائیلؑ. نے عرض کیا جی ہاں! پھر حضرت جبرائیلؑ نے داروغہ جہنم ''مالک'' کو آواز دی اور کہا: محمدؐ کو جہنم دکھاؤ! مالک نے جہنم کا پردہ اٹھالیا، آگ جوش مار رہی تھی اور بلند ہو رہی تھی، یہاں تک کہ آنحضرتؐ کو یہ گمان ہوا کہ وہ سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی، اس آگ میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور اس کا غضب تھا، اگر اس آگ میں پتھر اور لوہا بھی ڈالدیا جائے تو وہ اسے بھی کھالے، آپؐ نے فرمایا جبرائیلؑ اسے کہدو کہ آگ کو اپنی جگہ پر لوٹا دے، حضرت جبرائیلؑ نے مالک کو ایسا کرنے کا کہا، تو مالک نے آگ سے کہا، بجھ جا، اور آگ اپنی جگہ پر لوٹ گئی، حضرت مالک نے اس پر دوبارہ پردہ ڈال دیا، مالک جہنم اور قیامت کے دن کے عذاب پر مامور فرشتوں کے سردار ہیں، اس کا نام قرآنِ کریم میں بھی موجود ہے۔

﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾ (الزخرف:۷۷)

''اور پکارینگے کہ اے مالک تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کردے وہ جواب دیگا کہ ہمیشہ اسی حال میں رہو گے''

پھر آنحضرتؐ کا ایک عمدہ خوشبو پر گذر ہوا، آپؐ نے جبرائیلؑ سے پوچھا: یہ کیسی خوشبو ہے؟ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا یہ فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی خاتون کی خوشبو ہے، اس کا قصہ کچھ یوں ہے کہ یہ خاتون ایک بار فرعون کی بیٹی کی کنگھی کر رہی تھیں کہ

ان کے ہاتھ سے کنگھی چھوٹ کر گر گئی، انہوں نے جھک کر کنگھی اٹھائی اور کہا بسم اللہ، فرعون کی بیٹی کہنے لگی یہ اللہ کون ہے؟ آیا میرا باپ یا کوئی اور، وہ کہنے لگیں نہیں: وہ اللہ ہے جو میرا بھی رب ہے، تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے والد کا بھی رب ہے، جب یہ خبر فرعون تک پہنچی، فرعون نے انہیں بلایا اور پوچھا کیا تمہارا میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے؟ وہ کہنے لگیں، ہاں! میرا اور تمہارا رب اللہ ہے، فرعون یہ سن کر غصہ ہوا اور بہت بڑی آگ تیار کرنے کا حکم دیا، جب آگ تیار ہوگئی تو فرعون نے حکم دیا کہ اس کی تمام اولاد کو سوائے ایک دودھ پیتے بچے کے آگ میں ڈال دو۔ پھر فرعون نے حکم دیا کہ اس خاتون کو بھی آگ میں ڈال دو، یہ اپنے شیر خوار بچے کی وجہ سے تھوڑی سی جھجھکیں تو وہ شیر خوار بچہ کہنے لگا، امی جان! آگ میں کود جائیں، کسی قسم کی جھجھک کا مظاہرہ نہ کریں کیونکہ حق پر آپ ہی ہیں۔ ماں یہ سن کر آگے بڑھیں اور آگ میں کود گئیں اور آگ نے انہیں جلا ڈالا، یہ بہترین خوشبو اسی خاتون کی ہے جو اسے آخرت میں حاصل ہوئی۔

آپؐ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، وہاں آپؐ نے جبرائیلؑ کو اصل صورت میں دیکھا، نیز آپؐ نے سدرہ کو دیکھا جسے خالقِ کل کے بہترین نور نے گھیرا ہوا تھا جسے دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی تھی، مقام سدرہ پر پہنچ کر حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا یا محمدؐ! ایسی جگہوں پر ایک حبیب کو دوسرے حبیب کے لئے اور ایک خلیل کو دوسرے خلیل کے لئے تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے، یہاں پر میرا عروج ختم ہو جاتا ہے، میں اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا، اگر میں اس سے ایک بال کے برابر بھی آگے بڑھا تو میں جل جاؤں گا، آپؐ اپنے حبیب اور خلیل کی طرف آگے بڑھیں۔

آپؐ نے خود کو محسوس کیا کہ وہ نور قدسی میں گھرے ہوئے ہیں یہاں تک اللہ تعالیٰ کا خوب قرب حاصل ہوا، قرآنِ مقدس میں ہے:

﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ (النجم: ۸-۹)

''پھر وہ فرشتہ نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا سو دو کمانوں کی برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم''

جب آنحضرتؐ خدا تعالیٰ کے انتہائی قریب ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے باتیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مانگئے، آپؐ نے عرض کیا، بیشک آپ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا، آپ نے موسیٰؑ سے تکلم فرمایا، آپ نے داؤدؑ کو ملک عظیم عطاء فرمایا، آپ نے سلیمانؑ کو ملک عطاء فرمایا اور ان کے لئے انسان و جنات اور شیاطین کو اور ہوا کو مسخر کیا اور انہیں ایسا ملک عطاء فرمایا جو ان کے بعد کسی اور کو نہیں مل سکتا، آپ نے عیسیٰؑ کو تورات و انجیل سکھائی اور انہیں ایسا بنایا کہ وہ مادرزاد اندھوں کو اور برص زدوں کو تندرست کر دیتے تھے اور وہ مُردوں کو آپ کے حکم سے زندہ کر دیتے تھے، آپ نے انہیں اور ان کی والدہ کو شیطان رجیم سے محفوظ رکھا کہ شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا''۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے فرمایا ''میں نے تمہیں خلیل بنایا، میں نے تمہیں تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، میں نے تمہارے لئے تمہارے سینے کو کھول دیا اور تم سے وہ بوجھ دور کر دیا جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی، میں نے تمہاری امت کو بہترین امت بنایا جسے لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا، میں نے آپ کو سبع مثانی عطاء کی جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں کی گئی (سبع مثانی قرآنِ کریم کی ایک سورت ہے) میں نے آپ کو نہر کوثر عطاء کی اور میں نے آپ کو آٹھ چیزیں عطاء کیں، اسلام، ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، رمضان کے روزے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اور میں نے آپ کو فاتح اور خاتم المرسلین بنایا''۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے ''مجھے میرے رب نے چھ چیزوں کے ساتھ فضیلت عطاء کی ہے مجھے فواتح کلام اور خواتیم عطاء کی گئیں اور مجھے جوامع حدیث عطاء کی گئیں، مجھے تمام لوگوں کیطرف بشیر او رنذیر بنا کر بھیجا گیا، میرے دشمن کے دل میں ایک مہینے کی مسافت سے میرا رعب ڈالدیا گیا، میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں تھیں اور میرے لئے تمام روئے زمین کو مسجد اور حصول پاکی کا ذریعہ بناد یا گیا۔

اسی معجزہ کے دوران آپؐ آسمانوں پر گئے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، اسی معجزہ کے دوران آپؐ اور آپؐ کی امت پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، جب اللہ

تعالیٰ کی طرف سے آپ کو پچاس نمازیں ملیں اور آپؐ انہیں لے کر واپس چھٹے آسمان تک پہنچے تو حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوگئی' حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا' آپؐ نے جواب دیا پچاس نمازوں کا' حضرت موسیٰؑ نے کہا واپس جائیں اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کریں' میں اس بارہ میں بنی اسرائیل کی جانب سے سختی دیکھ چکا ہوں' آپؐ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے اور تخفیف کا سوال کیا' اللہ تعالیٰ نے دس نمازوں کی تخفیف فرمائی' باقی چالیس رہ گئیں آپؐ دوبارہ حضرت موسیٰؑ کے پاس پہنچے تو انہوں نے وہی سوال دہرایا کہ آپ کو کیا حکم دیا گیا' آپؐ نے فرمایا چالیس نمازوں کا' حضرت موسیٰؑ نے کہا' اپنے رب کے پاس جائیں اور تخفیف کا سوال کریں میں بنی اسرائیل کی جانب سے سختی دیکھ چکا ہوں' آپؐ نے پھر خدا تعالیٰ کے دربار میں پہنچ کر تخفیف کی درخواست کی پھر دس نمازوں کی تخفیف ہوئی۔ حتیٰ کہ اسی طرح کرتے کرتے دن رات میں صرف پانچ نمازیں رہ گئیں' حضرت موسیٰؑ نے پھر کہا' اپنے رب کے پاس جائیں اور تخفیف کا سوال کریں کیونکہ میں بنی اسرائیل کی جانب سے سختی دیکھ چکا ہوں' تب آپؐ نے فرمایا مجھے اب بارگاہِ خداوندی میں درخواست کرتے ہوئے شرم آتی ہے' میں ایسا نہیں کرتا' آپؐ بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہوکر دس دس نمازوں کی تخفیف کراتے رہے حتیٰ کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں تو آپؐ نے فرمایا مجھے شرم آتی ہے میں اب اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسی درخواست نہیں کرتا آپؐ نے یہ فرمایا تو آپؐ نے ایک ندا سنی کہ جیسے آپؐ نے پانچ نمازوں پر صبر کیا ہے تو وہ پانچ آپ کی طرف سے پچاس کے قائم مقام سمجھی جائیں گی کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے" یہ سن کر آپؐ مکمل طور پر راضی ہوگئے۔

مکہ واپسی:

آپؐ ساتویں آسمان سے آسمان دنیا پر تشریف لائے تو آپؐ نے آگ اور دھواں دیکھا اور آوازیں سنیں' آپؐ نے استفسار فرمایا: جبرائیل! یہ کون ہیں' حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا یہ شیاطین ہیں جو انسانوں پر منڈلاتے رہتے ہیں تاکہ وہ زمین و

آسمان کے قدسیوں کی جگہوں کے متعلق نہ سوچ سکیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کرتا، آپؐ زمین پر اترے حتیٰ کہ بیت المقدس پہنچ گئے، وہاں انبیاءِ کرامؑ جمع تھے اور نماز کا انتظار فرما رہے تھے، آپؐ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے بھی آپؐ کو سلام کیا، جب نماز کا وقت قریب آیا اور انبیاءِ کرامؑ اداءِ نماز کے لئے کھڑے ہوئے حضرت جبرائیلؑ نے آپؐ کا ہاتھ مبارک پکڑا اور مصلی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ نماز پڑھائیں، آپؐ نے انہیں نماز پڑھائی، غالب یہی ہے کہ وہ فجر کی نماز تھی، آپؐ کی اقتداء میں تمام انبیاءِ کرامؑ کا نماز ادا کرنا یقیناً آپؐ کے لئے باعثِ شرف وتکریم اور تمام انبیاءِ کرامؑ پر آپؐ کے بلند مرتبہ ہونے کی دلیل ہے، پھر آپؐ براق پر سوار ہو کر بیت المقدس سے نکلے اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے جہاں لوگ ابھی تک سوئے ہوئے تھے، صبح کے وقت جب سورج نے سر باہر نکالا اور چاشت کا وقت ہوا تو آنحضرتؐ نے لوگوں کو یہ بات بتلائی، سب سے پہلے آپؐ کو ابوجہل نے دیکھا، یہ آپؐ کا بہت مذاق اڑایا کرتا تھا، اس نے دیکھا کہ آپؐ کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں، وہ کہنے لگا: کیا کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جی ہاں، اس نے پوچھا وہ کیا؟ آپؐ نے فرمایا رات میں نے سفر کیا ہے، ابوجہل نے پوچھا: کہاں کا؟ آپؐ نے فرمایا بیت المقدس کا، یہ سن کر ابوجہل کا منہ دہشت سے کھل گیا اور وہ پوچھنے لگا، پھر آپ واپس بھی آ گئے؟ آپؐ نے انتہائی اطمینان سے جواب دیا کہ ہاں، ابوجہل آپؐ کے بارہ میں استہزاءً کہا کرتا تھا کہ یہ آسمانی خبریں سنا رہے ہیں، ابوجہل اور اس کے کارندے آپؐ کی ہر بات کی تردید کیا کرتے تھے حتیٰ کہ کچھ عرصہ سے تو انہوں نے آنحضرتؐ کو یکسر نظر انداز کیا ہوا تھا، جب ابوجہل نے یہ سنا کہ آنحضرتؐ ایک رات میں مکہ سے بیت المقدس پہنچ کر واپس بھی آ گئے جبکہ مکہ سے بیت المقدس جاتے ہوئے ایک مہینہ اور واپس آتے ہوئے ایک اور مہینہ سفر کرنا پڑتا ہے تو ابوجہل نے سوچا کہ یہ بات لوگوں کے سامنے بھی آنی چاہئیے تاکہ لوگ بھی آپؐ کا استہزاء کریں اور آپؐ کے بارہ میں غلط رائے قائم کر کے آپؐ سے دل برداشتہ ہو جائیں، ابوجہل کو یقین تھا کہ لوگ یہ بات سن کر کسی طرح بھی آپؐ کی تصدیق نہیں کر سکتے کیونکہ یہ بھی پہلی باتوں جیسی ایسی ہی

بات ہے جسے قبول نہیں کیا جا سکتا۔

نیز اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں آپؐ لوگوں کے سامنے اس بات کا انکار ہی نہ کر دیں، یہ سوچ کر ابوجہل نے موقع غنیمت جانا اور آنحضرتؐ سے کہنے لگا: آپؐ کا کیا خیال ہے؟ اگر میں آپؐ کی قوم کو جمع کر دوں تو آپؐ انہیں بھی یہ بات بتا دیں جو مجھے بتاتی ہے، آپؐ نے فرمایا: ہاں قوم کو جمع کر لو، ابوجہل نے بلند آواز سے پکارا۔ اے بنی کعب بن لوئی کے لوگو! جب لوگ آ گئے تو ابوجہل آپؐ سے کہنے لگا جو کچھ آپؐ نے مجھے بتایا ہے انہیں بھی بتا دیں، آپؐ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا، میں نے رات سفر کیا ہے، لوگوں نے پوچھا: کہاں کا؟ آپؐ نے فرمایا: بیت المقدس کا، وہ کہنے لگے کہ پھر آپؐ صبح تک اس سفر سے واپس بھی آ گئے، آپؐ نے فرمایا: جی ہاں۔ یہ سن کر لوگوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا اور تالیاں بجانے لگے، بعض لوگوں نے بزعم خود آپؐ کے جھوٹ پر متعجب اور حیران ہو کر اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا، وہ تمام آپؐ کی تکذیب کرنے لگے، حتی کہ ان میں سے مطعم بن عدی نامی ایک شخص کہنے لگا: واللہ! یا محمدؐ ابھی تک تو جو باتیں آپؐ کرتے تھے وہ تو کم درجہ کی تھیں آج تو آپؐ نے ایسا جھوٹ بولا ہے جس کی تصدیق عقل کبھی بھی نہیں کر سکتی۔ ہم اونٹوں پر بیت المقدس جاتے ہیں پھر بھی ایک مہینہ جانے میں اور ایک آنے میں خرچ ہوتا ہے اور آپؐ کہہ رہے ہیں کہ میں نے یہ سفر ایک ہی رات میں کر لیا ہے، لات وعزیٰ کی قسم! میں اسے سچ نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی کبھی ایسا ہو سکتا ہے؟ بعض لوگ استہزاءً کہنے لگے: جب آپؐ بیت المقدس پہنچے تو وہاں کیا دیکھا؟ آپؐ نے فرمایا میں بہت سے انبیاءِ کرام حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ملا، انہیں نماز پڑھائی اور ان کے ساتھ گفتگو کی، انہوں نے یہ سن کر آپؐ کی مزید تکذیب کی اور استہزاء کیا اور کہنے لگے کہ اگر آج ابوبکر اپنے دوست محمدؐ کی یہ بات سن لیں تو وہ بھی ان کی نصرت وتائید اور دوستی سے ہاتھ کھینچ لیں گے، نیز ان کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے مسلمان اس جھوٹ کے سبب آپؐ سے بدظن ہو جائیں گے جس سے مسلمانوں کی قوت میں کافی حد تک کمی واقع ہو گی، یہ سوچ کر ایک مشرک اٹھا اور حضرت ابوبکرؓ کو تلاش کرنے لگا، آپؓ قریش کی کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے

وہ آیا اور آکر آپؓ سے کہنے لگا: اے ابوبکر کچھ سنا ہے؟ آپ کا دوست کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ میں ایک ہی رات میں بیت المقدس جا کر واپس مکہ بھی آ گیا' حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا: کیا انہوں نے واقعۃً ایسا کہا ہے؟ وہ کہنے لگا لات وعزیٰ کی قسم! انہوں نے یقیناً ایسا کہا ہے تو حضرت ابوبکرؓ فرمانے لگے: اگر انہوں نے ایسا کہا ہے' واللہ! انہوں نے سچ کہا ہے' وہ مشرک متعجب اور دہشت زدہ ہوکر کہنے لگا آپ اسے سچ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک رات میں بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے واپس آ گئے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمانے لگے کہ اگر اس سے بھی زیادہ بعید از عقل بات ہوتی تو میں اسے بھی سچ سمجھتا۔ میں تو اس بات کو بھی سچ سمجھتا ہوں کہ آنحضرتﷺ کے پاس دن رات کی ایک ساعت کے اندر اندر آسمان سے خبریں پہنچ جاتی ہیں۔ کیا میں اس کی تصدیق نہیں کروں گا جو اس سے کم تعجب والی ہے؟ یہ کہہ کر حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو گئے' کچھ اور لوگ بھی آپؓ کے ساتھ چلے۔ آپؓ آنحضرتﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے جو معراج کے متعلق بتا رہے تھے۔ جب حضرت ابوبکرؓ اور دیگر لوگ آپﷺ کی مجلس میں پہنچے تو مطعم بن عدی کہہ رہا تھا اے محمدﷺ! اگر آپﷺ رات بیت المقدس گئے ہیں اور اس میں داخل ہوکر نماز پڑھی ہے تو یقیناً آپﷺ نے اس کے دروازوں اور دیواروں وغیرہ کا مشاہدہ کیا ہوگا ہمیں ان کے متعلق بتائیں' یہ ہمیں بھی معلوم ہے کہ آپﷺ اس سے قبل کبھی بیت المقدس نہیں گئے' اگر آپﷺ نے ہمیں یہ باتیں بتا دیں تو یہ اس بات کی دلیل قطعی ہوگی کہ آپﷺ نے بیت المقدس دیکھا ہے۔

آپﷺ کو یہ سوال سن کر حیرت بھی ہوئی اور غم بھی ہوا' آپﷺ اس سے قبل کبھی بیت المقدس تشریف نہیں لے گئے تھے اور گذشتہ رات جب آپ بیت المقدس تشریف لے گئے تو آپﷺ ہمہ تن انعامات باری تعالیٰ میں منہمک اور مشغول تھے' یقینی سی بات ہے کہ آپﷺ کا ذہن دیواروں' دروازوں اور کھڑکیوں وغیرہ کی طرف کس طرح جا سکتا ہے؟ آپﷺ براق پر سوار تھے' جبرائیلؑ ساتھ تھے' آپﷺ ساتویں آسمان سے تشریف لائے' اتنے بڑے بڑے معجزات کا خیال چھوڑ کر یہ کس طرح ممکن تھا کہ آپﷺ فن تعمیر کی طرف متوجہ ہو جاتے اور

بالخصوص رات کے وقت۔ آپؐ نے کچھ دیر توقف کیا تو مطعم بن عدی اور دیگر کفار نے سمجھا کہ شاید آپؐ دروازوں اور دیواروں وغیرہ کو بیان کرنے سے عاجز آ گئے ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے اور مزید استہزاء پر کمربستہ ہو گئے۔ اور آنحضرتؐ پر کیچڑ اچھالنے لگے، حضرت ابوبکر صدیقؓ جو آپؐ کے ساتھ ہی بیٹھے تھے۔ آپؐ سے کہنے لگے: یارسول اللہؐ! میں نے کئی بار بیت المقدس کی زیارت کی ہے آپؐ اپنے مشاہدات بیان فرمائیں، حضرت ابوبکرؓ یہ چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ یہ چیزیں بیان فرمادیں تاکہ کفار کے منہ بند ہو جائیں، تب معجزہ ظاہر ہوا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی مدد فرمائی کہ بیت المقدس کو اٹھا کر آپؐ کے سامنے رکھ دیا، اب آپؐ کے سامنے بیت المقدس بالکل واضح تھا، آپؐ نے جواب مرحمت فرمانا شروع کیا، فرمایا، اس کا ایک دروازہ فلاں جگہ ہے، حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر خوشی سے چیخے، یارسول اللہ! آپؐ نے سچ فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، آپؐ نے پھر فرمایا اس کا دوسرا دروازہ فلاں جگہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ پھر چیخے یارسول اللہ! آپؐ نے سچ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، جب بھی آنحضرتؐ کوئی فقرہ ارشاد فرماتے تو حضرت ابوبکرؓ فوراً یہی جملہ کہتے کہ یارسول للہ! آپؐ نے سچ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ آنحضرتؐ کا جواب سن کر کفار کے منہ بند ہو گئے اور انہیں علم ہو گیا کہ آنحضرتؐ کو جھٹلانا ممکن نہیں ہے، لیکن وہ پھر بھی اپنی گمراہی پر بدستور قائم رہے حتی کہ ایک مشرک یہ جواب سن کر کہنے لگا: تمہیں ولید بن مغیرہ نے بتانہیں دیا تھا؟ جو کچھ ہم نے آج سنا ہے یہ بھی وہی جادو ہے۔

ایک آدمی نے بات تبدیل کرتے ہوئے کہا: اے محمدؐ! اگر آپ رات واقعۃً بیت المقدس گئے ہیں تو ہمارے قافلہ کے متعلق آپ بتا سکتے ہیں جو تجارت کی غرض سے شام گیا ہوا ہے؟ آپؐ نے بیت المقدس کے متعلق بتایا ہے ہوسکتا ہے آپ کو قافلہ کا بھی علم ہو، آنحضرتؐ نے بتایا کہ میں فلاں وادی میں اس قافلہ کے قریب سے گذرا تھا وہ قافلہ شام جارہا تھا، انہوں نے براق کو دیکھا تو خوفزدہ ہو کر چلانے لگے، ان کے اونٹ ادھر ادھر بھاگنے لگے اور ان کا ایک اونٹ فلاں جگہ بھاگ گیا، جب قافلہ واپس آیا تو کفار نے انہیں

آنحضرتؐ کی بات بتائی تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

ایک اور آدمی آنحضرتؐ سے کہنے لگا ہمارا ایک اور قافلہ شام گیا ہوا ہے ہمیں بتائیں کہ وہ کس جگہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا میں فلاں جگہ سے آ رہا تھا جب میرا گذر اس قافلہ پر ہوا۔ دیکھا کہ ایک قافلہ میں ایک اونٹ ہے جس پر دو بورے لدا ہوئے ہیں' ایک بورا کالے رنگ کا ہے اور ایک سفید رنگ کا' جب میں ان کے قریب پہنچا تو قافلہ کے اونٹ براق کو دیکھ کر ڈر رے۔

جب وہ مکہ واپس پہنچے تو انہوں نے بھی آنحضرتؐ کے اس فرمان کی تصدیق کی۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود کافروں کی یہی رٹ تھی کہ یہ جادو ہے۔ ایک اور مشرک کہنے لگا: ہمارا فلاں قافلہ بتائیں کہ کہاں ہے اور وہ ہم تک کب پہنچے گا؟ آپؐ نے فرمایا: یہ قافلہ فلاں دن آئیگا' اس قافلہ کے آگے آگے ایک سامان لدا ہوا اونٹ ہوگا جس پر سرخ رنگ کی اون کا ستر پوش ہوگا اور اس پر دو بورے لدے ہونگے' جب قافلہ کی واپسی کا دن آیا تو قریش باہر نکل کر قافلہ کا انتظار کرنے لگے کہ دیکھتے ہیں آنحضرتؐ کی بات سچ تھی یا جھوٹ؟ یہاں تک کہ جب دن ختم ہونے اور سورج ڈوبنے لگا تو ایک کافر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا: دن تو ختم ہو گیا لیکن قافلہ ابھی تک نہیں پہنچا' اس کا مطلب ہے محمدؐ کا جادو باطل ہو گیا؟ اس کا یہ جملہ مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک مسلمان بولا' اللہ اکبر' وہ قافلہ نظر آ رہا ہے قافلہ پہنچ گیا' اس کے آگے آگے سامان لدا ہوا ایک اونٹ تھا جس پر سرخ اون کا ستر پوش پڑا ہوا تھا اور اس پر دو بورے بھی لدے ہوئے تھے جیسا کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔

لیکن کفار ان تمام معجزات کے باوجود اپنی تضلیل وتکذیب پر ڈٹے رہے' لیکن مسلمانوں کے اذہان میں یہ معجزات زندہ جاوید بن کر محفوظ ہیں جنہیں کوئی بھی مسلمان اپنے ذہن سے محو نہیں کر سکتا۔

(اہم مراجع)

۱۔ تفسیر ابن کثیر۔۲۔ القرطبی۔

۳۔ تفسیر الطبری۔٤۔ زاد المعاد لابن قیم۔

٥۔سیرۃ ابن ھشام۔٦۔تاریخ الطبری۔

۷۔ قصص القرآن لعبدالکریم زیدان۔۸۔ صحیح البخاری۔

۹۔ صحیح مسلم۔ ۱۰۔سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی۔

براق

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (الاسراء:۱)

''وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصا تک جسکے گرد اگرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم ان کو کچھ عجائبات قدرت دکھلاویں بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں''

ابھی آنحضرتؐ کی دعوت مبارکہ کے آغاز کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا بلکہ ابھی دعوت اسلام کی ابتداء ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو ایسے ایسے معجزات عطاء فرمائے جن سے کفار دہشت زدہ ہو گئے' اور ان معجزات کا اثر مسلمانوں اور کافروں پر دونوں پر ہی واضح طور سے محسوس کیا جا سکتا تھا' انہیں معجزات میں سے ایک معجزہ معراج بھی ہے جس کا ایک حصہ براق بھی ہے۔ قبل اس کے کہ ہم براق کے متعلق کچھ بیان کریں ہمیں اپنے اذہان سے یہ سوال کرنا چاہئیے کہ اسراء کیا ہوتا ہے؟ اور معراج کسے کہتے ہیں؟

''اسراء'' کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کا مکہ سے بیت المقدس کی طرف رات کے وقت منتقل ہونا' پھر وہاں سے اسی رات میں مکہ واپس تشریف لانا' عام طور پر لوگ یہ مسافت دو مہینوں میں طے کرتے تھے ایک مہینہ جانے میں اور ایک مہینہ واپس آنے میں۔ اور ''معراج'' نام ہے حضورِ اکرم ﷺ کا بیت المقدس سے بلند آسمانوں کی جانب پھر وہاں سے سدرۃ المنتہی کی طرف جانا' جہاں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حسبِ مشیت وحی فرمائی' پھر وہاں سے بیت المقدس اسی شبِ معراج میں واپس نزول فرمانا' معجزۂ معراج آپؐ کا ایک بہت بڑا معجزہ

ہے، اس معجزہ کے دوران بہت سے عجیب واقعات اور عمدہ حکایات واقع ہوئے، جسے ہم عنقریب ایک ایک کر کے ملاحظہ کریں گے۔

ایک رات رسولِ کریم ﷺ جوارِ کعبہ میں سو رہے تھے کہ جبرئیلؑ ایک خوبصورت سفید رنگ کا جانور لے کر حضورؐ کے پاس آئے جو گدھے سے بڑا اور گھوڑے سے چھوٹا تھا، یہ ایک عجیب بُراق تھا۔

رسول اللہ ﷺ سے پہلے بھی انبیاءؑ اسی بُراق کی سواری کیا کرتے تھے، جب رسولِ کریمؐ نے اس براق پر سوار ہونا چاہا تو وہ بدکنے لگا، جبرئیلؑ نے زور سے کہا: اے براق! رک جا تو کیوں بدک رہا ہے؟ خدا کی قسم! اللہ کے ہاں ان سے زیادہ مکرم و معظم شخص تجھ پر کبھی سوار نہیں ہوا۔ چنانچہ براق کو حیا آئی اور اس کا بدکنا بند ہوا اور اپنی جگہ ٹھہر گیا۔

رسول اللہ ﷺ اس براق پر سوار ہوئے، وہ براق انتہائی سبک رفتار تھا، مگر اس کے چلنے میں کسی قسم کی بے چینی یا قلق نام کی چیز نہیں تھی، رسول اللہ ﷺ کو راحت وسکون محسوس ہوا، جیسے آپؐ کسی نرم و گداز بستر پر بیٹھے ہوئے ہوں۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس براق کی تیز رفتاری قابلِ تعجب تھی، اس کا ہر قدم حدِّ نگاہ پر پڑتا تھا، وہ برابر بالکل سیدھا چلتا جاتا اور اوپر نیچے نہیں ہوتا تھا، اور جب کوئی بلند گھاٹی اس کے سامنے آتی تو اس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی ہو جاتیں اور پچھلی لمبی ہو جاتیں اور جب کوئی پست وادی (جگہ) سامنے آتی تو اگلی ٹانگیں لمبی ہو جاتیں اور پچھلی ٹانگیں چھوٹی ہو جاتیں۔ اسی طرح اس سفر میں معجزات پر معجزات سامنے آتے رہے، جبرئیلؑ بھی رسولِ کریم ﷺ کی رفاقت اور انسیت کی خاطر براق کے ساتھ چلتے رہے، دونوں کا رخ اس بیت المقدس کی جانب تھا جہاں مسجدِ اقصیٰ موجود ہے جس کے گرد و پیش کو اللہ تعالیٰ نے بابرکت بنایا ہے۔

راستہ میں پیش آمدہ واقعہ:

اس راستہ میں بہت سے مناظر رونما ہوئے، اس واقعہ میں ایک خوبرو اور ہر

طرح کے سامانِ زینت سے مزیّن عورت رونما ہوئی جس نے اپنی آستینیں چڑھا رکھی تھیں اور آواز دی: اے محمد! میری طرف دیکھیئے، میں آپ سے کچھ پوچھتی ہوں، آپؐ نے اس عورت کی طرف کوئی التفات نہیں کیا، آپؐ مسلسل چلتے رہے، جتنا کہ اللہ کو منظور تھا کہ آپ چلیں، (ایک موقع پر) جبرئیلؑ نے رسولِ کریم علیہ السلام سے کہا: کیا آپؐ نے راستہ میں کوئی بات سنی تھی؟ حضورؐ نے فرمایا، (ہاں) جب میں سفر کر رہا تھا تو اچانک ایک عورت سامنے آئی تھی جس نے اپنی آستینیں چڑھا رکھی تھیں وہ پوری طرح بناؤ سنگھار کی ہوئی تھیں، اللہ کی مخلوق تھیں، اس نے مجھے کہا تھا: اے محمد! میری طرف دیکھئے، میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں، مگر میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، اور نہ وہاں ٹھہرا، جبرئیلؑ نے کہا: وہ عورت (اصل میں) دنیا تھی، دیکھئے! اگر آپ اس سے محبت کرتے یا اس کے لئے ٹھہر جاتے تو یقیناً آپ کی امت دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دیتی اور وہ چیز جس نے آپ کو سرِ راہ آواز دی تھی وہ دراصل ابلیس تھا، پھر جبرئیلؑ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو برتن پیش کئے، ایک برتن میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ، اور حضورؐ سے کہا، ان دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیجئے، چنانچہ رسول اللہؐ نے دودھ کو اختیار کیا، اور اسے نوش فرمایا، اور شراب سے اعراض فرمایا، حالانکہ تا حال شراب حرام نہیں ہوئی تھی، بہر حال جب نبی کریم ﷺ نے دودھ کو اختیار کیا تو جبرئیلؑ نے حضورؐ سے کہا: آپؐ کی فطرت کی طرف راہنمائی کی گئی، اگر (بالفرض) آپؐ شراب کو پی لیتے تو آپ اور آپ کی امت بھٹک جاتی، اس پر رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ''اللہ اکبر، اللہ اکبر''۔ جبرئیلؑ کا اس سے مقصد یہ بتانا تھا کہ شراب اصل میں ایک عمدہ نچوڑ اور بدن کے لئے مفید مشروب تھا، پھر رنگ، بو اور ذائقہ کے اعتبار سے یہ عمدہ اور جسم و جان کے لئے مفید مشروب ایک خبیث اور مزیلِ عقل نچوڑ میں تبدیل ہو گیا جس سے پھر عقل کے علاوہ جسم بھی تباہ اور بدن بھی تلف ہو کر رہ جاتا ہے، اور اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے درمیان بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے۔

اگر (بالفرض والمحال) رسول اللہ ﷺ شراب کو نوش کرتے تو یہ ایسا ہی ہوتا

جیسے کوئی مضر اور خبیث چیز کو قبول کرنا اور عمدہ اور مفید چیز کو ترک کرنا' اور بری چیز کو اچھی چیز پر ترجیح دینا ہوتا' ظاہر ہے کہ رسولِ کریمؐ کے اخلاقِ کریمانہ اس بات کو قبول نہیں فرما سکتے تھے۔

آپؐ بری چیزوں کو کبھی بھی پسند نہیں فرما سکتے تھے' آپؐ تو ہر عمدہ اور اچھی چیز ہی کو پسند فرماتے تھے' اسی لئے آپؐ نے اصلیت کے اعتبار سے عمدہ اور مفید چیز کو ترجیح دی' آپؐ نے دودھ کو اختیار کیا جو خالص مشروب ہے جس کا نہ رنگ تبدیل ہوتا ہے اور نہ ہی وہ ایسے برے مشروب میں تبدیل ہوتا ہے جو شراب کی طرح نشہ آور یا عقل کو مغلوب کرنے والا ہو' دودھ جسم و جان کے لئے انتہائی مفید ہے' جب آپؐ نے وہ دودھ نوش فرمایا تو گویا آپؐ نے اچھی چیز کو بری چیز پر ترجیح دی' یہ سنت اللہ ہے جس پر اللہ نے ان کی تخلیق فرمائی تھی' یہ ہمیشہ باقی رہنے والی سنت ہے کیونکہ اس میں تمام لوگوں کا نفع ہے' اسی لئے جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ سے یہ کہا'' آپؐ کی فطرت کی طرف راہنمائی کی گئی''۔ آپ کا دودھ نوش فرمانا ایک ایسا منہج اور راستہ ہے جس پر روئے زمین پر بسنے والے موجودہ لوگ اور سابقہ لوگ سنت اللہ کے مطابق چلتے رہے' بہر کیف! پھر رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کے پاس جا کر (براق سے) اترے اور انبیاء علیہم السلام کی نماز میں امامت فرمائی' اور براق کو مسجد کے دروازہ کی زنجیر کے ساتھ باندھ دیا۔

(معراج کے واقعات)

پہلا واقعہ:

پھر رسولِ کریم ﷺ کو ایسی خوبصورت سیڑھی پیش کی گئی کہ کسی مخلوق نے اس جیسی سیڑھی کبھی نہیں دیکھی' آپؐ اس سیڑھی پر چڑھے' جبرئیلؑ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں (حضورؐ اور جبرئیلؑ) پہلے آسمان پر پہنچے جو دنیا کا آسمان ہے' جبرئیلؑ نے اس آسمان کے فرشتوں سے اس کے دروازے کھلوانے کو کہا' تو کسی پکارنے

والے نے پکارا' آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں جبرئیلؑ ہوں' پکارنے والے نے پوچھا! آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: میرے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' پھر پوچھا کہ کیا محمدؐ کو بھیجا گیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: جی ہاں' پھر دونوں کے لئے آسمان دنیا کے دروازے کھول دیئے گئے' رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ایک کامل الخلقت آدمی کے دائیں اور بائیں جانب روحیں ہیں' جب اس آدمی نے اپنے دائیں جانب والی روحوں کو دیکھا تو مسکرایا اور کہا' پاکیزہ روح ہے' اس کو علّیین میں داخل کردو' چنانچہ ایک دروازہ کھلا جس سے بڑی عمدہ خوشبو آرہی تھی اس میں وہ روح چلی گئی' اور جب اس نے بائیں جانب دیکھا تو بڑا غمگین سا ہوا اور اپنے ماتھے پر شکن ڈالے اور کہا' خبیث روح ہے' اس کو سجین میں ڈال دو' چنانچہ ایک دروازہ کھلا جس سے بدبو آرہی تھی پھر وہ روح اس کے اندر چلی گئی' (یہ منظر دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے اس کامل الخلقت شخص اور ان روحوں اور ان دو دروازوں کے متعلق پوچھا تو جبرائیلؑ نے کہا: وہ کامل الخلقت شخص آپ کے باپ آدمؑ ہیں اور یہ ان کے دائیں اور بائیں طرف جو روحیں ہیں یہ ان کی اولاد ہے' دائیں جانب والی روحیں اہلِ جنت کی ہیں اور بائیں جانب والی روحیں اہلِ جہنم کی ہیں' اور جب انہوں نے اہل جنت کو دیکھا تو مسکرائے اور جب اہلِ دوزخ کو دیکھا تو پریشان اور رنجیدہ ہوئے' اور وہ دو دروازے (جو آپؐ نے دیکھے) ان میں دائیں طرف کا دروازہ جنت کا دروازہ ہے اور بائیں طرف والا دروازہ دوزخ کا دروازہ ہے۔

حضرت آدمؑ نے حضورِ اکرمؐ کو خوش آمدید کہا اور فرمایا:

﴿مرحبًا بالابن الصالح والنبی الصالح﴾

''نیک بیٹے اور نیک نبیؐ کو خوش آمدید''

رسول اللہ ﷺ نے اس سے زیادہ اچھے انداز میں سلام کا جواب دیا' اس کے بعد آپؐ معراج کے ایک دوسرے منظر کی جانب چل دیئے جو تمام لوگوں کے لئے قابلِ تعریف نمونہ اور عظیم دعوت کے دروس میں سے ایک درس شمار کیا جاتا ہے۔

دوسرا واقعہ:

رسولِ کریم ﷺ نے اس سفرِ معراج میں بہت سے دستر خوان دیکھے جن پر بہت عمدہ گوشت کے ٹکڑے رکھے ہوئے تھے اور کوئی بھی ان کے قریب نہیں جاتا تھا اور دوسری طرف بھی بہت سے دستر خوان لگے ہوئے تھے جن پر بدبودار قسم کا گوشت پڑا ہوا تھا اور اس بدبودار گوشت کے ارد گرد لوگ جمع تھے اور خوب رغبت کے ساتھ اسے کھا رہے تھے لیکن عمدہ گوشت (جو دوسرے دستر خوان پر رکھا ہوا تھا) اس کو ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''من ھؤلاء یا جبرئیلؑ؟'' اے جبرئیل: یہ کون لوگ ہیں''؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کا حال ہے جو حلال اور پاکیزہ چیز کو تو چھوڑ دیتے ہیں، اسے نہیں کھاتے اور حرام اور خبیث چیز کو اختیار کرتے ہیں اور اس کو کھاتے ہیں۔

تیسرا واقعہ:

بعد ازاں رسولِ محبوب ﷺ آگے چلے تو (ایک جگہ) چند لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے، پھر کوئی آتا ہے اور ان کے منہ کھول کر ان میں گندے گوشت کے ٹکڑے ڈال دیتا ہے، جس سے وہ اللہ کے سامنے چیخ و پکار کرتے ہیں، اس لئے کہ وہ ٹکڑے ان کی آنتوں میں جا کر آگ بن جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ نیچے کے حصے سے نکل جاتے ہیں، کوئی ان کی مدد نہیں کرتا، حضورؐ نے پوچھا: ''من ھؤلاء یا جبریل ''؟ ''یعنی اے جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناجائز طور سے ظلماً کھاتے ہیں، وہ تو اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں، اور عنقریب آتشِ دوزخ میں داخل ہونگے، اس کے بعد رسولِ کریم ﷺ ایک اور منظر کی جانب روانہ ہوئے۔

چوتھا واقعہ:

رسول اللہ ﷺ نے ایک راستہ دیکھا جو جہنم تک پہنچا ہوا تھا، جس پر قومِ فرعون

گذر رہی تھی، صبح وشام وہ جہنم کے سامنے پیش کیے جاتے اور اس دوران اس راستہ پر چند ایسے لوگ نظر آئے جن کے پیٹ گھروں کی طرح پھولے ہوئے تھے، جب بھی ان میں سے کوئی آدمی اٹھتا تو یہ کہتا ہوا گر جاتا، اے اللہ! ابھی قیامت کو قائم نہ کر، ذرا اسے مؤخر کر دے، پھر فرعون کی وہ قوم اپنے پیروں سے ان کو روندتی ہے، حضورؐ نے پوچھا: ''مـــن هؤلاء يا جبرئيل ''؟ ''اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ اصل میں وہ لوگ ہیں جو سودی معاملات کیا کرتے تھے۔ ان کا حال قرآنِ حکیم نے اس طرح بیان کیا ہے:

﴿لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِیْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ج﴾

''نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنادے لپٹ کر (یعنی حیران ومدہوش)''

پانچواں واقعہ:

جب رسول اللہ ﷺ کچھ آگے چلے تو دیکھا کہ چند لوگ ہیں جن کے پہلوؤں سے گوشت کاٹا جارہا ہے، اور پھر ہر ایک سے یہ کہا جارہا ہے، کھاؤ اس گوشت کو، جیسے تم اپنے بھائی کا مردہ گوشت کھایا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''مـن هؤلاء يا جبرئيل ''؟ ''یعنی اے جبرئیلؑ! یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی غیبت کیا کرتے تھے ان میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا مردہ گوشت کھایا کرتا تھا۔

چھٹا واقعہ:

رسول اللہ ﷺ کچھ آگے چلے تو چند لوگوں کو پایا جن کے سر پتھر سے کچلے جارہے ہیں، جب بھی وہ پتھر ان کے سروں پر مارا جاتا تو وہ سر چکنا چور ہو جاتے، اور چکنا

چور ہونے کے بعد دوبارہ اپنی پہلی حالت میں واپس آ جاتے (درست ہو جاتے) پھر اسی طرح نئے سرے سے ان کے سر پتھر سے کوٹے جاتے جس سے وہ پھر چکنا چور ہو جاتے' اور اسی طرح ہوتا رہتا' حضورؐ نے پوچھا: ''من هؤلاء یا جبرئیل ''؟ یعنی جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جن کے سر فرض نماز کی ادائیگی میں سستی کرتے تھے۔

ساتواں واقعہ:

پھر جب رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ چند لوگ ہیں جو کپڑے کے ٹکڑوں سے اپنی شرمگاہیں آگے سے اور پیچھے سے چھپاتے پھرتے ہیں اور اونٹوں کی طرح چرتے ہیں' اور ضریع (خاردار کڑوا درخت)' زقّوم (بدبودار تلخ درخت) اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں' حضورؐ نے پوچھا: ''من هؤلاء یا جبرئیل ''؟ جبرئیلؑ! یہ کون لوگ ہیں! جبرئیلؑ نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا' اللہ تعالیٰ تو بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔

آٹھواں واقعہ:

یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اگر ہم اس کا تصور بھی کریں تو رونگٹے کھڑے ہو جائیں' یہ واقعہ مومن کی زندگی میں اس کی زبان کے کردار کو سچائی کے ساتھ ظاہر کرتا ہے' رسول اللہ ﷺ کا ایک ایسی قوم کے پاس سے گزر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ کینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے' جب بھی وہ کاٹے جاتے تو دوبارہ پہلی حالت میں واپس آ جاتے یعنی صحیح ہو جاتے اور یہ کام برابر ہوتا رہتا' اور یہ ان لوگوں کی سزا ہے جو بدزبانی کرتے ہیں اور دوسروں کی برائیاں کرتے ہیں' جب رسول اللہ ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو پوچھا: ''ما هذا یا جبرئیل ؟'' ''یعنی اے جبرئیلؑ یہ کیا ماجرا ہے؟ جبرئیلؑ نے فرمایا: یہ فسادی خطیب حضرات ہیں۔

نواں واقعہ:

یہ ایسا واقعہ ہے جو ہمارے دلوں میں راحت وسکون اور اطمینان کو ابھارتا ہے' رسول اللہ ﷺ کا ایک ایسی قوم کے پاس سے گزر ہوا' جو کھیت کاٹ رہی تھی' جب بھی وہ کھیت کی کٹائی کرتے تو وہ کھیت پہلے کی طرح دوبارہ تیار ہو جاتا' کھیتوں کا زیادہ کاٹنا اور اس سے پیداوار کا حاصل ہونا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی لامتناہی جزاء کا ایک رمز تھا' جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو پوچھا: "ما ھذا جبرئیلؑ "؟" جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں: جبرئیلؑ نے جواب دیا: " یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں سات سو گنا تک بڑھائی جاتی ہیں' جیسے اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں ان کے نیک اعمال کی مثال ذکر کی ہے:

﴿ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ ؕ ﴾

"جیسے مثال ایک دانہ کی کہ اگادے سات بالیں بیچ ہر بالی کے سو دانے' اور اللہ دگنا کرتا ہے واسطے جس کے چاہے"

دسواں واقعہ:

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کا ایک ایسے شخص کے پاس سے بھی گزر ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک بہت بڑا گٹھا جمع کر رکھا تھا' اور مزید جمع کر رہا تھا لیکن ان لکڑیوں کو اٹھانے کی اس میں طاقت اور سکت نہیں تھی' اور یہ چیز اس کے ان گناہوں کی کثرت کی دلیل ہے جن کا اس نے ارتکاب کیا تھا' مگر اس کے باوجود مزید لکڑیاں جمع کرتا ہے اور گناہ کر کر کے اپنے اوپر بوجھ ڈال رہا ہے' جب رسولِ کریم ﷺ نے اس کو دیکھا تو پوچھا: "ماھذا یا جبرئیل ؟"" اے جبرئیلؑ ! یہ شخص کون ہے؟ جبریلؑ نے فرمایا: یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کی امانتیں ہوں جن کو وہ ادا نہ کر سکتا ہو' مگر اس کے باوجود اور

امانتیں جمع کرتا ہے، حالانکہ دینِ اسلام امانات کو ان کے حقداروں کی طرف لوٹا دینے کی دعوت دیتا ہے۔

گیارھواں واقعہ:

یہ جنت کا ایک واقعہ ہے جس کا متقین اور صالحین سے وعدہ کیا گیا ہے، رسولِ کریم ﷺ ایک کشادہ وادی میں گئے، اس وادی سے خوشگوار ٹھنڈی ہوا اور بہت زیادہ پاکیزہ اور عمدہ خوشبو کے جھونکے آپ کو لگے، اور ایک جانب سے آپؐ نے آواز سنی، حضور ﷺ نے پوچھا: ''جبرئیلؑ! یہ ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا کیسی ہے؟ اور یہ عمدہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے اور یہ آواز کس کی ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا، یہ جنت کی آواز ہے، وہ کہہ رہی ہے: پروردگار! جن لوگوں سے آپ نے جنت کا وعدہ کیا ہے ان کو میرے پاس لے آیئے، تحقیق میرے بالا خانے، میرا استبرق (نفیس کپڑے) میرا حریر (ریشمی کپڑے) میرا سندس (دیباج) میرے لؤلؤ و مرجان (موتی) میرا سونا و چاندی، میرے پیالے برتن اور آبخورے اور گلاس اور میرا شہد و پانی اور میری شراب اور میرا دودھ بہت کثیر ہوگیا ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت اور ہر مومن و مومنہ تیرے لئے ہے، جو مجھ پر اور میرے پیغمبروں پر ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے اور کسی کو میرا ہم مثل اور ہمسر نہ ٹھہرائے، اور جو مجھ سے ڈرا وہ باامن ہے اور جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو عطا کروں گا اور جو مجھے قرضہ دے (نیک اعمال بجالائے) میں اس کو جزا دوں گا، اور جو مجھ پر بھروسہ کرے گا میں اس کے لئے کافی ہوجاؤں گا، میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں وعدہ خلافی نہیں کرتا ہوں، مومنین فلاح و کامیابی پانے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے جو احسن الخالقین ہے، جنت نے کہا: میں راضی ہوگئی۔

بارھواں واقعہ:

اس واقعہ کا تعلق جہنم سے ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے شر سے محفوظ رکھے' اور ہمیں اس کے شعلوں سے دور رکھے' اور اس کے جوش و غضب سے بچائے رکھے' نبی کریم ﷺ ایک وسیع وادی میں تشریف لے گئے آپؐ نے ایک ناگوار آواز سنی اور بدبو محسوس فرمائی' آپؐ نے پوچھا: ''ماھذه الریح یا جبرئیل''؟ ''جبرئیلؑ یہ بدبو کیسی ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا' یہ جہنم کی آواز ہے' وہ کہتی ہے: پروردگار! جن سے آپ نے جہنم کا وعدہ کیا ہے ان کو میرے پاس لے آؤ۔ تحقیق میری زنجیریں' میرے طوق' میری آگ' میرا کھولتا ہوا گرم پانی' میرے ضریع (خاردار اور بدبودار درخت) اور غساق (گندہ خون و پیپ) اور میرا عذاب شدّت اختیار کر گیا ہے' اور میری حرارت شدید سے شدید تر اور میرا سکون ختم ہو گیا ہے' لہذا جن لوگوں کو جہنم میں لانا ہے انہیں جلد لے آیئے۔

رب العزت نے اس دوزخ کو فرمایا: ہر مشرک مرد اور عورت اور ہر کافر مرد اور عورت تیرے لئے ہے' اور ہر خبیث مرد اور عورت اور ہر ایسا متکبر شخص تیرے لئے ہے جو یومِ حساب پر ایمان نہیں رکھتا' جہنم نے کہا: میں راضی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ جہنم کے عذاب سے بچائے' اور ہمیں گناہوں اور نافرمانیوں سے بچائے' اور اپنی اطاعت کی اور نیک کام بجالانے کی توفیق عطا فرمائے' تاکہ ہم جنت میں جانے والے بن جائیں اور جہنم اور اس کے عذاب سے محفوظ ہو جائیں۔ یہ پہلے آسمان کے مناظر اور واقعات ہیں' اب دیکھتے ہیں کہ دوسرے آسمان پر کیا واقعات پیش آتے ہیں' آئندہ کے صفحات میں ہم ان سے واقف ہو سکیں گے۔

دوسرے آسمان سے ساتویں آسمان تک:

جبرئیلؑ پھر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے' رسول اللہ ﷺ آپ کے مصاحب تھے' دروازہ کھلوایا' جیسے پہلے آسمان کے موقع پر کھلوایا تھا' دوسرے آسمان کے منتظم نے

پوچھا: جبرئیل: یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں۔ فرشتوں نے پوچھا: کیا یہ بھیجے گئے ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: جی ہاں، فرشتے کہنے لگے اللہ اس بھائی اور خلیفہ کو زندہ رکھے، یہ کتنا اچھا بھائی ہے اور کتنا اچھا خلیفہ ہے، آنے والا کیا ہی اچھا شخص ہے، نبی کریم ﷺ جب داخل ہوئے تو دونو جوانوں کو دیکھا، جبرئیلؑ سے پوچھا: ''من الشابان یا جبرئیلؑ ''یعنی جبرئیلؑ یہ دونو جوان کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ دو شخص عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا ہیں، جو ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی ہیں، جب ان دونوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو کہا: ''مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح''، ''یعنی نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید۔ حضورؐ نے ان کو سلام کیا، پھر جبرئیلؑ رسول اللہ ﷺ کو تیسرے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا، فرشتوں نے پوچھا: کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: میں جبرئیل ہوں، انہوں نے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا: یہ اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں، انہوں نے پوچھا: کیا یہ بھیجے گئے ہیں:؟ جبرئیل نے کہا: جی ہاں، پھر وہ فرشتے کہنے لگے: اللہ اس بھائی اور خلیفہ کو زندہ رکھے، یہ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلیفہ ہیں، اور آنے والا کتنا اچھا ہے، رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تو ایک آدمی نظر آیا جو حسن و جمال میں لوگوں سے بڑھ کر تھا، حضور ﷺ نے پوچھا: ''من ھذا یا جبرئیلؑ'': ''یعنی اے جبرئیلؑ یہ کون شخص ہے جو حسن و جمال میں سب سے بڑھ کر ہے، جبرئیلؑ نے کہا: یہ آپ کے بھائی یوسفؑ ہیں، چنانچہ رسولِ کریم ﷺ نے ان کو سلام کیا، جب یوسفؑ نے آپؐ کو دیکھا تو فرمایا: ''مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح''، ''یعنی نیک و صالح نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید۔ پھر جبرئیلؑ حضورؐ کو لے کر چوتھے آسمان پر گئے، اس کا بھی دروازہ کھلوایا گیا، چنانچہ دروازہ کھلا اور حسب سابق سلام و مرحبا کے کلمات کہے گئے، وہاں ایک آدمی نظر آیا جس کے (چہرہ پر) وقار و جلال اور رفعتِ شان کی علامات ظاہر ہو رہی تھیں، حضورؐ نے پوچھا: ''من ھذا یا جبرئیلؑ''؟ ''اے جبرئیلؑ! یہ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا یہ ادریسؑ ہیں۔

اللہ نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا ہے، جب ادریسؑ نے حضورؐ کو دیکھا تو فرمایا:

''مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح ''، ''یعنی نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید۔ حضورؐ نے ان کے سلام کا جواب دیا' پھر نبی اکرم ﷺ پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے' وہاں بھی اسی طرح دروازہ کھلوایا گیا جو پھر کھولا گیا' اور پہلے آسمانوں کی طرح یہاں بھی سلام ودعا کا سلسلہ ہوا' پھر نبی کریم ﷺ اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک آدمی بیٹھا ہے جس کے اردگرد کوئی قوم بیٹھی ہے' اور وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرتا ہے' حضورؐ نے پوچھا: ''منَ هذا یا جبرئیلؑ ''؟ جبرئیل! یہ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ اپنی قوم کے محبوب ہارون بن عمرانؑ ہیں اور یہ قوم نبی اسرائیل ہے' پھر جب ہارونؑ نے حضورِ اکرم ﷺ کو دیکھا تو فرمایا: ''مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح ''، ''یعنی نیک پیغمبرؐ اور نیک بھائی کو خوش آمدید۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو سلام کیا' پھر جبرئیلؑ حضورؐ کو لے کر چھٹے آسمان پر چلے گئے وہاں بھی آسمان کا دروازہ کھلوایا' دروازہ کھولا گیا' حضورؐ کو مرحبا کہا گیا' پھر جب آنحضرت ﷺ داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے' جب آپؐ کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو وہ آدمی رونے لگا' رسولِ اکرم ﷺ نے پوچھا: ''من هذا ؟'' یہ کون شخص ہیں؟۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا: یہ موسیٰ بن عمرانؑ ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ''فما باله یبکی ''،''یعنی ان کو کیا ہوا یہ کیوں روتے ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ کہتے ہیں: بنی اسرائیل کا زعم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نظر میں تمام بنی آدم سے زیادہ مکرم ہوں حالانکہ بنی آدم کا یہ شخص رتبہ میں مجھ سے فائق ہے' البتہ ہر نبی کے ساتھ اس کی امت ہوگی' پھر جبرئیلؑ آنحضرت ﷺ کو لے کر ساتویں آسمان پر پہنچے' آسمان کا دروازہ کھلوایا وہ کھولا گیا' اور حضور ﷺ اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ یہاں بیت المعمور ہے' جو ساتویں آسمان میں ایک گھر ہے جو ہماری زمین میں موجود خانہ کعبہ کی سمت میں واقع اور قائم ہے' اس بیت المعمور میں ہر روز نماز کے لئے ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں پھر وہ فرشتے قیامت کے دن تک دوبارہ اس میں داخل نہیں ہوتے' نبی کریم ﷺ نے وہاں ایک بہت حسین شخص دیکھا جو اس بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا' حضور ﷺ نے پوچھا: ''من هذا''؟ ''یعنی یہ شخص کون ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ آپ ﷺ کے باپ ابراہیمؑ ہیں جو اللہ کے خلیل

ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو سلام کیا، ابراہیم خلیل اللہ نے سلام کا جواب دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے وہاں ابراہیم خلیل اللہ کے ارد گرد ایک قوم کو بیٹھے ہوئے بھی دیکھا جن کے چہرے سفید رنگ کے تھے جیسے کاغذ ہوں اور ایک اور قوم دیکھی جن کے رنگ کچھ ٹھیک نہیں تھے، پھر وہ نہر میں داخل ہوئے اور اس میں غسل کر کے باہر نکلے تو ان کے رنگ کچھ صاف ہو گئے، وہ پھر ایک دوسری نہر میں داخل ہوئے اور غسل کیا اور باہر نکلے تو ان کے رنگ مزید صاف ہو گئے، وہ پھر ایک اور نہر میں داخل ہوئے اور اس میں غسل کر کے باہر نکلے تو اب ان کے رنگ خوب صاف ہو گئے، اور اپنے دوسرے صاحبوں کے رنگ جیسے ہو گئے، پھر وہ آئے اور اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھ گئے، حضور علیہ ﷺ نے پوچھا: ''اے جبرئیلؑ! یہ سفید چہروں والے کون لوگ ہیں، اور یہ کون ہیں جن کے رنگ پہلے کچھ صاف نہیں تھے؟ اور یہ نہریں کیسی ہیں جن میں داخل ہونے کے بعد ان کے رنگ صاف ہو گئے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا، یہ جو سفید چہروں والے لوگ ہیں یہ اصل میں وہ قوم ہے جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یعنی اپنے دین کے معاملہ میں مخلص رہے، ان کے دل شک وشبہ سے خالی تھے، ان کا گناہ، اور ظلم وغیرہ کی طرف ذرا بھی میلان نہ تھا، ان کا ایمان صاف ستھرا تھا، اور باقی رہے یہ لوگ جن کے رنگ کچھ صاف نہیں تھے، یہ اصل میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ تو اچھے عمل کئے اور کچھ برے عمل، اور پھر انہوں نے برائیوں سے توبہ کی اور اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، اور یہ جو نہریں ہیں یہ اصل میں نہرِ رحمت، نہرِ نعمت اور تیسری نہر شرابِ طہور ہے۔

یہ ہے اسراء اور معراج کا وہ عظیم معجزہ جو اس راہ میں پیش آیا، آسمانوں پر جانے کے واقعات و مناظر، مکہ سے رات کے وقت نکل کر بیت المقدس تک چند لمحات میں پہنچنے کا معجزہ، اور پھر بُراق اس کا وہ آلہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار سے آپؐ کے لئے مسخر کر رکھا تھا، اس براق کا رنگ بھی ایک معجزہ تھا اور ایسی تیز رفتاری کہ اس کا ایک قدم حدِ نگاہ تک پڑتا تھا، جس کے قدموں کی آہٹ سے اونٹ بھی خوفزدہ ہو کر جنگلوں میں بھاگ نکلے، صرف یہ عجیب وغریب براق ہی ایک معجزہ نہیں تھا بلکہ رسولِ کریم ﷺ نے جو کچھ بھی

اس سفرِ معراج میں دیکھا وہ سب آپ ﷺ کے معجزات میں شمار ہوتا ہے اور یہ معجزات تمام لوگوں کے لئے رشد وہدایت اور راہنمائی کا ذریعہ ہیں۔

(اہم مراجع)

۱۔ سیرة ابن هشام ۔۲۔ البدایه والنهایة لابن کثیر۔

۳۔ زاد المعاد لابن القیم۔٤۔صحیح البخاری ۔

٥۔ صحیح مسلم۔٦۔ تاریخ الاسلام ۔

۷۔ الرحیق المختوم۔

گلگت کے پہاڑوں میں

یادگار آپ بیتی

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ

مرتب:
مولانا اعجاز احمد صمدانی

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

گناہوں کے نقصانات
اور اُن کا عِلاج

امام ابن قیّم جوزیؒ کی مشہور عربی تصنیف
"الداء والدواء" کا سلیس اُردو ترجمہ

تالیف

امام ابن قیّم جوزیؒ

مترجم

لجنۃ المصنفین لاہور

مولانا محمد انس چترالی
مولانا خالد محمود صاحب
مولانا عبد العظیم ترمذی

بیتُ العُلوم

۲۰۔ نابھہ روڈ۔ پُرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۴۸۳۔

سیرتِ فاطمۃ الزّہرأ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی اور جنتی
عورتوں کی سردار حضرت فاطمۃ الزہرأ کی انتہائی دلچسپ
سیرت، کردار، واقعات، حالات اور فضائل و مناقب

اُردو ترجمہ

اتحاف السائل بما الفاطمۃ من المناقب

مؤلّف:
علامہ عبدالرؤف المناوی

تحقیق و تعلیق
شیخ عبداللطیف عاشور

مترجم
مولانا خالد محمود صاحب

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پُرانی انارکلی لاہور- فون: ۳۵۲۲۸۳-

بیت العلوم کی مطبوعات

ایک نظر میں

قرآنِ حکیم انسائیکلوپیڈیا ———— ڈاکٹر ذوالفقار کاظم

محمد عربی انسائیکلوپیڈیا ———— ڈاکٹر ذوالفقار کاظم

صحابہ کرامؓ انسائیکلوپیڈیا ———— ڈاکٹر ذوالفقار کاظم

خوابوں کی تعبیر کا انسائیکلوپیڈیا ———— علامہ عبدالغنی نابلسیؒ

خواتین کے لئے اصلاحی بیانات ———— مولانا ناظم اشرف

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ———— مولانا عمران اشرف عثمانی

گناہوں کے نقصانات اور ان کا علاج ———— علامہ ابن القیم جوزیؒ

اصلاحی مواعظ ———— ۴ جلد ———— مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

اصلاحی تقریریں ———— ۵ جلد ———— مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ

ازواج مطہراتؓ کے دلچسپ واقعات ———— جناب محمد خرم

اسلامی احکام اور ان کی حکمتیں ———— شیخ عبدالقادر معروف الکردی

تاریخ المشاہیر ———— قاضی سلیمان سلمان منصورپوری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دن اور رات ———— شیخ ابوبکر ابن سنی

فضائل اہل بیت صحابہ کرامؓ و تابعینؒ ———— امام محمد بن علی شوکانیؒ

قصص معارف القرآن ———— مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ

کھجور کی اہمیت و افادیت ———— مولانا محمد یوسف خان مدظلہ

مقالات عثمانیؒ ———— مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

قیامت کی نشانیاں ———— علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ

اولاد کی تربیت قرآن وحدیث کی روشنی میں ———— احمد خلیل جمعہ

مظلوم صحابہؓ کی داستانیں ———— مولانا نور الحسن بخاریؒ

جہنم کی مستحق عورتیں ———— منصور عبدالحکیم

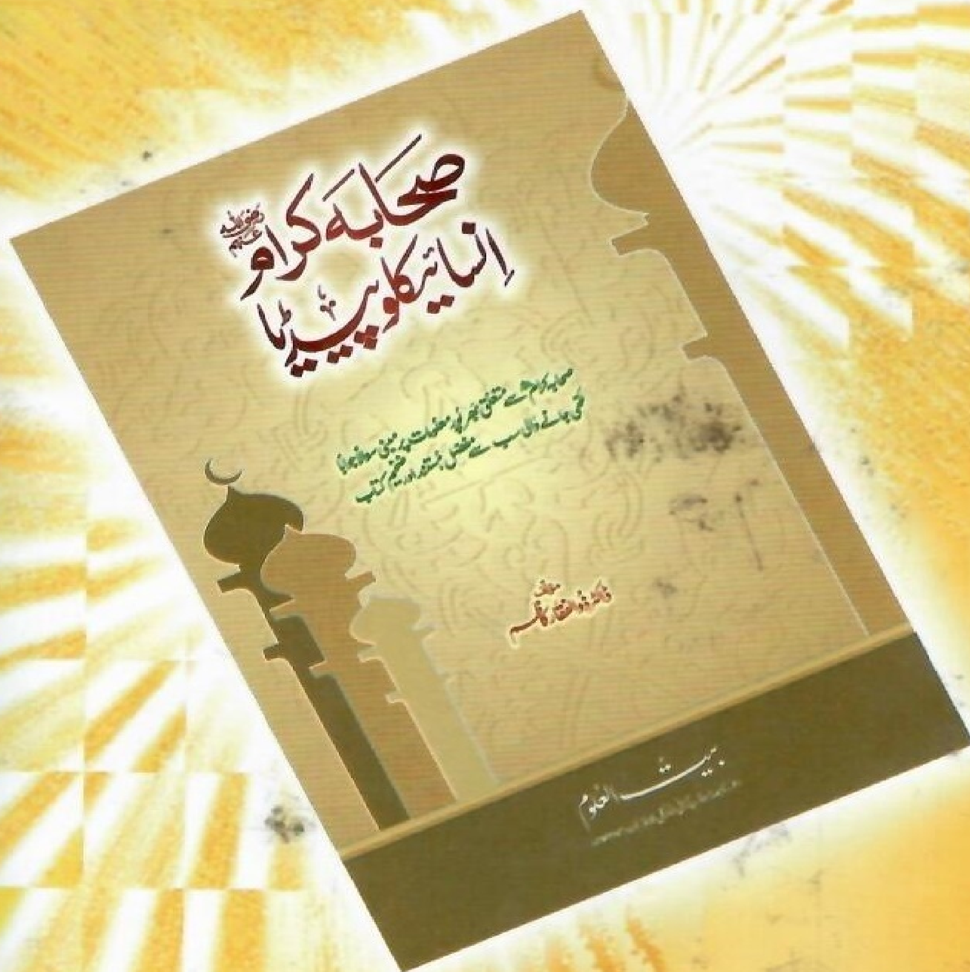
سیرت فاطمۃ الزہراؓ ———— علامہ مناویؒ







Designed by: Atif



بیت العلوم
قرآن مجید اور اسلامی کتابوں کا مرکز

انبیائے کرام علیہم السلام کے حیرت انگیز معجزات

مؤلف: عبدالمنعم ہاشمی

بیت العلوم
قرآن مجید اور اسلامی کتابوں کا مرکز



بیت العلوم
قرآن مجید اور اسلامی کتابوں کا مرکز